فخر الحسن

(دوران ۱۱۶۰ھ تا ۱۱۷۵ھ)

و

اُردو ترجمہ

(۱۴۱۴ھ)

فتخار احمد چشتی

سلسلہ عالیہ چشتیہ

فخر الحسن

(دوران ۱۱۶۰ھ تا ۱۱۷۵ھ)

و

اُردو ترجمہ

(۱۴۱۴ھ)

تالیف لطیف

محبّ النبی حضرت

مولانا محمد فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حسب ارشاد گرامی

خواجۂ دلنواز حضرت

خواجہ خان محمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

پروفیسر افتخار احمد چشتی

چشتیہ اکیڈمی فیصل آباد

سلسلۂ مطبُوعات چشتیہ ـــــ نمبر ۱۳

نام کتاب ـــــ فخر الحسن و اُردو ترجمہ 128275
ترتیب ـــــ پروفیسر افتخار احمد چشتی
صفحات ـــــ ۲۴۴
سائیز ـــــ ۲۳×۳۶/۱۶
کتابت ـــــ (محمد اکرم جاوید، احسن کتابت فیصل آباد)
کمپیوٹر کمپوزنگ ـــــ ST، سینچری کمپیوٹر الیکٹرونکس العصر کمپیوٹر کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ لنکرز
ناشر ـــــ چشتیہ اکیڈمی فیصل آباد
سالِ اشاعت ـــــ ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۳ء
تعداد ـــــ پانچ سو
طابع ـــــ ہارون پرنٹنگ پریس فیصل آباد

بسعی و اہتمام
حلقۂ چشتیہ صمدیہ سلیمانیہ فیصل آباد

واحد تقسیم کار
مکتبۃ الفوائد، فرحت منزل، چنیوٹ بازار، فیصل آباد
ٹیلی فون نمبر ۲۸۸۵۵ — ۰۴۱۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اے ایمان والو!

اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾

اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور ہمیشہ سچی (اور درست) بات کیا کرو

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ کا اور اس کے رسول کا تو وہی شخص جیت گیا ہے بہت بڑی کامیابی

(الاحزاب: ۳۳)

انتساب

مخدومی و مرشدی

شیخ طریقت و عارف حقیقت

حضرت شاہ محمد عبد الصمد

فخری فریدی سلیمی چشتی سلیمانی دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

نگاہِ لطف کا مشتاق اے سرکار میں بھی ہوں
تمہاری نرگسِ بیمار کا بیمار میں بھی ہوں

دُعائیہ کلمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ فخر الحسن محب النبی ہادی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نایاب تصنیف ہے، جو عربی زبان میں ہے۔ ایک عرصہ سے اس کے اُردو ترجمہ کی ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا۔ اَلحمدُ لِلّٰہ کہ پروفیسر افتخار احمد چشتی کو اس کے اُردو ترجمہ کی طباعت و اشاعت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بہ طفیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ترجمہ کو مقامِ قبولیت عطا فرمائے اور حضرت چشتی صاحب کو اِس علمی و دینی خدمت کا دُنیا و آخرت میں اجر عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین۔

دعا گو

شاہ محمد [illegible] الدین فخری

سجادہ نشین اورنگ آباد دکن

شاہ عارف الدین فخری

سجادہ نشین اورنگ آباد

کراچی

۱۷ - ۱۰ - ۱۹۹۳ء

مندرجات

شناس نامہ کتاب

نام کتاب ——— فخرالحسن

زبان ——— عربی

مؤلف ——— محب النبی حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

وجہ تالیف ——— حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عربی رسالہ "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں پیش کردہ شکوک کا علمی دفاع

موضوع ——— امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اتصال و خلافت کا اثبات،

نسخۂ موجود ——— فخرالحسن عربی، خطی نسخہ کتب خانہ آستانۂ عالیہ سُلیمانیہ تونسہ شریف،

زمانۂ تالیف ——— بارہویں صدی ہجری (دوران ۱۱۶۰ھ تا ۱۱۷۵ھ)

تعارف ——— حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے مختصر احوال،

عرضِ مُرتّب

"تمام تعریفیں اُس معبودِ برحق کے واسطے ہیں، جو جُملہ صفات میں یکتا ہے۔ ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ اور اس کی تعریف بھی برحق ہے۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وُہ اپنی بزرگی میں مُنفرد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور وُہ اپنی بے نیازی میں بھی یکتا ہے۔

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اُس کے بندے اور رسُول ہیں۔ جو تمام مخلوق کے آقا ہیں۔ "اَسریٰ بِعَبدِہٖ" کے شرف سے مخصوص ہیں۔ اور اس کے سچّے اور اکلوتے حبیب ہیں۔ اُن پر صلوٰۃ و برکات ہوں، ان کے کمال اور اُن کے رُشد کے مطابق۔ اور آپ کی ساری آل پر۔

نیز اللہ تعالیٰ راضی ہو اُن کے تمام اصحاب اہلِ صفا پر، خصوصاً ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حسنینؓ پر، ازواجِ مطہراتؓ پر، آپ کے دونوں چچاؤں پر اور قیامت تک اُن کی احسان کے ساتھ پیروی کرنے والوں پر۔

یہ اعلیٰ اور بلند پایہ رسالہ موسوم بہ "فخرالحسن" شیخ الاُمّت امام الملت الحسن بن ابی الحسن البصری قدس سرّہٗ کی سیّد الاولیاء سند الاصفیاء ابی تراب ابی الحسن علی بن ابی طالب البدریؓ سے مُلاقات، اُن سے سماع اور اُن سے روایت کی تحقیق کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سے اور اُن سے فیض پانے والوں اور اُن سے استفادہ کرنے والوں سے راضی ہو۔

رسالہ فخرالحسن کے مُصنف ہمارے شیخ المشائخ، امام الائمہ، عمدۃ المحققین، سُلطان العارفین، برہان العاشقین، قطبِ زمانہ، قطبِ عوانہ حضرت مولانا المولوی فخرالحق والحقیقت والشریعت والطریقت والمعرفت والملت والدین، محبّ النبی محمد الکریم ابن الکریم، مولیٰ الفقراء، اسوۃ العرفاء، قدوۃ المقربین، زبدۃ ارباب الیقین، صفوۃ اصحاب الصحو والتمکین، مولانا الامجد الشیخ نظام الملت والدین محمدؒ ہیں۔

بڑے بڑے علماء اور اصحابِ معرفت اساتذہ نے اُن کے مناقب اور فضائل لکھے ہیں، جن کی تعداد دس جلدوں سے اُوپر ہے۔ مگر یہ (مناقب) دریا میں سے ایک چُلّو اور سمندر میں سے ایک قطرہ ہیں، جو آپؒ کے احوالِ باکمال کی تعبیر کی طرف ایک مُمکنہ اشارہ ہیں۔ لہٰذا آپ اُن کے والدِ ماجد و شیخ اور خود اُن کے بارے میں کیا جانتے ہیں، قدس اللہ تعالیٰ رُوحہما۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی قبروں کو منور کرے اور طالبین کو اُن کے فیوض و فتوحات سے نوازے۔

بخدا یہ رسالہ (فخر الحسن) اثبات کی تحقیق میں حد درجہ مبالغہ آمیز اور نفی کی نفی میں ایک نہایت کامیاب کوشش ہے۔ جس نے مخالفین کے حوصلے پست کر دئے۔ بلاوجہ انکار کرنے والوں کی زبانوں کو گنگ کر دیا۔ بیماروں کو شفایاب اور پیاسوں کو سیراب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ حق اور ہدایت کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔"

زیرِ نظر تصنیف کی غرض و غایت اور اس کے فاضل مؤلف کے مختصر تعارف کے لئے "قول المستحسن فی فخر الحسن" کے افتتاحی کلمات کتنے برمحل اور جامع ہیں۔ میں ان مختصر مگر جامع کلمات کے لئے اس کے مصنف مولانا احسن الزماں حیدر آبادیؒ کا ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے میرا یہ اہم کام اس خوش اسلوبی سے مکمل کرا دیا۔

○

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بارھویں صدی ہجری میں اپنے ایک رسالہ "الانتباہ فی سلاسلِ اولیاء اللہ" میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے ذریعے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تک نہیں پہنچتا۔ اِس لئے کہ خواجہ حسن بصریؒ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے زمانہ میں بہت کم عُمر تھے۔ اُن کے ایک ہمعصر حضرت مولانا فخر الدین دہلویؒ نے اس گمان کی تردید میں ایک رسالہ "فخر الحسن" تصنیف کیا۔ جو بہت مقبول ہُوا اور تمام عُلماء و مشائخ نے اس میں درج دلائل کو سراہا۔

اِس اہم تصنیف کا ایک نایاب خطی نسخہ چند سال قبل، آستانہ عالیہ سُلیمانیہ کے پانچویں سجادہ نشین خواجۂ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ نے اِس خاکسار کو عطا فرما کر حکم دیا تھا کہ اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا جائے۔ چراغِ چشتیاں حضرت میاں نور جہانیاں محمودی مہارویؒ نے مزید تائید و تاکید

فرمائی۔ دیگر حضرات و احباب نے بھی بارہا اس اہم کام کی طرف توجہ دلائی۔

اس ترجمے کا آغاز میرے دیرینہ رفیق پروفیسر محمد زبیر قریشی صاحب نے کیا تھا۔ جس پر نظر ثانی محترم پروفیسر محمد اسحاق قریشی صاحب نے کی۔ لیکن چند مصروفیات کی وجہ سے اور کچھ کوائف کے انتظار میں یہ کام کئی سال تک تعطل کا شکار رہا۔

ترجمہ کرنے کا ڈھنگ ہر شخص کا اپنا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے ایک مترجم کے ترجمہ کی تہذیب دوسرے مترجم کے لئے نیا ترجمہ کر دینے سے کہیں زیادہ مشکل اور صبر آزما ہوا کرتی ہے۔ اس لئے دو ڈھائی سال قبل گورنمنٹ کالج فیصل آباد کے شعبۂ عربی کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کے ایماء پر انہی کے شعبہ کے ایک فاضل استاد پروفیسر منظور حسین سیالوی صاحب کو نئے سرے سے ترجمہ کرنے کے لئے چنا گیا۔

جناب سیالوی صاحب نے بڑی عقیدت، محبت اور محنت سے اسے مکمل کیا۔ نظر ثانی پھر صدر شعبہ نے کی۔ بلکہ بحث کے دوران کئی نقاط پر شعبہ کے دیگر اساتذہ نے بھی بھرپور حصہ لیا۔ زرعی یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے صدر پروفیسر قاری محمد اقبال صاحب نے بھی ترجمہ کو پڑھا اور چند مفید مشورے دیئے۔

اس خطی نسخہ کے علاوہ ہمیں رسالہ "فخر الحسن" کے تین اور نسخے دستیاب ہوئے۔ ان کے حوالہ جات، مختصر کوائف اور سرورقوں کا عکس ایک تبصرہ کے تحت شامل کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے ان تینوں نسخوں کا مطالعہ مفید رہا۔

زیر ترجمہ کتاب "فخر الحسن" میں موجود امام الملت خواجہ حسن بصری کی بے مثال زندگی کے کچھ نہایت ثقہ کوائف اس بات کے متقاضی تھے کہ انہیں اکٹھا کر دیا جائے۔ اور پھر جب دوسرے تذکروں میں درج آپ کے چیدہ چیدہ اقوال مع حوالہ جات بھی اس میں شامل کر لئے گئے تو اس نے ایک مربوط مقالے کی صورت اختیار کر لی۔ اس سے اس ترجمہ کی افادیت کو مزید چار چاند لگ گئے ہیں۔

کسی تصنیف کے ترجمے کے ساتھ اس کے مصنف کو متعارف کرانا مترجمین کا معمول رہا ہے۔ سوچا کہ اگر فاضل مؤلف کا سوانحی خاکہ دینا ضروری ہے تو کتاب کے معزز محرک کو کیوں نظر انداز کیا

جائے۔ اس غرض سے ان دونوں حضرات (حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ) پر ایک ہی کتاب میں شامل اور ایک ہی مصنف کے لکھے ہوئے مضامین فوٹو کاپی کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔

دورانِ ترجمہ اِس تالیفِ لطیف پر جو جو تبصرہ ہمیں دستیاب ہُوا ہم نے اُس کا متعلقہ تراشہ مع اس کے مکمل حوالہ کے "ایک تبصرہ" کے تحت قارئین کی نذر کر دیا ہے۔ آئندہ کام کرنے والوں کے لئے یہ فہرست خاصی فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ اِس کوشش کو مزید سود مند بنانے کے لئے اِس ترجمہ و ترتیب کے دو معزز رُفقائے کار نے اِن تبصروں پر کلام بھی کیا ہے۔

○

دراصل کام کے آغاز ہی سے مجھے ہر قسم کی رہنمائی و معاونت مختلف سمتوں اور مآخذ سے اس طرح پہنچتی رہی کہ جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہر ہر مرحلہ کے مخصوص تقاضے اور اپنی ضرورتیں تھیں، جن کے مطابق سامان مہیا ہوتے چلے گئے۔ "فخرالحسن" کے مطبوعہ نایاب نسخے اور ان پر گرانقدر تبصرے ایک ایک کر کے آتے ہی چلے گئے۔ جن کی وجہ سے ترتیب و تدوین کا یہ نہایت کٹھن کام آسان سے آسان تر ہوتا چلا گیا۔

مجھے اُن تمام کرم فرماؤں اور عزیزوں کا تذکرہ بطورِ خاص کرنے میں انتہائی خوشی ہے، جنہوں نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ میرے اِس دینی کام کی تکمیل میں قدم قدم پر میری اعانت فرمائی۔ یہ فہرست تو بہت طویل ہے لیکن اس میں سے چند ایک کے اسماء گرامی جو اس وقت میرے ذہن میں تازہ ہیں، بطورِ خاص لینا ضروری سمجھتا ہوں۔

سب سے پہلے تو میں اُن حضرات گرامی قدر کا سپاس گزار ہوں، جنہوں نے یہ اہم کام اِس خاکسار کے سپرد کیا۔ یہ اُن حضراتِ قدسی صفات کی خصوصی توجہ روحانی تصرف اور فیضانِ نظر کا نتیجہ ہے کہ ہمیں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور تائید ایزدی کی بدولت ہر ہر قدم پر ہماری رہنمائی اور دستگیری ہوتی چلی گئی۔

معاونینِ ترجمہ کے اسمائے گرامی تو آغاز میں دے دیئے گئے ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی بعض

بزرگوں اور دوستوں کا ذکر ضروری ہے۔ جناب پیر کرم شاہ صاحب بھیروی و صاحبزادہ محمد رب نواز صاحب سیالوی اور حاجی اصغر علی طاہر صاحب نظامی نے "فخرالحسن" کے دو نایاب نسخے فراہم کئے۔ اِن تینوں حضرات کا مَیں دل طور پر شکر گزار ہوں۔ اقتباسات بھیجنے والے بھی فرداً فرداً میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اُن تمام کتابوں کے مصنفین اور ناشرین کا بھی شکر گزار ہوں، جن کی کتابوں سے لئے گئے اقتباسات اِس ترتیب کی زینت بنے۔ اِس سلسلہ میں مَیں "دِلّی کے بائیس خواجہ" نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کا بطورِ خاص شکر گزار ہوں، جن کے سوانحی مضامین نے ہماری ایک اہم ضرورت کو پُورا کیا۔

طباعت کے تمام مراحل میاں ہارون احمد چشتی اور عزیزم محمد انور اویس کی خصوصی توجہ سے بخوبی طے پائے۔ مَیں اپنے برادرانِ طریقت پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید چشتی، حاجی اصغر علی طاہر نظامی اور محمد طارق ظہور چشتی کے تعاون کا بطورِ خاص ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جنہوں نے حسبِ سابق ہر ہر مرحلے پر میرا ساتھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا مَیں بے حد ممنون ہوں، جن کا تعاون مجھے اِس تالیف کی ترتیب، کتابت اور طباعت کے جملہ مراحل میں اوّل تا آخر حاصل رہا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اُن کی معاونت کے بغیر مَیں اسے مکمل نہ کر پاتا۔ مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اِس علمی اور دینی کام میں شرکت کرنے والوں کو اجرِ عظیم سے نوازیں اور ہماری اِس حقیر خدمت کو ہم سب کے لئے فلاحِ دارین کا موجب بنائیں۔ آمین۔

آخر میں مَیں اُس بزرگ ہستی کا ذکر بطورِ خاص کرنا چاہتا ہوں، جن کی پیہم توجہ اور دُعا ہمارے لئے حوصلہ اور استقامت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت شاہ عارف الدین صاحب فخری دامت برکاۃ، حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ کی اولادِ عالی مقام کے ایک معزز بزرگ اور اورنگ آباد شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے اِس تالیف کے لئے ہمیں اپنے گرانقدر دُعائیہ کلمات سے بھی سرفراز فرمایا۔ یہ اُن متبرک کلمات ہی کا اعجاز ہے کہ ہم یہ ارمغانِ علمی پیش کرنے کے قابل ہوئے۔ یہ دُعائیہ کلمات ہمارے لئے سرمایۂ حیات اور وسیلۂ نجات ہیں۔

○

اب مَیں اپنی معروضات کو "فخرالحسن" کے مؤلف محبّ النبی حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ

کی اُس دُعا پر ختم کرتا ہوں، جو اُنہوں نے اپنی اِس تالیف کے آخر میں درج فرمائی تھی:

"اے اللہ! ہم تجھ سے شفیع المذنبین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ الطاہرین اور اصحابِ الطیبین اور اتباعِ الصادقین اور عباد اللہ الصالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کے واسطے سے تجھ سے دائمی ایمان، باقی رہنے والے اسلام، جاری رہنے والے احسان، تیری اور تیرے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اشکبار آنکھ اور تر و تازہ چہروں، زندگی اور موت کے فتنوں سے نجات، تیری راہ میں شہادت اور تیرے رسُول کے شہر میں موت کا سوال کرتے ہیں۔ تو ہر چیز پر قادر ہے اور دُعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشنا تیری شان ہے۔

صلی اللہ علیٰ خیرِ خلقہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ واحبابہٖ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

خادمُ الفقراء

افتخار احمد چشتی

افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

کاشانۂ چشتیہ فیصل آباد

۱۷ جمادی الآخرہ ۱۴۱۴ھ

(۲ دسمبر ۱۹۹۳ء)

فخرُالحسَنْ

و

اُرْدوترَجُمه

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے

اور خوب جان لو کہ:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

● جو کچھ تم کر رہے ہو، یقیناً اللہ اسے دیکھنے والا ہے۔ البقرۃ ۲

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٣١﴾

● اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ البقرۃ ۲

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٢٣﴾

● تم اس سے ملنے والے ہو۔ البقرۃ ۲

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

● تمہیں اسی کی بارگاہ میں اکٹھا کیا جائے گا۔ البقرۃ ۲

۱۷

ترتیب

رب يسر بسم الله الرحمن الرحيم وتمم بالخير

اللهم لك الحمد واليك المشتكى وانت المستعان ولا حول ولا قوة الا بك و منك
الصلوة على سيدنا خير خلقك محمد واله واصحابه واحبابه اجمعين اما بعد فلما
سمع محمد المشتهر بفخر الدين النظامي الاورنگ ابادي الدهلوي من لسان
بعض الناس من اهل الحديث يتفقون على ان كل حديث روى الامام الفقيه
المامون الحسن البصري رضي الله تعالى عنه عن امير المؤمنين على المرتضى كرم الله
وجهه مرسل عند البخاري ومسلم والترمذي وابي داود وغيرهم لا متصل والبحث
في الاتصال الامام الحسن البصري بامير المؤمنين على البدري ابن عم النبي
صلى الله عليه وسلم رضي الله عنه اليس على قواعد فن الحديث وفي المطالب
النقلية يذكر الوقوع لا الامكان ولا الاكتفاء في الاتصال على المعاصرة المحضة امر اتباع
سنة الذين عند الصوفية يقولون بلقاء الحسن وسماعه عن علي كرم الله
وجهه وعند التفتيش لا اصل له فاستخار وجاء حول اقوال ائمة الحديث جل الله
عظمتهم فوجد حديث الحسن المروي عن على المرتضى كرم الله وجهه متصلا على
ما عن ثقات المحدثين اسكنهم الله بحبوحة جنانه وسماع الحسن ولقاءه اصلا
ثبتا عند اكثر اهل الحديث شكر الله سعيهم وههنا مقدمات ينبغي التنبيه
عليها قبل الاحاديث المروية عن الحسن عن على المرتضى كرم الله وجهه ليعيد
على فخر الحسن وهو ايصال الاتصال وارسال الارسال الفصل الاول
انه ولد الحسن في خلافة امير المؤمنين عمر الفاروق رضي الله تعالى عنه قال
مجد الدين ابو السعادات ابن الاثير في اسماء الرجال لجامع الاصول الحسن البصري

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب یسر و تمم بالخیر

اللھم لک الحمد والیک المشتکی وانت المستعان ولا حول ولاقوۃ الا بک ومنک الصلوۃ علی سیدنا خیر خلقک محمد والہ و اصحابہ واحبابہ اجمعین۔

امابعد۔ جب محمد المعروف بہ فخرالدین نظامی اورنگ آبادی دہلویؒ نے بعض لوگوں سے سنا کہ علماء حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام فقیہ مامون حسن بصریؒ سے مروی ایسی تمام احادیث جو انہوں نے امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ سے روایت کیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابی داؤد وغیرہ کے نزدیک متصل نہیں بلکہ مرسل ہیں۔ اور نبی ﷺ کے چچازاد امیرالمومنین حضرت علی البدریؓ کا امام حسن بصریؒ سے اتصال بھی فن حدیث کے اصولوں کے مطابق صحیح نہیں، کیونکہ روایت اور نقل کے سلسلے میں اعتبار امکان کا نہیں وقوع کا ہوتا ہے اور صرف ہمعصری کو عقل سلیم اتصال کے لئے کافی نہیں سمجھتی۔ نیز صوفیاء تو حسن بصریؒ اور حضرت علیؓ میں ملاقات وسماع حدیث ہردو کے قائل ہیں لیکن تفتیش کے باوجود اس بات کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ تب اس (محمد فخرالدین) نے استخارا کیا اور ائمہ حدیث کے اقوال کی چھان بین کی تو اسے حسن بصریؒ کی حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت کردہ ایسی احادیث ملیں جو ثقہ محدثین کے اصولوں کے مطابق موصول اور مقبول ہیں۔ اور ان دو کے سماع وملاقات کے ضمن میں بھی اکثر محدثین کے ہاں قطعی طور پر ثابت ہیں۔

حسن بصریؒ کی حضرت علیؓ سے مروی ایسی احادیث بیان کرنے سے پہلے میں چند تمہیدی مباحث پیش کرتا ہوں جن سے یہ "فخرالحسن" آسانی سے حدیث متصل کو متصل اور مرسل کو مرسل ثابت کرسکے گا۔

الفصل الاول حسن بصریؒ، امیرالمومنین عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے۔

مجدالدین ابوالسعادات ابن الاثیر نے "اسماء الرجال لجامع الاصول" میں نقل کیا کہ حسن بصریؒ یعنی (ابو) سعید حسن بن یسار

هو سعيد الحسن بن ابى الحسن يسار البصري من سبي ميسان مولى زيد
ابن ثابت ولد لسنتين بقيتا من خلافة عمر بن الخطاب رضي الله تعالى
عنه بالمدينة الشريفة وقال الحسين بن عبد الله الطيبي في اسماء الرجال
ولد الحسن البصري لسنتين بقيتا من خلافة امير المؤمنين عمر ابن الخطاب
رضي الله تعالى عنه قال الكرماني في شرح صحيح البخاري الحسن هو ابو سعيد ابن
ابي الحسن الانصاري واسم امه خيرة بالخاء المعجمة والمثناة التحتانية مولاة
لام سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم ورضي الله عنها ولد الحسن اواخر
خلافة عمر في المدينة الشريفة زادها الله شرفا وتعظيما فصل الثاني ان الحسن
قدم من المدينة الشريفة زادها الله شرفا وتعظيما الى البصرة بعد ما بلغ اربع
عشرة سنة لانه قال صاحب جامع الاصول في اسماء الرجال لجامعه انه قدم
البصرة بعد مقتل عثمان ورأى عثمان رضي الله عنه وقال الطيبي في اسماء
الرجال قدم البصرة بعد مقتل عثمان ورأى عثمان رضي الله عنه وذكر
جمال الدين المزي في تهذيب الكمال انه حضر يوم الدار وله اربع عشرة سنة
فصل الثالث ان السماع في سن التميز صحيح مقبول سواء بلغ حد الحلم ام لا
لان ابن الاثير قال في اصول جامع الاصول اما اذا كان طفلا عند التحمل
متميزا بالغا عند الرواية فيقبل لان الخلل قد اندفع عن تحمله وادائه ويدل
على جوازه اجماع الصحابة رضي الله تعالى عنهم على قبول رواية جماعة
من احداث ناقلي الحديث كابن عباس وابن الزبير وابي الطفيل و
محمود بن الربيع وغيرهم من غير فرق بين ما تحملوه قبل البلوغ او بعده وقد

الثانية

حسن بصریؒ یعنی (ابو) سعید حسن بن یسار بصری کے والد میسان کے قیدیوں میں سے تھے، جنہیں زید بن ثابتؓ نے آزاد کر دیا تھا۔ آپ (حسن بصری) مدینہ شریف میں اس وقت پیدا ہوئے جب عمر بن الخطابؓ کے دور خلافت کے دو سال باقی تھے۔

حسین بن عبد اللہ الطیبی نے "اسماء الرجال" میں لکھا "حسن بصری اس وقت پیدا ہوئے جب امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے۔"

الکرمانی نے "شرح صحیح البخاری" میں تحریر کیا "حسن بصری یعنی ابو سعید بن ابی الحسن انصاری کی والدہ کا نام "خیرہ" ہے جو نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں اور حسن بصری خلافت عمرؓ کے اواخر میں مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔"

فصل الثانی
حسن بصری چودہ سال عمر ہونے کے بعد مدینہ شریف سے بصرہ کی طرف گئے۔

صاحب جامع الاصول فی اسماء الرجال نے اپنی جامع میں لکھا کہ آپ (حسن بصری) شہادت عثمانؓ کے بعد بصرہ گئے اور آپ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو دیکھا تھا۔

الطیبی نے "اسماء الرجال" میں کہا "آپ شہادت عثمانؓ کے بعد بصرہ چلے گئے تھے، اور آپ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو دیکھا تھا۔"

جمال الدین المزی نے "تہذیب الکمال" میں ذکر کیا "آپ نے یوم الدار دیکھا۔ اور اس وقت آپ چودہ سال کے تھے۔"

فصل الثالث
شعور کی عمر میں بلالحاظ بلوغت سماع صحیح اور مقبول ہے۔

ابن الاثیر نے "اصول جامع لاصول" میں لکھا "جب کوئی شخص بچپن کے عالم میں کوئی بات سنے اور شعور کی عمر میں اسے بیان کرے تو اس کی روایت مقبول ہوگی کیونکہ اصل رکاوٹ تو بات حاصل کرنے (تحمل) اور اس کے بیان کرنے کی صلاحیت کے آجانے سے دور ہو گئی۔" اس کے جواز کی دلیل صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، جنہوں نے ابن عباس، ابن زبیر، ابی الطفیل اور محمود بن ربیع جیسے کم عمر ناقلین حدیث کی ایک جماعت سے روایات اس تفریق کے بغیر قبول کیں کہ انہوں نے انہیں سن بلوغت سے پہلے اخذ کیا تھا یا بالغ ہونے کے بعد۔

الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله في اتمام الدراية سن التحمل وقته
بالنسبة الى السماع التمييز ولحيل غالبا باستكمال خمس سنين وقال الحافظ جمال
الدين المزي روح الله روحه الحسن ابن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى
عنهما روى عن جده رسول الله صلى الله عليه وسلم وامه فاطمة بنت رسول الله
صلى الله عليه وسلم ورضي الله عنها قال الامام احمد بن حنبل رحمه الله في
مسند الحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما حدثنا ابو عبد الرحمن عبد الله ابن
احمد ابن محمد ابن حنبل قال حدثني ابي قال حدثنا وكيع قال حدثنا يونس ابن ابي
اسحق عن بريد بن ابي مريم السلولي عن ابي الحوراء عن الحسن ابن علي قال
علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم كلمات اقولهن في قنوت الوتر اللهم
اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت وتولني فيمن توليت وبارك لي
فيما اعطيت وقني شر ما قضيت فانك تقضي ولا يقضى عليك فانه لا يذل
من واليت ولا يعز من عاديت تباركت وتعاليت انتهى قال الامام احمد
ابن حنبل رحمه الله في مسند عثمان بن عفان رضي الله عنه البدري الذي
ادخله النبي صلى الله عليه وسلم في البدريين واسهم فضل سهامهم وان لم
يحضره حدثنا عبد الله قال حدثني زياد بن ايوب قال حدثنا هشيم قال زعم
ابو المقدام عن الحسن دخلت المسجد فاذا انا بعثمان ابن عفان متكئ على
رداءه فاتاه سقاان يختصمان اليه فقضى بينهما ثم اتيته فنظرت اليه فاذا رجل
حسن الوجه بوجهه نكتات جدري فاذا شعره قد كسى ذراعيه انتهى
فانظر وانه فنظرت اليه ليرفع النظر في هذا السن للسماع قال امام الذهبي

حافظ جلال الدین السیوطیؒ نے "اتمام الدرایہ" میں تحریر کیا' حصول روایت کی عمر اور وقت کا دارومدار سوجھ بوجھ پر ہے جو پانچ سال مکمل ہونے پر حاصل ہو جاتی ہے۔

حافظ جمال الدین المزیؒ لکھتے ہیں کہ حسن ابن علی ابن ابیطالبؓ نے' جن کی والدہ حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ہیں' اپنے نانا رسول اکرم ﷺ سے روایت کی: قال الامام احمد بن حنبلؒ فی "مسند الحسن بن علیؓ" حدثنا ابو عبدالرحمٰن عبداللہ ابن احمد ابن حنبل' قال حدثنی ابی' قال حدثنا وکیع' قال حدثنا یونس ابن ابی اسحٰق' عن یزید بن ابی مریم السلونے' عن ابے الجوزاء' عن الحسن ابن علیؓ' قال: رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھلائے جنہیں میں وتروں کے قنوت میں پڑھتا ہوں:

اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارک لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی علیک فانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت وتعالیت------انتہی۔

امام احمد بن حنبلؒ ہی نے "مسند عثمان بن عفانؓ" میں تحریر کیا: آپ ایسے بدری ہیں جنہیں بدر میں عدم شمولیت کے باوجود نبی ﷺ نے نہ صرف بدری قرار دیا بلکہ مال غنیمت میں سے ان جتنا حصہ بھی عطا فرمایا۔ حدثنا عبداللہ' قال حدثنی زیاد بن ایوب' قال حدثنا ہشیم' قال زعم ابو المقدام' عن الحسن: میں مسجد میں داخل ہوا تو عثمان ابن عفانؓ کو دیکھا جنہوں نے اپنی چادر پر ٹیک لگا رکھی تھی۔ دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے تو آپ نے ان کے درمیان فیصلہ سنایا۔ پھر میں نے قریب جا کر آپ کو بغور دیکھا۔ آپ خوبرو تھے حالانکہ آپ کے چہرے پر چیچک کے داغ تھے اور آپ کے بال آپ کے کندھوں پر پڑے ہوئے تھے ....انتہی

لفظ "**فنظرت الیہ**" پر غور کریں تاکہ عمر کی وجہ سے سماع کی عدم اہلیت (کا امکان) رفع ہو جائے۔

محمد بن اسمعیل البخاری رحمه الله تعالى فی صحیحه فی باب متی یصح سماع
الصغیر حدثنا محمد بن یوسف قال حدثنا ابو مسهر قال حدثنی محمد بن حرب
قال حدثنی الزبیدی عن الزهری عن محمود ابن الربیع قال عقلت من النبی
صلی الله علیه وسلم مجة مجها فی وجهی وانا ابن خمس سنین من دلو قال
ابن حجر فی فتح الباری فی آخر شرح هذا الحدیث ومن اقوم ما یتمسک به
فی ان المراد فی ذلک الی الفهم فیختلف باختلاف الاشخاص ما اورده
الخطیب من طریق ابی عاصم قال ذهبت بابنی وهو ابن ثلث سنین
الی ابن جریج فحدثه قال ابو عاصم ولا باس بتعلیم الصبی الحدیث والقرآن
وهو فی هذا السن یعنی ان کان فهما فصل الرابع فی ان مدة اقامة امیر
المؤمنین علی المرتضی کرم الله وجهه فی المدینة الشریفة زادها الله شرفا و
تعظیما بعد خلافته اربعة اشهر قال الحسین ابن محمد ابن محمد ابن الحسن الدیار
البکری فی کتاب الخمیس ناقلا عن جامع المختصر اقام بالمدینة بعد مبایعته
اربعة اشهر ثم سار الی العراق وذکر فی تاریخ القضاعی رحمه الله تعالى و
کانت مدة اقامته بالمدینة اربعة اشهر ثم سار الی العراق انتهی واعلم
انه لما بیناه هذه المقدمات الاربع اقامة الحسن البصری فی المدینة الشریفة
زادها الله شرفا وتعظیما وحضوره یوم الدار فی سن اربعة عشر واقامة
خلیفة الوقت علی المرتضی رضی الله تعالى عنه بعد مبایعة الناس فی المدینة
الشریفة اربعة اشهر وصحة السماع قبل البلوغ عند البخاری رحمه الله وجمهور
المحدثین کما یفهم من عباراتهم فکیف یمکن عند ثبوت هذه المقدمات بالنقل

عن الثقات

امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے "اپنی صحیح" کے باب "**متی یصح سماع الصغیر**" میں تحریر کیا: حدثنا محمد بن یوسف' قال حدثنا ابو مسہر' قال حدثنی محمد بن حرب' قال حدثنی الزبیدی' عن الزہری' عن محمود ابن الربیع' قال: "نبی ﷺ کا ڈول میں سے میرے منہ پر (چلو بھر) پانی پھینکنا مجھے خوب یاد ہے' اس وقت میں پانچ سال کا بچہ تھا۔"

مذکورہ حدیث پر بحث سمیٹتے ہوئے "فتح الباری" میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس عمر میں انسان بالعموم سمجھنے کے قریب تر ہوتا ہے۔ لیکن مختلف لوگوں کے فہم میں فرق بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ الخطیب ابی عاصم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں اپنے تین سالہ بیٹے کو ابن جریج کے پاس لے گیا تو انہوں نے اسے ایک حدیث سنائی۔ ابو عاصم نے مزید صراحت کی کہ اس عمر کے بچے کو' اگر وہ سمجھدار ہو' حدیث اور قرآن کی تعلیم دینے میں کوئی حرج نہیں۔

فصل الرابع خلیفہ بننے کے چار ماہ بعد تک' امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ مدینہ شریف میں رہے۔

حسین ابن محمد ابن محمد ابن الحسن الدیار البکری نے کتاب "المنیس" میں "جامع المختصر" سے نقل کیا "آپ (حضرت علیؓ) اپنی بیعت (خلافت) کے چار ماہ بعد تک مدینہ میں ٹھہرے' پھر عراق کی طرف چلے گئے۔"

"تاریخ قضائی" کے مطابق مدینہ میں آپ کے قیام کی مدت چار ماہ تھی' جس کے بعد آپ عراق چلے گئے۔۔۔۔۔ انتہی۔

یاد رہے ان چار مقدمات میں حسن بصری کا مدینہ شریف میں قیام' چودہ سال کی عمر میں یوم الدار کے وقت ان کی وہاں موجودگی' خلیفۃ الوقت حضرت علی المرتضیٰؓ کا لوگوں سے بیعت لینے کے چار ماہ بعد تک مدینہ شریف میں ٹھہرنا' اور بخاری' مسلم اور جمہور محدثین کی عبارات کے مفہوم کی رو سے سماع قبل از بلوغت کا صحیح ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ لہٰذا معتبر لوگوں سے منقول ان مقدمات میں درج ثبوتوں کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے' جیسا کہ بعض نے کہا کہ

ومن الشناعات ان يقال ان الحسن لم ير عليا ولم يجتمع معه ولم يسمع منه لانه
كان صبيا كما قال البعض وقال البعض الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه
الله تعالى في رسالة اتحاف الفرق ومن المعلوم ان للحسن بن يميز
ويبلغ سبع سنين امر بالصلوة وكان يحضر الجماعة ويصلي خلف عثمان الى
ان قتل عثمان وعلي اذ ذلك بالمدينة فانه لم يخرج منها الى الكوفة الا بعد
قتل عثمان فكيف يستنكر سماعه منه كرم الله وجهه وهو كل يوم يجتمع به في
المسجد خمس مرات من حين ميز الى ان بلغ اربع عشرة سنة وزيادة
على ذلك ان عليا كان يزور امهات المؤمنين ومنهن ام سلمة والحسن
في بيتها هو وامه انتهى فصل الخامس ان الحسن البصري ثقة مامون شيخ
شيوخ اهل الحديث عند المحدثين الكبار بل عند اصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم ورضي الله عنهم قال الكرماني قدس الله سره العزيز في بخاري
البخاري في شرح اسم الحسن عن محمد بن سعد كان الحسن جامعا عالما فقيها
ثقة عابدا كثير العلم فصيحا اجمل اهل البصرة اجمع الامة على جلالته وعظم قدره
علما وزهدا وفصاحة وقال حسين ابن عبد الله الطيبي شيخ صاحب
المشكوة روح الله روحه في اسماء الرجال الحسن البصري روى عن
الصحابة مثل ابي موسى وانس بن مالك وابن عباس وغيرهم وعنه
خلق كثير من التابعين وتابعيهم وهو امام وقته امام في كل فن وعلم
زاهد وورع وعبادة وقال حافظ حديث سيد العالمين صلوات
الله عليه مجد الدين ابو السعادات محمد بن محمد المعروف بابن الاثير

حسن بصری نے حضرت علیؓ کو نہ تو دیکھا' نہ ان سے ملے اور نہ ہی ان سے کوئی حدیث سنی کیونکہ وہ کمسن تھے۔

حافظ جلال الدین السیوطیؒ نے رسالہ "اتحاف الفرق" میں لکھا کہ یہ بات واضح ہے کہ سات سال کے ہونے پر حسن بصری سن تمیز کو پہنچ چکے تھے' نماز کے مکلف تھے جماعت میں شامل ہوتے تھے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت تک ان کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت علیؓ بھی مدینہ ہی میں تھے اور وہ شہادت عثمان کے بعد تک کوفہ کی طرف نہیں گئے۔ لہذا حضرت علیؓ سے آپ (حسن بصری) کے سماع کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ ہوش سنبھالنے سے لے کر چودہ برس کی عمر یا اس سے بھی بعد تک آپ دونوں ہر روز پانچ وقت مسجد میں اکٹھے ہوتے رہے۔ مزید بر آں حضرت علیؓ' امہات المومنینؓ کے ہاں بھی آیا جایا کرتے تھے' انہی میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بھی تھیں۔ جن کے گھر میں حسن بصری اور ان کی والدہ رہا کرتے تھے۔۔۔۔۔۔ انتہی

فصل الخامس کبار محدثین بلکہ اصحابؓ کے ہاں حسن بصری معتبر' مامون اور علماء حدیث کے شیخ الشیوخ ہیں۔

الکرمانیؒ نے "شرح بخاری" میں اسم "حسن" کی تشریح میں محمد بن سعد سے نقل کیا ہے "حسن بصری میں عالم فقیہہ ثقہ عابد کثیر العلم اور اہل بصرہ میں سب سے خوبصورت ہونا مجتمع تھا۔ نیز آپ کے علم' زہد اور فصاحت کے سبب پوری امت آپ کی عظمت اور علو مرتبت پر متفق ہے۔"

حسین ابن عبد اللہ الطیبی شیخ صاحب المشکوۃ نے "اسماء الرجال" میں بیان کیا: حسن بصری نے ابو موسیٰ' انس بن مالک اور ابن عباس جیسے صحابہؓ سے روایت کی' اور ان سے تابعین اور تبع تابعین کی ایک بڑی تعداد نے روایت کی۔ آپ تمام علوم و فنون' زہد و ورع اور عبادات میں اپنے وقت کے امام تھے۔

سید العالمین صلوات اللہ علیہ کی احادیث کے حافظ مجد الدین ابو السعادت محمد بن محمد المعروف بہ ابن الاثیر شیبانی جزری ثم موصلی' صاحب

الشیبانی الجزری ثم الموصلی صاحب جامع الاصول فی اسماء الرجال له روی
الحسن البصری من الصحابة مثل ابی بکرة الثقفی وانس وسمرة بن جندب
رضی الله عنهم وروی عنه خلق کثیر من التابعین وتابعیهم وهو امام
وقته فی کل فن وعلم وزهد وورع وعبادة وقال الحافظ ابو عیسی الترمذی
فی فضل العرب حدثنا بشر بن معاذ بن العقدی ثنا یزید بن زریع عن
سعید بن ابی عروبة عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب ان رسول
الله صلی الله علیه وسلم قال سام ابو العرب ویافث ابو الروم وحام
ابو الحبش هذا حدیث حسن والحسن عنده عبارة عما لا یکون فی اسناده
من یتهم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجه نحو ذلک
وقال الترمذی فی کتاب العلل من جامعه حدثنا سوادة بن عبد الله العنبری
قال سمعت یحیی بن سعید القطان یقول ما قال الحسن فی حدیثه قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم الا وجدنا له اصلا الا حدیثا او حدیثین قال
الشیخ جمال الدین المزی فی تهذیب الکمال فی اسماء الرجال فی احوال الحسن
کانت ام سلمة تخرج الحسن الی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم و
هو صغیر وامه منقطعة الیها فکانوا یدعون له فاخرجته الی عمر بن الخطاب
دعا له اللهم فقهه فی الدین وحببه الی الناس وقال عبد الله بن عمرو الرقی
عن یونس بن عبید عن الحسن عن امه انها کانت ترضع لام سلمة وقال
حماد بن زید عن عقبة بن ابی الصهباء الراسبی کنت عند بلال بن ابی بردة
فذکروا الحسن فقال بلال سمعت ابی یقول والله لقد ادرکت اصحاب

طرحیا

"جامع الاصول فی اسماء الرجال" نے لکھا کہ حسن بصری نے ابو بکر ثقفی' انس' اور ثمرۃ بن جندب جیسے صحابہؓ سے احادیث روایت کیں' اور ان سے تابعین اور تبع تابعین کی ایک کثیر تعداد نے۔ اور آپ تمام علوم وفنون' زہد وورع اور عبادات میں اپنے وقت کے امام تھے۔

حافظ ابو عیسیٰ الترمذی نے "فضل العرب" میں لکھا: حدثنا بشیر بن معاذ بن العقدی' ثنا یزید بن زریع' عن سعید بن ابی عروبۃ' عن قتادۃ' عن الحسن' عن سمرۃ بن جندب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سام ابو العرب' یافث ابو الروم اور حام ابو الحبش ہیں۔" یہ حدیث حسن ہے' کیونکہ ان کے ہاں ایک حدیث حسن کہلاتی ہے جس کی اسناد میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جس پر جھوٹ کی کبھی تہمت لگی ہو اور نہ وہ شاذ ہو' یعنی وہ کئی طریق سے ایک ہی طرح مروی بھی ہو۔

الترمذی نے "اپنی جامع" کی کتاب العلل میں لکھا: حدثنا سواد بن عبد اللہ العنبری' قال سمعت یحیٰی بن سعید القطان یقول: حسن بصری نے جس حدیث کے بارے میں بھی "قال رسول اللہ ﷺ" کہا میں نے ماسوائے ایک یا دو کے' ان سب کی اصل کو پالیا ہے۔

شیخ جمال الدین المزی نے "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" میں حسن بصری کے احوال کے تحت لکھا: جب وہ بچہ تھے اور ان کی والدہ حضرت ام سلمہؓ ہی کی ہو کے رہ گئی تھیں تو ام المومنینؓ حسن بصری کو رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ کے پاس بھیجتیں جو ان کے حق میں دعا کرتے۔ جب آپؓ نے انہیں امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے پاس بھیجا تو انہوں نے دعا دی "یا اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے لوگوں کا محبوب بنا۔"

وقال عبد اللہ بن عمرو الرقی' عن یونس بن عبید' عن الحسن' عن امہ: وہ ام المومنین ام سلمہؓ کے لئے دودھ پلایا کرتی تھیں۔

وقال حماد بن زید' عن عقبۃ بن ابی ثبیت الراسے: میں بلال بن ابی بردہ کے پاس تھا' حسن بصری کا ذکر آیا تو بلال کہنے لگے' میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا "بخدا میں نے محمد ﷺ کے اصحابؓ کو پایا لیکن میں نے اس شیخ یعنی

محمد صلى الله عليه وسلم فما رأيت احدا اشبه باصحاب محمد صلى الله عليه
وسلم من هذا الشيخ يعني الحسن وقال جرير بن حازم عن حميد بن هلال قال
لنا ابو قتادة الزموا هذا الشيخ فما رأيت احدا اشبه رأيا بعمر بن الخطاب
منه يعني الحسن وقال هلال الراسبي عن خالد بن رباح الهذلي سئل انس
بن مالك عن مسئلة فقال سلوا مولانا الحسن قالوا يا ابا حمزة نسألك وتقول
سلوا الحسن مولينا قال سلوا مولينا الحسن فانه سمع وسمعنا فحفظ و
نسينا وقال القاسم بن الفضل الحدّاني عن عمرة ابن مرة اني لاغبط اهل
البصرة بهذين الشيخين الحسن وابن سيرين وقال موسى ابن اسماعيل عن
معتمر ابن سليمان كان ابي يقول الحسن شيخ اهل البصرة وقال عبد
الرزاق عن معمر قال لي عمرو بن دينار ابو الشعثاء عندكم اعلم او الحسن قال
قلت ما تقول ان من عندنا يزعم ان الحسن اعلم من ابن عباس قال هل
كان الحسن الا من صبيان ابن عباس قال فقلت وهل كان ابو الشعثاء
الا من صبيان الحسن قال ما هو عندنا اعلم منه قال عبد الرزاق فقلت لمعمر
فرطت قال انه افرط فافرطت وقال ضمرة بن ربيعة عن الاصبغ بن
زيد سمعت العوام بن حوشب يقول ما اشبه الحسن الا بنبي اقام في قوم
ستين عاما يدعوهم الى الله عز وجل وقال عبيد الله بن عمر القواريري
عن هشيم اخبرنا الاشعث بن سوار قال اردت ان اقدم البصرة لالقى
الحسن فاتيت الشعبي وقال محمد بن فضيل عن عاصم الاحول قلت للشعبي
لك حاجة قال نعم اذا اتيت البصرة فاقرأ الحسن مني السلام قلت ما

حسن بصری سے بڑھ کر کسی دوسرے کو اصحاب محمد ﷺ کے زیادہ مشابہ نہیں پایا۔

وقال حربن حازم، عن حمید بن بلال، قال حدثنا ابو قتادہ: "اس شیخ یعنی حسن بصری کو لازم پکڑو، کیونکہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو حضرت عمر بن الخطابؓ کی رائے سے قریب تر نہیں پایا۔"

وقال ہلال الراسبے، عن خالد بن رباح الہذلی: انس بن مالک سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا ہمارے بھائی حسن سے پوچھ لو۔ لوگوں نے کہا "اے ابا حمزہ ہم آپ سے پوچھ رہے ہیں اور آپ ہمیں حسن بصری سے پوچھنے کو کہتے ہو۔" وہ بولے ہمارے بھائی حسن بصری ہی سے پوچھو کیونکہ انہوں نے حدیث سنی اور ہم نے بھی سنی، لیکن انہوں نے اسے یاد رکھا جبکہ ہم اسے بھول گئے۔

وقال القاسم بن الفضل الحذانے، عن عمرۃ ابن مرۃ: "میں اہل بصرہ پر ان دو بزرگوں یعنی حسن بصری اور ابن سیرین کی وجہ سے رشک کرتا ہوں۔"

وقال موسیٰ ابن اسماعیل، عن المعتمر ابن سلیمان: "میرا باپ حسن بصری کو اہل بصرہ کا امام کہا کرتا تھا۔"

وقال عبدالرزاق، عن معمر: مجھ سے عمرو بن دینار نے پوچھا "کیا تم ابوالشعثاء کو زیادہ عالم سمجھتے ہو یا حسن بصری کو؟" میں نے جواب دیا کہ ہم میں سے ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو حسن بصری کو ابن عباس سے بھی بڑا عالم خیال کرے۔ اس پر انہوں (عمرو) نے جواب دیا کہ حسن بصری تو ابن عباس کے بچوں کی طرح ہیں۔ تو میں (معمر) نے کہا "عینہ ابوالشعثاء حسن بصری کے بچوں جیسے ہیں۔" پھر اس نے کہا ہمارے ہاں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے معمر سے کہا کہ تم نے زیادتی کی۔ تو اس نے جواب دیا "پہلے وہ حد سے تجاوز کر گیا، پھر میں نے بھی زیادتی کی۔"

وقال ضمیرۃ بن ربیعہ، عن الاصبع بن زید: میں نے العوام بن حوشب کو کہتے سنا کہ حسن بصری ایک نبی سے کتنا ملتے ہیں جنہوں نے اپنی قوم میں ساٹھ سال گزارے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف بلاتے رہے۔

وقال عبیداللہ بن عمر القواریری، عن ہشیم، اخبرنا الاشعث بن سوار: میں نے حسن بصری سے ملنے کے لئے بصرہ کا قصد کیا تو میں شعبی کے پاس گیا اور ان

فسألته فقلت يا ابا عمرو اني اريد ان اتي البصرة قال وما تصنع بالبصرة قلت
اريد ان القى الحسن فصفه لي قال نعم انا اصفه لك اذا دخلت البصرة فادخل
مسجد البصرة فارم ببصرك فاذا رأيت في المسجد رجلا ليس في المسجد مثله
او لم تر مثله وهو الحسن قال الشعبي فاتيت مسجد البصرة فما سألت عن
الحسن احدا حتى جلست اليه بنعت الشعبي وقال محمد بن فضيل عن
عاصم الاحول قلت للشعبي لك حاجة قال نعم اذا اتيت البصرة فاقرأ
الحسن مني السلام قلت ما اعرفه قال اذا دخلت البصرة فانظر الى اجمل رجل
تراه في عينك واهيبه في صدرك فاقرأه مني السلام قال فما عدا ان
دخل المسجد فرأى الحسن والناس حوله جلوس فاتاه فسلم عليه وقال موسى
بن اسماعيل عن عاصم بن سيار الرقاشي اخبرتني امه الحكم قالت كان
الحسن يجيء الى حطان بن عبد الله الرقاشي فما رأيت شابا قط كان
احسن وجها منه وقال قريش بن حيان العجلي عن عمرو بن دينار سمعت
قتادة يقول ما جمعت علم الحسن الى علم احد من العلماء الا وجدت له
فضلا عليه غير انه كان اذا اشكل عليه شيء كتب فيه الى سعيد بن
المسيب يسأله وقال ابو عوانة عن قتادة ما جالست فقيها قط الا فضل
الحسن عليه وقال عبد الله بن عمر القواريري عن حاتم بن وردان كنا
عند ايوب فسأله رجل عن حديث من حديث الحسن في كذا او كذا ثم
ضحك فغضب ايوب غضبا ما رأيت غضبا مثله قال مم ضحكت
قال لا شيء يا ابا بكر قال ما ضحكت لخير ثم قال ايوب انه والله ما رأت

بمنال

سے کہا "اے ابو عمرو میرا بصرہ جانے کا ارادہ ہے۔" اس نے پوچھا "تم بصرہ میں کیا کرو گے۔" میں نے جواب دیا "حسن بصری سے ملنا چاہتا ہوں' آپ مجھے ان کی پہچان بتائیے۔" اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہیں ان کے اوصاف بتاتا ہوں۔ بصرہ پہنچ کر مسجد میں جب تو کسی ایسے شخص کو دیکھے جس جیسا مسجد میں کوئی دوسرا نہ ہو اور نہ اس جیسا تو نے پہلے کبھی دیکھا ہو' وہی حسن بصری ہوں گے۔" اشعث کا کہنا ہے کہ میں حسن بصری کی بابت کسی سے پوچھے بغیر' شعبی کی بتائی ہوئی نشانیوں پر' بصرہ کی مسجد میں ان (حسن بصری) کے پاس جا بیٹھا۔

وقال محمد بن فضیل' عن عاصم الاحول: میں نے شعبی سے پوچھا کہ کیا انہیں کوئی کام ہے؟ انہوں نے جواب دیا "ہاں! جب تو بصرہ جائے تو میری طرف سے حسن بصری کو سلام کہنا۔" میں نے عرض کیا "میں انہیں پہچانتا نہیں ہوں۔" انہوں (شعبی) نے کہا "بصرہ کے سب سے خوبرو' بارعب اور باوقار شخص کو ڈھونڈ کر میری طرف سے سلام کہنا۔"

وقال موسیٰ بن اسماعیل' عن عاصم بن سیار الرقاشی: امتہ الحکم نے ہمیں بتایا کہ حسن بصری' خطان بن عبداللہ الرقاشی کے ہاں آیا کرتے تھے۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت جوان کوئی نہیں دیکھا۔

وقال قریش بن حبان العجلی' عن عمرو بن دینار: میں نے قتادہ کو کہتے ہوئے سنا' میں نے جب بھی حسن بصری کے علم کا موازنہ کسی دوسرے عالم کے علم سے کیا' تو انہیں ان سب سے افضل ہی پایا۔ لیکن جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو وہ سعید بن مسیب سے لکھ کے دریافت کرتے۔

وقال ابو عوانہ' عن قتادہ: "میں جس فقیہہ کی مجلس میں بھی گیا' حسن بصری کو اس سے بہتر ہی پایا۔"

وقال عبداللہ بن عمر القواریری' عن حاتم بن وردان: ہم ایوب کے ہاں تھے کہ ایک شخص حسن بصری کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں پوچھ کر ہنسا۔ ایوب اس سے ایسے ناراض ہوئے کہ میں نے انہیں اتنا غضبناک اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور پوچھنے لگے "تو کیوں ہنسا تھا؟" اس نے جواب دیا "اے ابوبکر کوئی خاص بات نہیں۔" پھر انہوں (ایوب) نے اسے باور کرایا "تیرا ہنسنا اچھا نہ تھا' بخدا! تیری ان دو آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہہ ہرگز نہیں

عيناك رجلا قط كان افقه من الحسن وقال عبد الرحمن بن المبارك عن حماد
بن زيد سمعت ايوب يقول كان الرجل يجلس الى الحسن ثلاث حجج ما يسأله
عن مسألة هيبة له وقال غالب القطان عن بكر بن عبد الله المزني من
سره ان ينظر الى اعلم عالم ادركناه في زمانه فلينظر الى الحسن فما ادركنا
الذي هو اعلم منه وقال يحيى بن ايوب المقابري عن معاذ بن معاذ
قلت للاشعث قد لقيت عطاء وعندك مسائل الا سألته قال ما
لقيت احدا بعد الحسن الا صغر في عيني قال قتادة واني ارجو ان
الحسن احد السبعة وقال ايضا حماد بن القطان عن بكر بن عبد الله المزني
سلمة عن قتادة ما احد كان اكمل مروة من الحسن وقال قتادة لا والله
لا يبغض الحسن الا حروري وعن حماد بن سلمة قال قال يونس وحميد
الطويل رأينا الفقهاء فما رأينا احدا اكمل مروة من الحسن وعن حماد بن
سلمة عن علي بن زيد قال سمعت عن سعيد بن المسيب والقاسم بن
محمد وسالم بن عبد الله وعروة بن الزبير ويحيى بن جعدة بن هبيرة بن
وهب المخزومي وام جعدة وام هانی بنت ابي طالب فما رأيت منهم
مثل الحسن وقال حماد بن زيد عن الحجاج بن ارطاة سألت عطاء عن
القراءة على الجنازة فقال ما سمعنا ولا علمنا انه يقرأ عليها فقلت ان
الحسن يقول يقرأ عليها قال عليك بذاك امام ضخم يقتدى به
وكان اذا ذكر عند ابي جعفر محمد بن علي الحسين رضي الله تعالى عنه قال ذا
الذي يشبه كلامه كلام الانبياء وقال اسحق بن سليمان الرازي عن الربيع

دیکھا۔"

وقال عبدالرحمٰن بن المبارک، عن حماد بن زید: میں نے ایوب کو یوں کہتے سنا "ایک شخص حسن بصری کی مجلس میں تین سال تک بیٹھتا رہا مگر ان کے رعب کی وجہ سے ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھ پایا۔"

وقال غالب القطان، عن بکر بن عبداللہ المزنی: "جو شخص اس دور کے سب سے بڑے عالم کو دیکھنا چاہے وہ حسن بصری کو دیکھ لے۔ میں نے جان لیا ہے کہ ان سے بڑا عالم کوئی نہیں۔"

وقال یحییٰ بن ایوب القابری، عن معاذ بن معاذ: میں نے اشعث سے پوچھا کیا آپ نے عطاء سے ملاقات کی اور ان سے اپنے مسائل دریافت کئے؟ انہوں نے جواب دیا "حسن بصری کے بعد میں جس سے بھی ملا وہ مجھے ان سے چھوٹا ہی دکھائی دیا۔"

وقال قتادہ: مجھے امید ہے کہ حسن بصری "السبعہ" میں سے ایک ہیں۔

وقال حماد بن سلمۃ، عن قتادہ: میں نے حسن بصری سے بڑھ کر مروت میں کامل کوئی نہیں دیکھا۔

وقال قتادہ: بخدا خارجی کے علاوہ حسن بصری سے کوئی بغض نہیں رکھتا۔

وعن حماد بن سلمۃ، قال قال یونس وحمید الطویل: ہم نے بہت سے فقہاء دیکھے مگر مروت کے اعتبار سے کسی کو حسن بصری سے زیادہ اکمل نہیں پایا۔

وعن حماد بن سلمۃ، عن علی بن زید: قال میں نے سعید بن مسیب، قاسم بن محمود، سالم بن عبداللہ، عروہ بن زبیر، یحییٰ بن جعدہ بن ابیرہ بن وہب المخدومی، ام جعدہ اور ام ہانی بنت ابیطالب سے احادیث سنیں لیکن حسن بصری کی مثل کسی کو نہیں پایا۔

وقال حماد بن زید، عن الحجاج بن ارطاہ: میں نے عطاء سے میت پر قرآن پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس قرات کے بارے میں نہ میں نے کچھ سنا اور نہ ہی یہ میرے علم میں ہے۔ میں نے بتایا کہ حسن بصری اس پر قرات کے قائل ہیں۔ تو انہوں نے کہا پھر تو ایسا ہی کر۔ کیونکہ وہ ایک بڑے امام ہیں اور ان کی اقتداء کی جاتی ہے۔

جب آپ کا ذکر ابو جعفر محمد بن علی الحسینؒ کے ہاں ہوتا تو آپ فرماتے "وہ ایسا شخص ہے جس کا کلام انبیاء کے کلام سے ملتا جلتا ہے۔"

بن انس اختلفت الى الحسن عشر سنين او ما شاء الله فليس من يوم الا
اسمع منه ما لا اسمع قبل ذلك وقال ابو قلابة الرقاشي عن قريش بن انس
عن حبيب ابن الشهيد قال لي محمد بن سيرين سل الحسن ممن سمع
حديث العقيقة فسألته فقال من سمرة بن جندب قال فقلت
حدثنا قريش بن انس قال حدثنا حبيب بن الشهيد فذكر هذا الحديث فقال
لي لم يسمع الحسن من سمرة قال فقلت على من تطعن على قريش بن انس او على
حبيب بن الشهيد فسكت وقال احمد بن عدي سمعت الحسن بن عثمان
يقول سمعت ابا زرعة يقول كل شيء قال الحسن قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث وقال ابو موسى
محمد بن المثنى حدثنا هشيم بن عبيد المزني الذي يقال له الصيد عن ابيه قال
قال رجل للحسن يا ابا سعيد انك تحدثنا فتقول قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم فلو كنت تسنده الى من حدثك قال فقال الحسن ايها الرجل
ما كذبنا ولا كذبنا ولقد غزونا غزوة الى خراسان ومعنا فيها ثلثمائة من
اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فكان الرجل منهم يصلي بنا ويقرأ
الآيات من السورة ثم يركع وقال محمد بن سعد قالوا وكان الحسن
جامعا عالما فقيها ثقة مأمونا عابدا ناسكا كثير العلم فصيحا جميلا وسيما
انتهى وقال ابن الكثير في البداية والنهاية في تاريخ العالم سئل مرة انس
عن مسألة فقال سلوا مولينا الحسن فانه سمع وسمعنا فحفظ ونسينا
وقال مرة اني لاغبط اهل البصرة بهذين الشيخين الحسن وابن سيرين

وقال قتادة

وقال اسحٰق بن سلیمان الرازی، عن ربیع بن انس۔ کم و بیش دس سال تک میں نے حسن بصری سے میل جول رکھا، لیکن ہر روز ان سے ایسی بات سنتا جو پہلے کبھی نہ سنی ہوتی۔

وقال ابو قلابہ رقاشی، عن قریش بن انس، عن حبیب ابن الشہید: محمد بن سیرین نے مجھ سے کہا کہ حسن بصری سے پوچھو کہ انہوں نے حدیث عقیقہ کس سے سنی۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ سمرہ بن جندب سے۔ وہ کہتے ہیں پھر انہوں نے بتایا "حدثنا قریش بن انس" قال حدثنا حبیب الشہید اور یہ حدیث بیان کر دی۔ "انہوں نے مجھ سے کہا" حسن بصری نے اسے سمرہ سے نہیں سنا" وہ کہتے ہیں اس پر میں نے پوچھا "تو کس پر طعن کر رہا ہے، قریش بن انس پر یا حبیب الشہید پر؟" پھر وہ خاموش ہو گیا۔

وقال ابو احمد بن عدی، سمعت الحسن بن عثمان، یقول سمعت ابا زرعہ یقول: "ہر وہ چیز جس کے بارے میں حسن بصری نے کہا قال رسول اللہ ﷺ ماسوائے چار احادیث کے، میں نے سب کو صحیح اور پایہ ثبوت پایا"

وقال ابو موسیٰ محمد بن المثنیٰ، حدثنا ہشیم بن عبید المزنی جسے الصید بھی کہتے ہیں، عن ابیہ: ایک شخص نے حسن بصری سے پوچھا "ابو سعید! آپ ہمیں حدیث سناتے وقت قال رسول اللہ ﷺ تو کہتے ہیں لیکن وہ اسناد کیوں بیان نہیں کرتے جن سے آپ نے ان کو حاصل کیا ہے؟" اس نے کہا حسن بصری نے وضاحت کی "اے شخص! نہ میں نے جھوٹ بولا اور نہ ہی میری تکذیب کی گئی۔ خراساں کے علاقے میں میں ایک غزوہ میں شریک تھا، جس میں ہمارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے تین سو صحابہ تھے۔ انہی میں سے ایک شخص ہمیں نماز پڑھاتا، ایک سورت سے چند آیات تلاوت کرتا اور رکوع میں چلا جاتا۔"

وقال محمد بن سعد، لوگ حسن بصری کو جامع عالم فقیہہ قابل اعتماد مامون عابد ناسک کثیر العلم فصیح حسین اور جمیل کہتے تھے۔ ...... انتہی

ابن الکثیر نے "البدایۃ النہایۃ" کی تاریخ العالم میں بیان کیا: ایک دفعہ انس ؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا" ہمارے بھائی حسن بصری سے پوچھو۔ کیونکہ اس نے بھی سنا اور ہم نے بھی سنا، مگر اس نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے۔"

اور انہوں نے ایک دفعہ کہا" میں دو بزرگوں یعنی حسن بصری اور ابن

وقال قتادة ما جالست فقيها الا رايت فضل الحسن عليه وقال ايضا ما رات
عيناي افقه من الحسن وقال ايوب كان الرجل يجالس الحسن ثلث حجج ما يسئلهم
عن مسئلة هيبة له وقال الشعبي لرجل يريد قدوم البصرة اذا نظرت الى رجل
اجمل اهل البصرة واهيبهم فهو الحسن فاقرءه مني السلام وقال يونس بن عبيد
كان الرجل اذا نظر الى الحسن انتفع به وان لم يسمع كلامه ولم ير عمله وقال الاعمش
ما زال الحسن يعي الحكمة حتى نطق بها وكان ابو جعفر اذا ذكره يقول ذاك
الذي يشبه كلامه كلام الانبياء وقال محمد بن سعد الحسن قدم المدينة مكة فاجلس
على سرير واجتمع الناس اليه فحدثهم وكان فيهم مجاهد وعطاء وطاؤس و
عمرو بن شعيب فقالوا لم نر مثل هذا قط انتهى واذا ثبت مما ذكر ان الحسن
ثقة مامون مقبول الصحابة والتابعين فنبدء الآن في المقصود معتصما
بكلام الله المعبود سبحانك لا علم لنا الخ وما اوتيتم من العلم الخ بجمعهم و
قلة علم الحسبان من الحديث والنكات الكلمات القدسية لاولياء
الله تعالى من سلسلة القادرية والسهروردية والنقشبندية والچشتية وغير
هم رضوان تعالى عليهم اجمعين الذين قال النبي صلى الله عليه وسلم في
حقهم يغبطهم الانبياء والشهداء وفي عرفنا هم المتحابون في الله تعالى من
قبايل شتى وبلاد شتى يجتمعون على ذكر الله تعالى في سماع الحسن عن علي رضي الله عنه
كرم الله وجهه مملوة في كتبهم ومحفوظة على السنة اتباعهم لا طاقة لنا ان
نجمعها مستعينا بالله ... في اللقاء قال الشيخ الامام ابو بكر محمد
بن العربي روح الله روحه في شرح جامع الترمذي قال ادرك الحسن عليا

سیرین کی وجہ سے اہل بصرہ پر رشک کرتا ہوں۔"

وقال قتادہ "میں جس فقیہہ کے پاس بھی بیٹھا حسن بصری کو اس سے افضل ہی پایا۔ نیز میری ان دو آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔

وقال ایوب ایک شخص تین سال تک حسن بصری کی مجلس میں بیٹھتا رہا لیکن ان کے رعب کی وجہ سے ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھ سکا۔

اور شعبی نے بصرہ جانے والے ایک شخص سے کہا "بصرہ میں جب تو سب سے خوبصورت اور بارعب شخص کو دیکھے تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا' وہی حسن بصری ہوں گے۔"

وقال یونس بن عبید: جو شخص حسن بصری کو دیکھ لیتا مستفید ہوتا' اگرچہ نہ ان کا کوئی کلام سنتا اور نہ ان کا کوئی عمل دیکھتا۔

وقال الاعمش' حسن بصری ہمیشہ دانائی جمع کرتے رہتے حتیٰ کہ اسے بیان کر دیتے۔ اور جب ابو جعفر آپ کا ذکر کرتے تو کہتے وہ ایسا شخص ہے جس کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہے۔

وقال محمد بن سعد' حسن بصری مکہ آئے تو ایک تخت پر بیٹھ گئے۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے تو آپ نے انہیں حدیث سنائی۔ ان میں مجاہد' عطا' طاؤس اور عمرو بن شعیب بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا "ہم نے ان جیسا ہرگز نہیں دیکھا۔" ...... انتہی

مذکورہ بالا حوالہ جات سے جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ فن حدیث کی اصطلاح کے مطابق حسن بصری ثقہ و مامون تھے اور صحابہ و تابعین کے ہاں مقبول تھے تو آیئے اب اپنی کم علمی اور کج فہمی کے باوجود اپنے محبوب حقیقی کے کلام سے مدد چاہتے ہوئے اپنے اصل مقصد کی ابتدا کرتے ہیں۔ **سبحانک لا علم لنا ---- الخ۔ اور وما اوتیتم من العلم ---- الخ۔**

حسن بصری کے حضرت علیؓ سے سماع کی بابت قادریہ سہروردیہ نقشبندیہ اور چشتیہ سلاسل کے اولیاء اللہ کے اقوال قدسیہ سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں جو ان کے پیروکاروں کی زبانوں پر جاری ہیں۔ کوئی شخص ان سب کو اکٹھا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ان کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے اور ہمارے علم کے مطابق یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور مختلف قبیلوں اور علاقوں سے تعلق کے باوجود اللہ کے ذکر پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہم اللہ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

الباب الاول — حضرت علیؓ اور حسن بصری میں ملاقات

شیخ الامام ابوبکر محمد بن العربی نے "شرح جامع ترمذی" میں لکھا حسن

مسنا وقال الحافظ جلال الدين السيوطي ناقلا عن زين الدين العراقي قال
علي بن المديني الحسن راى عليا بالمدينة وهو غلام وقال راى الحسن عليا
بالمدينة ثم خرج وقال الذهبي في التهذيب انه راى عليا وعثمان وطلحة
انتهى اما اللقاء في البصرة فما وجدناه في كتب الحديث لكن الامام الغزالي
قدس الله سره الذي ذكره في شانه الامام الهمام قدوة الانام ابن الاثير
في مقدمة جامع الاصول في بيان احكام اصول الحديث فانه منقول من
فوائد العلماء وكتبهم وتصانيفهم التي استفدناها وعرفناها مثل كتاب
التلخيص لامام الحرمين ابي المعالي الجويني وكتاب المستصفى لحجة
الاسلام ابي حامد الغزالي وكتاب العلل للامام ابي عيسى الترمذي وغير
ذلك انتهى كلام ابن الاثير واستند النواوي في الاذكار وفي مقدمة شرحه
للمسلم وقال الامام اليافعي في مراة الجنان عبرة اليقظان في احوال
الفقيه العلامة صاحب البيان ابي زكريا يحيى بن ابي الخير اليمني ان ابا
الحسن ابن عزار المعروف في لسان العامة بابن حازم المغربي
كان ينكر على الغزالي ويطعن فيه فراى النبي صلى الله عليه وسلم لجلده
قال الشيخ ابو الحسن الى ذلك ولقد مات واثر السياط ظاهر على جلده وقال
في هذا المقام ايضا كان رئيس الفقهاء فنظر في الاحياء فقال هو خلاف
السنة ثم التمس من السلطان ان يامر مناديا ينادي في البلاد باحضار
نسخ الاحياء قال فلما حضرت اجتمع هو والفقهاء فنظروا فيها وكان
ذلك في يوم الخميس فاجمع رايهم على ان يحرقوا يوم الجمعة بعد الصلوة

فلما مات

بصری حضرت علیؓ سے ملے تھے۔

حافظ جلال الدین السیوطی نے زین الدین العراقی سے نقل کیا: قال علی بن المدنی: جب وہ چھوٹے تھے تو حسن بصری نے حضرت علیؓ کو دیکھا تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں دیکھا تھا۔ پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔

"التہذیب" میں الذہبی نے کہا "انہوں (حسن بصری) نے حضرات علیؓ عثمانؓ اور طلحہؓ کو دیکھا تھا۔"

البتہ جہاں تک بصرہ میں ملاقات کا تعلق ہے، ہمیں اس کی کوئی صراحت کتب حدیث سے نہیں ملی۔ لیکن امام غزالی ایسی ہستی ہیں جن کی شان میں امام الہمام قدوۃ الانام ابن الاثیر نے "جامع الاصول" کے مقدمے میں احکام اصول حدیث کے زمرے میں بیان کیا کہ علماء کے ملفوظات، کتب اور دیگر تصانیف میں، جن سے ہم نے فائدہ اٹھایا اور معلومات حاصل کیں، امام الحرمین ابو المعالی الجوینی کی "التلخیص" حجۃ الاسلام ابو حامد الغزالی کی "المستصفیٰ" اور ابو عیسیٰ الترمذی کی "العلل للام" شامل ہیں...... انتہی

نووی نے "الاذکار" اور مقدمہ "شرح مسلم" میں، اور امام یافعی نے "مراۃ الجنان عبرۃ الیقظان" میں فقیہہ علامہ صاحب البیان ابی زکریا یحییٰ بن ابی الخیر یمنی کے احوال میں لکھا کہ ابو الحسن ابن غزار نے، جو عام لوگوں میں ابن حازم مغربی کے نام سے مشہور ہیں اور جو امام غزالی کی عیب جوئی اور ان پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے، (خواب میں) دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ انہیں کوڑے مار رہے ہیں۔ شیخ ابو الحسن شاذلی کا کہنا ہے کہ ابن حازم جب فوت ہوئے تو ان کے جسم پر کوڑوں کے نشان موجود تھے۔ اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ رئیس الفقہاء تھے۔ انہوں (ابن حازم) نے "الاحیاء" کو دیکھ کر اسے خلاف سنت قرار دیا اور پھر سلطان سے التماس کی کہ وہ ایک منادی کو مامور کرے تاکہ تمام شہروں سے "الاحیاء" کے نسخے اکٹھے کئے جائیں۔ جب تمام نسخے جمع ہو گئے تو دیگر فقہاء سے ملکر انہوں نے جمعرات کے روز ان پر غور کے بعد فیصلہ کیا کہ ان سب کو نماز جمعہ کے بعد جلا دیا جائے۔ مگر جب جمعہ کی رات ہوئی تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو

فلما كانت ليلة الجمعة رأيت النبي صلى الله عليه وسلم في بعض الجوامع و
معه ابو بكر وعمر والنور هنالك ساطع وهم جلوس فاذا الامام الغزالي قائم
قال فلما رآني قال يا رسول الله هذا خصيمي ثم جثى على ركبتيه وزحف عليهما من
مكانه الى ان وصل الى الموضع الذي فيه النبي صلى الله عليه وسلم وناوله
نسخة من كتاب الاحياء وقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا يزعم اني
اقول عنك خلاف سنتك فانظر فيه فان كان كما زعم استغفرت الله و
تبت وان كان شيئا استحسنه حصل لي من بركتك فخذ لي حقي من خصمي
قال فنظر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم من اوله الى آخره ثم قال هذا حسن
ثم ناوله الصديق رض فنظر فيه ثم قال نعم والذي بعثك بالحق انه لحسن ثم
ناوله عمر رض فنظر فيه ثم قال كذلك قال الراوي ابو الحسن المذكور فعند ذلك
امر بتجريدي فضربت خمسة اسواط ثم شفع في الصديق وقال يا رسول الله
انما فعل هذا اجتهادا في سنتك وتعظيما لها قال فعند ذلك عفى عني ابو
حامد وبقيت متوجعا لذلك خمسا وعشرين ليلة ثم رأيت النبي صلى الله
وسلم جاء ومسح على وتوبني فشفيت فنظرت في الاحياء ففهمته غير الفهم
الاول انتهى ذكره في احياء العلوم اخرج على رضه القصاص من مسجد البصرة
ولما سمع كلام الحسن البصري لم يخرجه اذ كان يتكلم في علم الآخرة والتذكير بالموت
والتنبيه على عيوب النفس وآفات الاعمال وخواطر الشيطان ووجه الحذر
منها وتذكر بآلاء الله ونعمائه وتقصير العبد في شكره وبعرف حقارة
الدنيا وعيوبها وتصرفها وقلة عهدها وخطر الآخرة واهوالها انتهى كلام الغزالي

ایک مجمع میں دیکھا۔ حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ نور چھایا ہوا تھا۔ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک وہاں امام غزالی بھی آ گئے۔ جونہی انہوں نے مجھے دیکھا تو عرض کی "یا رسول اللہ! یہ میرے ساتھ جھگڑتا ہے" پھر وہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے' اور اپنی جگہ سے چلتے چلتے اس جگہ پر پہنچے جہاں نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ انہوں نے "الاحیاء" کا ایک نسخہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کی "یا رسول اللہ! یہ شخص خیال کرتا ہے کہ میں نے آپ کی سنت کے خلاف نقل کیا ہے۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر معاملہ اس کے گمان کے مطابق ہو تو میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کروں اور اگر اس میں کوئی ایسی چیز ہو جسے آپ پسند فرمائیں تو مجھے اپنی برکات سے سرفراز فرمائیں اور میرے مدمقابل سے مجھے میرا حق دلوائیں۔" اس کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے اسے شروع سے آخر تک ملاحظہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا "یہ خوب ہے۔" پھر آپ نے اسے حضرت صدیقؓ کے حوالے کیا جنہوں نے اسے بغور دیکھا اور فرمایا "آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمانے والے کی قسم' یہ واقعی صحیح ہے۔" آپ نے پھر اسے حضرت عمرؓ کی تحویل میں دیا۔ انہوں نے بھی اسے دیکھا اور ویسے ہی کہا۔ راوی مذکور ابوالحسن (ابن حازم) کا بیان ہے کہ آپ نے اسی وقت مجھے ننگا کرنے کا حکم صادر فرمایا اور مجھے پانچ کوڑے لگائے۔ پھر حضرت صدیقؓ نے میری سفارش کرتے ہوئے عرض کی "یا رسول اللہ! اس نے یہ سب اجتہادی طور پر آپ کی سنت کی عظمت کی خاطر کیا ہے۔" اس (راوی) کا کہنا ہے کہ پھر مجھے ابو حامد نے معاف کر دیا۔ مگر اس کی وجہ سے میں پچیس رات تک بے کل رہا۔ پھر مجھے نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ تشریف لائے' اپنا دست مبارک پھیرا' مجھے کپڑا اوڑھایا اور میں شفایاب ہو گیا میں نے "الاحیاء" کا پھر سے مطالعہ کیا تو مجھے اس کی پہلے سے مختلف سمجھ آئی۔
.....انتہی

احیاء العلوم میں درج ہے کہ حضرت علیؓ نے بصرہ کی مسجد سے تمام قصہ گوؤں کو نکال باہر کیا مگر جب حسن بصری کا کلام سنا تو انہیں رہنے دیا کیونکہ وہ موت کی یاددہانی' نفسانی کوتاہیوں سے آگہی' اعمال کے نقائص' شیطان کے وسوسوں اور ان سے بچاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان اور اس کے شکر میں کوتاہی جیسے اخروی امور پر گفتگو کر رہے تھے۔ نیز دنیا کی تحقیر' اس کی آفات اور ناپائیداری اور آخرت کے خطرات کا بیان کرتے تھے۔
.....انتہی

وقال مسند اهل الحديث والصوفية الشيخ ابو طالب المكي الذي يعتد به
الدميري في شرح باب التوكل واليقين من شرحه سنن ابن ماجة قال قال
ابو طالب المكي كان عيسى بن مريم عليه السلام يقول انظروا الى في قوت
القلوب لما دخل علي كرم الله وجهه البصرة جعل يخرج القصاص من المسجد
ويقول لا يقص في مجلسنا حتى انتهى الى الحسن وهو يتكلم فاستمع اليه ثم تكبر
ولم يخرجه وكان كلامه يشبه بكلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وراى عثمان
رضه وعلي بن ابي طالب رضه ومن بقي من العشرة المبشرة ثم راى من اصحاب
رسول الله صلى الله عليه وسلم من زمن عثمان رضه من سنة نيف و
عشرين من الهجرة الى سنة نيف وتسعين وقيل المائة وقد كان الحسن
احد المذكرين وكان مجلسه مجالس الذكر يخلو فيها مع اخوانه واتباعه من
النساك والعباد في بيته مثل مالك بن دينار وثابت البناني ومحمد بن
واسع وايوب وفرقد وعبد الرحمن الواحد بن زيد فيقول لي هاتوا انشر النور
فيتكلم عليهم الى ... في السماع قال الشيخ المحدث المنصور رحمه
الله الغني الشيخ جمال الدين المزي رحمه الله روحه وفتح لنا فتوحه الذي قال
شانه الذهبي الذي قال في حقه شهاب الدين ابن حجر العسقلاني في
شرح النخبة وهو من اهل الاستقرار التام في نقد الرجال قدس الله سره في
التاريخ يوسف بن الشيخ الصالح زكي الدين عبد الرحمن بن يوسف السنجاني
الامام العلامة الحافظ الناقد المحقق محدث الشام جمال الدين ابو الحجاج
القضاعي الكلبي المزي الدمشقي اللغوي الشافعي بدري الحديث كما نه

السنجي

النفس

قابل اعتماد محدث اور صوفیاء میں معتبر الشیخ ابو طالب المکی نے، جن سے الدمیری نے سنن ابن ماجہ کی شرح کے باب التوکل والیقین میں سند لی "قوت القلوب" میں بیان کیا: "**کان عیسیٰ ابن مریم یقول النظر و--- الخ**" جب حضرت علیؓ بصرہ تشریف لائے تو آپؓ نے قصے سنانے والوں کو مسجد سے یہ کہہ کر نکالنا شروع کیا کہ ہماری مجلسوں میں قصے نہ سنائے جائیں، یہاں تک کہ آپؓ حسن بصری پر پہنچے، جو محو گفتگو تھے، آپؓ نے غور سے سنا اور انہیں نکالے بغیر واپس تشریف لے گئے، کیونکہ آپ کا کلام رسول اللہ ﷺ کے کلام سے ملتا جلتا تھا۔

انہوں (حسن بصری) نے حضرات عثمانؓ، علی بن ابیطالبؓ اور باقی کے (زندہ) عشرہ مبشرہ کو دیکھا تھا۔ نیز آپ نے دور عثمانی یعنی تیسری دہائی ہجری سے صدی کے آخری دہاکے، بلکہ ایک قول کے مطابق پہلی صدی کے خاتمے تک رسول اللہ ﷺ کے اصحابؓ کو دیکھا تھا۔

حسن بصری اصحاب تذکیر میں سے تھے۔ آپ کی مجلسیں محافل ذکر ہوا کرتی تھیں، جن میں آپ مالک بن دینار، ثابت البنانی، محمد بن واسع، ایوب، فرقد اور عبدالواحد بن زید جیسے عبادت گزار احباب اور پیروکاروں کے ساتھ اپنے ہی گھر میں تخلیہ فرماتے۔ آپ ان سے گفت و شنید فرماتے اور کہتے "آؤ میں نور کو عام کرتا ہوں۔"

الباب الثانی حسن بصری کا حضرت علیؓ سے سماع (حدیث):-

الشیخ المحدث المنصور نے کہا کہ شیخ جمال الدین المزیؒ ایسی شخصیت ہیں، جن کی شان میں ذہبی نے التاریخ یوسف بن الشیخ الصالح زکی الدین عبدالرحمٰن بن یوسف میں لکھا کہ ہمارے شیخ الامام العلامہ الحافظ الناقد المحقق محدث الشام جمال الدین ابو الحجاج القضاعی الکلبی المزی الدمشقی اللغوی الشافعی، حدیث کو متن اور اسناد کے اعتبار سے صحیح طور پر جانتے ہیں۔ رجال

ذہبی وہ ہستی ہیں جن کے حق میں شہاب الدین ابن الحجر عسقلانی نے "شرح النخبہ" میں لکھا "آپ نقد رجال میں مکمل دسترس رکھنے والوں میں سے ہیں" قدس اللہ سرہما۔
"فخرالحسن" میں یہ حاشیہ نہیں بلکہ متن ہی کا حصہ ہے۔ (مرتب)

النفس صنادا واسنادا والیہ المنتہی فی معرفۃ الرجال وطبقاتہم ومن نظر فی
کتابہ تہذیب الکمال علم محلہ من الحفظ فما رایت مثلہ ولا رای ہو مثل
نفسہ اعنی فی معناہ وکان مطبوعا علی دین وسلامۃ باطن وتواضع و
فراغۃ من الریاسۃ وقناعۃ وحسن سمت وقلۃ کلام وکثرۃ احتمال وکل احد
محتاج فی تہذیب الکمال الی تہذیب الکمال فی معرفۃ الرجال الذی ہو مہذب بالاجماع
الکمال فی معرفۃ الرجال لعبد الغنی المقدسی رح قال محمد بن موسی الحرشی
حدثنا ثمامۃ بن عبیدۃ قال حدثنا عطیۃ بن محارب عن یونس بن عبید قال
سالت الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وانک لم تدرکہ قال یا ابن اخی لقد سالتنی عن
شیء ما سالنی عنہ احد قبلک ولولا منزلتک منی ما اخبرتک انی فی
زمان کما تری وکان فی عمل الحجاج کل شیء سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فہو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع
ان اذکر علیا اخبرنا بذلک ابو اسحق بن الدرجی عن ابی جعفر الصیدلانی
اذنا قال اخبرنا ابو علی الحداد قال اخبرنا ابو نعیم قال حدثنا ابو القاسم عبد
الرحمن ابن العباس بن عبد الرحمن بن زکریا الاطروش قال حدثنا ابو
حنیفۃ محمد بن حنیفۃ الواسطی حدثنا محمد بن موسی الحرشی انتہی ہذا
نص صریح فی اثبات سماع الحسن من علی المرتضی کرم اللہ وجہہ لان الشیخ
جمال الدین المزی ثقۃ عند الذہبی وشیوخ المزی مامون عند الجمیع
فمن انکر سماع الحسن البصری من علی کرم اللہ وجہہ مع ملاحظۃ ہذہ

اور ان کے طبقات کی معرفت آپ پر ختم ہے۔ جس نے بھی آپ کی کتاب "تہذیب الکمال" کا مطالعہ کیا حفظ میں آپ کے مقام کو جان گیا۔ نہ میں نے اور نہ خود انہوں نے اس معنی میں اپنے جیسا کوئی اور دیکھا۔ آپ دینی استقامت' باطنی سلامتی' انکساری' حکومت سے لاتعلقی' قناعت' خوش اطواری' کم گوئی اور کثرت احتمال اور احتیاط کے پیکر تھے۔ ہر شخص اپنے کمال کی تہذیب کے لئے "تہذیب الکمال فی معرفۃ الرجال" کا محتاج ہے' جو عبدالغنی مقدسیؒ کی کتاب "الکمال فی معرفۃ الرجال" کی تہذیب ہے۔ آپ (المزی) بیان کرتے ہیں: قال محمد بن موسیٰ الجرشی' حدثنا ثمامۃ بن عبیدۃ' قال حدثنا عطیہ بن محارب' عن یونس بن عبید' قال: میں نے حسن بصری سے سوال کیا"اے اباسعید! آپ کہتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ 'لیکن آپ نے انہیں پایا نہیں؟" انہوں نے جواب دیا "میرے بھائی کے جگر گوشے تونے مجھ سے اس بات کے بارے میں پوچھا ہے جو تجھ سے پہلے کسی نے دریافت نہیں کی۔ تم جانتے ہو میں کس کے دور میں ہوں۔ اور وہ حجاج کا زمانہ تھا۔ (لہٰذا) ہر وہ بات جس کے بارے میں تو مجھے کہتے ہوئے سنے قال رسول اللہ ﷺ 'وہ حضرت علی بن ابیطالبؓ سے مروی ہے مگر میں ایسے دور میں ہوں کہ حضرت علیؓ کا ذکر نہیں کر سکتا۔"

اخبرنا بذلک ابواسحق بن الدراجی' عن ابی جعفر الصیدلانی' اذنا قال اخبرنا ابو علی الحداد' قال اخبرنا ابو نعیم' قال حدثنا ابوالقاسم عبدالرحمن ابن العباس' عن عبدالرحمن بن زکریا الاطروش' قال حدثنا ابو حنیفۃ الواسطی' حدثنا محمد بن موسی الجرشی...... انتہی

حسن بصریؒ کے حضرت علی المرتضیٰؓ سے سماع کے ثبوت پر یہ واضح ترین نص ہے۔ کیونکہ شیخ جمال الدین المزی' الذہبی کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اور المزی کے اپنے شیوخ خود ان کے ہاں مامون ہیں۔ لہٰذا اس قول کے بعد جس نے بھی حسن بصریؒ کے حضرت علیؓ سے سماع (حدیث) کا انکار کیا اس نے گویا اس

المقولة فكانه يطعن و يشكك المحدثين الذين يجتمعون في هذه الرواية والصدا قرا
لكل احد من المزي الى الحسن مسلمة ومصدقة عند الكل وهذا القدر كاف في صحة
سماعه وثبوت لقائه قال زبدة العارفين وقدوة المحدثين مشيد قواعد الطريقة
الجامع بين الشريعة والحقيقة هادي الصراط المستقيم الشيخ ابراهيم الكردي بن حسن بن
شهاب الكوراني الشهرزوري المدني رحمه الله تعالى الذي هو شيخ شيخ
صاحب المقامات الجزيلة والكرامة الجليلة الشيخ ولي الله المحدث سلمه
الله تعالى وابقاه في فن الحديث كما يفهم من مكتوبه الذي ارسله الى تلميذه
ميان داود في سند الاجازة قد اجزت اخانا الصالح الفاضل مولوي ميان داود
رواية صحيح البخاري وغيره من الكتاب الستة ومسند الدارمي وكتاب
مشكوة المصابيح بحق قراءتي للبخاري وسماعي الدارمي واجازة الباقي مع
قراءة اوائلها على الشيخ ابي الطاهر محمد بن ابراهيم الكردي المدني بحق اجازته
وقراءته على والده الشيخ ابراهيم الكردي عن الشيخ احمد القشاشي عن الشيخ
احمد الشناوي الخ في رسالته انباه الانباه في اعراب كلمة لا اله الا الله
ومنها ما ذكره الشيخ جلال الدين ابو المحاسن يوسف بن عبد الله بن عمر
العجمي الكوراني في رسالته ريحان القلوب في التواصل الى المحبوب
سال علي رضي الله تعالى عنه النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله
دلني على اقرب الطرق الى الله واسهلها على عباده وافضلها عند
الله تعالى فقال يا علي عليك بمداومة ذكر الله تعالى في الخلوات فقال
علي رضي الله تعالى عنه هكذا فضيلة الذكر وكل الناس ذاكرون فقال رسول الله

صلى الله

روایت میں مذکور تمام محدثین کو اپنے طعن کا نشانہ بنایا اور ان سب کا انکار کیا جن کی صداقت المزی سے لے کر حسن بصری تک سب کے ہاں تسلیم شدہ اور تصدیق شدہ ہے۔ ان دونو کے صحت سماع و ملاقات کے ثبوت کے طور پر اتنا کچھ کافی ہے۔

زبدۃ العارفین، قدوۃ المحدثین، قوائد طریقت کے استوار کرنے والے، حقیقت و شریعت کے جمع کرنے والے، سراط مستقیم کے ہادی شیخ ابراہیم بن حسن بن شہاب الکورانی الشہرزوری المدنی جو کہ بلند مقامات اور عظیم بزرگی کے مالک شیخ ولی اللہ محدث کے شیخ کے بھی شیخ ہیں، جیسا کہ ان کے اپنے شاگرد میاں داؤد کے نام اجازت حدیث کی سند میں لکھی گئی اس تحریر سے ظاہر ہے:

> میں اپنے نیک اور فاضل بھائی مولوی میاں داؤد کو صحیح بخاری و دیگر کتب صحاح ستہ، مسند درامی اور کتاب مشکوۃ المصابیح کی روایت کی اجازت اور سند اس اجازت کی رو سے دیتا ہوں جو مجھے قرات بخاری اور درامی کے سماع اور باقی کتب کے سماع و قرات کے سلسلے میں شیخ ابوالطاہر محمد بن ابراہیم الکردی نے اور انہیں الشیخ احمد القشاشی نے عطا کی۔

احمد الشناوی نے اس سند کو اپنے رسالہ "انباہ الانباہ فی اعراب کلمۃ لاالہ الااللہ" میں ذکر کیا۔ اور ایسے ہی شیخ جلال الدین ابوالمحاسن یوسف بن عبداللہ بن عمر العجمی الکورانی نے اسے اپنے رسالہ "ریحان القلوب فی التواصل الی المحبوب" میں درج کیا۔

حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا "یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے قریب ترین راستے کی طرف میری رہنمائی فرمائیں۔ جو اس کے بندوں کے لئے آسان اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے افضل ہو۔" آپ نے ارشاد فرمایا "اے علی! خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت اختیار کر۔" اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا ذکر کی فضیلت ایسی ہی ہے اور سبھی انسان ذکر کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا۔ اے علی!

صلى الله عليه وسلم يا علي لا تقوم الساعة وعلى وجه الارض من يذكر الله
فقال علي كيف اذكر يا رسول الله قال فاغمض عينيك واسمع مني ثلث
مرات ثم قل انت ثلث مرات وانا اسمع فقال النبي صلى الله عليه وسلم
لا اله الا الله ثلث مرات مغمضا عينيه رافعا صوته وعلي رضي الله
عنه ثم قال علي لا اله الا الله ثلث مرات والنبي صلى الله عليه وسلم
يسمع ثم لقن علي الحسن البصري وذكر جميع السلسلة بهكذا الى ان قال هو
لقن الشيخ عبد القدوس العباسي الشناوي وهو لقن والده الشيخ علي
وهو لقن سيدنا وشيخنا وقدوتنا الى الله تعالى الامام في الشريعة
والحقيقة ذا النظر الاحدي الوارث المحمدي مركز دوائر الملك والملكوت
المحيط بالمقامات باذن الله ذي العزة والجبروت فرد زمانه غوث
اوانه سيدي صفي الدين احمد بن محمد الدجاني المدني الشهير بالقشاشي
نفعنا الله تعالى به في الدارين وهو لقن خلقا لا يحصيهم الا الله منهم
ملتمس بركاته وبركة ثم ابراهيم بن الحسن بن شهاب الكوراني الشهر
زوري ثم الشهراني ثم المدني كان الله له عنه في كل حالة آمين هذا احد
طرق شيخنا نفعنا الله به في الدارين اوردناه على الانفراد تبعا للحديث
تبركا وهذا اخرجه الحافظ ابو الفتوح الطاوسي بتمامه في ريحان القلوب
ثم الراجح ان الحسن البصري سمع من علي بن ابي طالب رضي الله تعالى
عنه فان الحفاظ مختلفون في ذلك فانكره جماعة منهم واثبته جماعة قال
الحافظ السيوطي في اتحاف الفرق وهو اي الاثبات هو الراجح عندي بوجوه

يسمع

جب تک روئے زمین پر اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے قیامت نہیں آئے گی۔"
اس پر حضرت علیؓ نے دریافت کیا "یا رسول اللہ میں ذکر کیسے کیا کروں؟" فرمایا "اپنی دونو آنکھیں بند کر' اور مجھ سے تین بار سن۔ پھر تو تین مرتبہ کہنا اور میں سنوں گا۔" پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنی آنکھیں بند کر کے تین بار بلند آواز سے 'لا الہ الا اللہ کہا اور حضرت علیؓ سنتے رہے۔ پھر حضرت علیؓ نے تین بار لا الہ الا اللہ " کہا اور نبی اکرم ﷺ نے سنا۔

ازاں بعد حضرت علیؓ نے اس کی حسن بصری کو تلقین کی اور تمام اہل سلسلہ نے اسی طرح سے ذکر کیا۔ انہوں نے یہاں تک کہا کہ آپ نے شیخ عبدالقدوس العباسی الشناوی کو اس کی تلقین کی' جنہوں نے اپنے بیٹے شیخ علی کو اس کی تلقین کی' اور انہوں نے اسے تلقین کیا سیدنا و شیخنا و قدوتنا الی اللہ تعالیٰ' الامام فی الشریعت و لطریقت و الحقیقت' خداداد بصیرت کے مالک' الوارث المحمدی' مرکز دوائر الملک و الملکوت' المحیط بالمقامات باذن اللہ ذی العزت و الجبروت' یگانہ روزگار' غوث زمان' سیدی صفی الدین احمد بن محمد الدجانی المدنی' المشہور بالقشاشی کو اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے سبب دونو جہانوں میں نفع بخشے۔ پھر انہوں نے اسے ایک مخلوق کو سکھایا جس کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ انہی میں سے ایک' ان کی اور ان سب کی برکات کا ملتمس' ابراہیم بن حسن بن شہاب الکورانی الشہرزوری ثم الشہرانی ثم المدنی بھی ہیں اللہ تمام مقاصد میں ان کی امداد فرمائے۔ آمین۔

یہ ہمارے شیخ کے طریقوں میں سے ایک طریق ہے۔' اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ذریعے سے دونو جہانوں میں نفع پہنچائے۔ جسے ہم انفرادی طور پر حدیث کے ضمن میں تبرکاً لائے۔ حافظ ابو الفتوح الطاؤسی نے یہ عبارت " ریحان القلوب " سے نقل کی۔

گو حفاظ کا اس میں اختلاف ہے لیکن قول راجح یہی ہے کہ حسن بصری نے حضرت علی بن ابیطالبؓ سے احادیث سنیں۔ ایک جماعت نے اس کا انکار کیا جبکہ دوسری نے اسے ثابت کیا ہے۔ حافظ السیوطی نے " اتحاف الفرق " میں لکھا کہ چند وجوہ کی بنا پر میرے نزدیک راجح اثبات ہی ہے۔

وقد رجحه الضياء المقدسي في المختارة فانه قال قال الحسن بن ابي الحسن البصري
عن علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه وقيل لم يسمع منه ونبه على هذه العبارة
الى الحافظ بن حجر في اطراف المختارة ولكنه بعد رجح سماعه وصححه ثم ساق الوجوه
المرجحة لسماعه فمن شاء فليراجعها في فتاوي السيوطي وفي السمط المجيد
لشيخنا نفعنا الله به فانه ساقها اي اتحاف الفرق بتمامها وزاد عليها
ما يناسب المقام واذا صح السماع واللقاء وقد وصل سنة تلقين الذكر
من طريق الحسن البصري جماعات من الصوفية ومنهم الحافظ الكافي
ابي الفتوح الطاوسي وصله من طريق شيخه زين الدين الخوافي والمثبت
مقدم على النافي فكان وصل سند تلقين الذكر اكبر الشيخ هذا الجيسان فمن
الحديث واهله واما اكابر اهل الطريق فهم على بينة من ربهم في النفي و
الاثبات واذا اثبتوا شيئا وجزموا به فهو موافق للواقع انتهى فان قيل ان
تمسك بالاستصحاب وظاهر الحال فهو في حكم النافي وان كان مستفادا من
اثبت زيادة في العلم كان مثبتا وان كان نافيا كما ثبت في الاصول فمن
اثبت الاتصال بالمعاصرة فهو في حكم النافي ومن نفى الاتصال بوجود
المعاصرة فيكون معه زيادة علم وفي حكم المثبت قلت ان كان النافي
ينفي الاتصال بوجود المعاصرة والاجتماع في المدينة الشريفة شهرا العبد شهر
بل في المسجد الشريف وجواب الحسن في سوال تلميذه يونس بن عبيد
بانك لم تدرك زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم الى ورجوع الشيخ ابن الجوزي قوله السابق بعدم السماع

ضیاء المقدسی نے "المختارہ" میں اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ قال الحسن بن ابی الحسن البصری کے الفاظ سے جو بھی حدیث روایت کی گئی پہلے تو اس کے بارے میں یہ نقطہ اٹھایا کہ ان کا سماع ہی ثابت نہیں۔ لیکن پھر "المختارہ" کی اس عبارت کے حاشیہ پر حافظ ابن الحجر نے اس پر گرفت کی۔ اور بالآخر سماع کو نہ صرف ترجیح دی اور صحیح قرار دیا' بلکہ سماع کی ترجیحی وجوہات بھی بیان کیں۔ لہٰذا جسے مزید تفصیل درکار ہو وہ "فتاوی السیوطی" اور ہمارے شیخ اللہ ان سے ہمیں فائدہ پہنچائے کی "السمط المجید" میں ان وجوہ کا مطالعہ کرلے جہاں "اتحاف الفرق" کا نہ صرف حوالہ دیا گیا ہے بلکہ مناسب مقامات پر اضافے بھی کئے گئے ہیں۔

لہٰذا جب سماع و ملاقات صحیح ثابت ہو چکے اور حسن بصری کے واسطے سے تلقین ذکر کی اسناد صوفیاء کی ایک جماعت تک پہنچ چکیں' جن میں حافظ ابوالفتوح طاؤسی جیسے حفاظ بھی شامل ہیں' جنہیں یہ سند ان کے شیخ زین الدین الخوافی کی معرفت پہنچی۔ مثبت چونکہ نفی پر مقدم ہوا کرتا ہے لہٰذا تلقین ذکر کی اسناد اس سلسلے میں بہت بڑا اور صحیح تر ثبوت ہیں' جو فن حدیث اور محدثین کی زبان کے بھی عین موافق ہے۔ رہے اکابر اہل طریقت تو وہ نفی اور اثبات کے بارے میں اپنے رب کی دلیل کے قائل ہوتے ہیں' اور جب وہ کسی چیز کو ثابت جان کے اس پر کاربند ہو گئے تو وہ واقع کے عین مطابق ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔انتہی

اگر کہا جائے کہ جس نے صحبت اور ظاہری کیفیت کو دلیل جانا وہ مثبت ہونے کے باوجود نافی کے حکم میں ہے۔ مگر جس نے علم میں زیادتی کو ثابت کیا وہ نافی ہوتے ہوئے بھی مثبت ہی مانا جائے گا۔ جیسا کہ اصول فقہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا جس نے بوجہ معاصرت اتصال کو ثابت کیا وہ حکم نافی میں ہے۔ مگر جس نے معاصرت کے باوجود اتصال کی نفی کی جبکہ اس کے ساتھ علم بھی زیادہ ہو تو وہ حکم مثبت میں ہو گا۔

میں کہتا ہوں اگر:۔

(۱) مدینہ شریف بلکہ مسجد نبوی میں مہینوں تک محیط اجتماعات میں معاصرت'

(۲) حسن بصری کا اپنے شاگرد یونس بن عبید کے اس سوال کا جواب کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ تو پایا نہیں پھر بھی آپ کہتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ۔۔۔الخ'

(۳) شیخ ابن الحجر کا عدم سماع کے اپنے سابقہ قول سے رجوع اور سماع کی تصحیح و ترجیح۔

لذا رجح السماع وتصحيحه وقول ابي زرعة ببيعة الحسن بعلي بن ابي طالب وهو في سن اربعة عشر وثبوت قول علي بن المديني برؤية الحسن عليا بالمدينة الشريفة زاده الله شرفا وتعظيما بالدليل فاظهاره لازم وان نفي الاتصال بوجود المعاصرة باحتمال العدم وادعى زيادة العلم بعدم اصابته قول يونس بن عبيد والضياء المقدسي ورجح علي بن الحجر عن قول القديم وغيرهم من المحدثين رحمهم الله تعالى في السماع فالمثبت اولى كما يفهم من عبارة التوضيح ان احتمل النفي ان يعرف بدليل وان يعرف بناء على العدم الاصلي ينظر في ذلك فان تبين بالدليل يكون كالاثبات وان تبين انه بناء على العدم الاصلي فالاثبات اولى قال النواوي في شرح خطبة صحيح مسلم ولا يقال الجرح مقدم على التعديل لان ذلك فيما اذا كان الجرح ثابتا مفسر السبب الا فلا يقبل جرحه اذا لم يكن كذا وقال الكرماني في غفرة الباري في شرحه للبخاري في باب قول الله عز وجل واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى عند تطبيق الحديثين الذين دل احدهما على الصلوة في الكعبة والآخر على النفي عن الصلوة فيها واجمع اهل الحديث على الاخذ به واثبته بلال لانه مثبت معه زيادة علم فوجب ترجيحه واما نفي من نفى كاسامة فسببه انهم لما دخلوا الكعبة اغلقوا الباب واشتغلوا بالدعاء فرأى اسامة النبي صلى الله عليه وسلم يدعو فاشتغل هو ايضا بالدعاء في ناحية من نواحي البيت والرسول صلى الله عليه وسلم في ناحية اخرى وبلال قريب منه ثم صلى النبي صلى الله عليه وسلم فرآه بلال لقربه ولم يره اسامة لبعده مع خفة الصلوة واغلاق البيت

(۴) حسن بصری کی حضرت علی بن ابیطالبؓ سے چودہ سال کی عمر میں بیعت کے متعلق ابی زرعہ کا قول'
(۵) اور حسن بصری کا حضرت علیؓ کو مدینہ شریف میں دیکھنے کے بارے میں علی بن المدنی کے قول کے باوجود نافی اس اتصال کی نفی کرتا ہے تو اسے اپنے دلائل کا پیش کرنا لازم آتا ہے۔

ہاں اگر معاصرت کے باوجود عدم اتصال کے احتمال یا زیادتی علم کے دعوے کی بنا پر وہ اتصال کی نفی کرتا ہے' تو سماع کی بابت یونس بن عبید' ضیاء المقدسی ابن الحجر کا اپنے پہلے قول سے رجوع اور دیگر محدثین کے اقوال اس تک نہیں پہنچے۔ لہٰذا مثبت ہی اولیٰ ہے۔ "توضیح" کی عبارت کا بھی یہی مفہوم نکلتا ہے کہ عدم اصلی کے امکان کی صورت میں نفی کا احتمال بھی دلیل سے واضح ہونا چاہئے۔ اگر تو دلیل سے اتصال واضح ہو تو وہ مثل اثبات ہی ہوگا' اور اگر عدم اصلی کی بنیاد ثابت ہو جائے تب اثبات مقدم ہوگا۔

امام نوویؒ نے "شرح مسلم" کے خطبہ میں کہا کہ یہ کہنا درست نہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ کیونکہ ایسا صرف اس صورت میں ہوگا جب جرح بوجوہ ثابت اور مفسر ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو جرح بھی نامقبول۔

"شرح بخاری" کے باب قول اللہ عزوجل "**واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**" میں الکرمانی نے ان دو حدیثوں کے تطبیق کے موقع پر کہا جن میں سے ایک کعبہ کے اندر نماز پڑھنے پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث اس کے اندر نماز کی نفی کرتی ہے۔ یہاں جملہ محدثین نے بلالؓ کی روایت کو قبول کرنے پر اتفاق کیا ہے کیونکہ وہ مثبت ہے اور اس میں علم کی زیادتی بھی ہے۔ لہٰذا اس کو ترجیح دینا واجب ہے۔ البتہ اسامہ کی طرح جس نے اس کی نفی کی' اس کی وجہ یہ ہے کہ جونہی وہ کعبہ کے اندر گئے' دروازہ بند کر لیا اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ جب اسامہ نے نبی اکرم ﷺ کو دعا مانگتے دیکھا تو وہ بھی بیت اللہ کے ایک کونے میں انہی کی طرح دعا میں مصروف ہو گئے جبکہ رسول اللہ ﷺ دوسرے کونے میں تھے۔ رہے بلالؓ تو وہ آپؐ سے قریب تھے اس لئے جب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تو بلالؓ نے قریب ہونے کے سبب آپ کو دیکھ لیا۔ جبکہ دوری نماز کے اختصار بند دروازہ اور دعا میں انہماک کے باعث اسامہ نے

واشتغاله بالدعا بوجازله النفث عملا بظنه انتهى فعلم من قول المحدث الصادق
رحمه الله تعالى ولكنه بعد رسخ سماعه ان من انكر السماع واسند الى خاتم
المحدثين شهاب ابن الحجر العسقلاني قدس الله سره العزيز ما النفث الى آ ستغول ستعمات
كلام اجل الله رتبته فى العليين وقنع على القول الاول كما يستفاد من لفظ
ولكنه بعد الى والشيخ ابراهيم الكردى روح الله روحه ثقة مامون مستند برى من
ان يقول الكلام بغير تحقيق وعلم من قوله وهذا الحسب بيان فن الحديث والعلم
ان ماذكره من اللقاء والسماع وتلقين الذكر رافعا بصوته واطلاق لفظ الحديث
عليه وتاكيده من قول الحافظ واخرجه الحافظ ابو الفتوح الطاؤسى بحسب
بيان فن الحديث ان ما قيل ان الصوفية يقولون بتلقين الحسن عن على
وعند التفتيش لا اصل له لا اصل له عند الشيخ المحدث المتقن الضابط و
شيوخ الذين اسند الحديث بهم الشيخ ابراهيم الكردى روح الله روحه
الساـ ... سـ ... اسـت فى الاحاديث واتصالها قال الامام احمد بن حنبل رض فى
مسنده حدثنا عبد الله قال حدثنى ابى قال ثنا هشيم قال انا يونس عن
الحسن عن على قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول رفع القلم عن
ثلثة عن الصغير حتى يبلغ وعن النايم حتى يستيقظ وعن المصاب حتى
يكشف عنه فهذا الحديث متصل لانه قال ابن الاثير فى اصول جامع الا نصول
قال احمد بن حنبل رض اذا روينا عن النبى صلى الله عليه وسلم فى الحلال
والحرام والسنن والاحكام تشددنا فى الاسانيد واذا روينا عنه فى فضائل
الاعمال ومالا يضع حكما ولا يرفعه تساهلنا فى الاسانيد انتهى ز التشدد فى

الاسناد

آپ کو نہ دیکھا اور یوں اپنے گمان پر عمل کرتے ہوئے ان کی نفی جائز (قابل فہم) ہے۔
پس محدث صادقؒ کے قول اور بعد ازاں سماع کی ترجیح سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اس سماع کا انکار کرے اور پھر اسے خاتم المحدثین شہاب الدین ابن الحجر عسقلانی کی طرف منسوب بھی کرے (اللہ تعالیٰ علیین میں آپ کے درجات مزید بلند فرمائے) تو اس نے آپ کا سارا کلام نہیں دیکھا بلکہ صرف آپ کے پہلے قول ہی پر قناعت کرلی۔ یہی بات ان (السیوطی) کے الفاظ "ولکنہ بعد۔۔۔الخ۔" سے بھی ظاہر ہے۔
شیخ ابراہیم الکردی جیسی ثقہ مامون اور معتبر شخصیت کا جو بلا تحقیق و علم کچھ کہنے سے مبرا ہیں، اس ملاقات سماع ذکر جہری کی تلقین اور اس پر لفظ حدیث کے اطلاق کی بابت قول کہ یہ اصطلاحات اور زبان حدیث کے عین مطابق ہیں۔ نیز قول حافظ سے اس کی تائید سے جسے حافظ ابو الفتوح الطاؤسی نے بھی فن حدیث کی زبان کے مطابق بیان کیا، معلوم ہوتا ہے کہ شیخ المحدث (ولی اللہ) اور ان کے شیوخ جن سے انہوں نے اسناد حدیث حاصل کیں، یعنی الشیخ ابراہیم الکردی کے ہاں بھی منکرین سماع کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں جس میں کہا گیا ہے کہ صوفیاء تو حسن بصری کی حضرت علیؓ سے تلقین کے قائل ہیں لیکن عند التحقیق اس کی کوئی اصل نہیں۔

الباب الثالث — احادیث اور ان کا اتصال۔

امام احمد بن حنبل نے "اپنی مسند" میں بیان کیا حدثنا عبد اللہ، قال حدثنی ابی، قال ثنا ہشیم، قال انا یونس، عن الحسن، عن علیؓ قال: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا "تین اشخاص مرفوع القلم ہیں۔ بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، خوابیدہ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنوں یہاں تک کہ اس کا جنون ختم ہو جائے" یہ حدیث متصل ہے کیونکہ ابن الاثیر نے "اصول جامع الاصول" میں لکھا کہ احمد بن حنبل کا قول ہے "جب نبی اکرم ﷺ سے حلال حرام سنن اور احکام روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سختی (احتیاط) سے کام لیتے ہیں اور جب ہم آپؐ سے اعمال کے فضائل سے متعلق ایسی روایات نقل کرتے ہیں جن سے کوئی حکم ساقط یا ثابت نہیں ہوتا تو ہم اس کی اسناد میں تساہل (نرمی) اختیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔انتہی

الاسناد ليس عبارة الا ان يكون رجال الاسناد ثقات مامونين معلوم
احوالهم ولا شك في ان هذا الحديث من الاحكام العالية ولما نقل قدوة
محدثين في عصره الشيخ ابراهيم الكردي عن شيخه صفي الدين المشهور بالقشاشي
عن ابن الجزري وغيره من ثقات المحدثين والحفاظ كما سبق ذكره آنفا ولان يونس
بن عبيد الذي هو تلميذ الحسن صرح بسماع الحسن من علي المرتضى كرم الله وجهه في
الجواب الحسن عن سؤاله بانك قلت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولم تدرك زمانه صلى الله عليه وسلم كما مر سابقا من المزي قال الامام احمد
بن حنبل رضي الله عنه في مسند علي حدثنا عبد الله قال حدثني ابي قال حدثني بهز
وحدثنا عفان قالا حدثنا همام عن قتادة عن الحسن عن علي ان النبي صلى الله
عليه وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى يستيقظ وعن المعتوه او
قال المجنون حتى يعقل وعن الصغير حتى يشب انتهى وهذا الحديث متصل
عند الامام احمد بن حنبل لانه معنعن وكل معنعن متصل عنده لانه قال
الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله تعالى في تدريب الراوي في شرح
تقريب النواوي قال وما حكاه ابن الصلاح قيل عن احمد بن حنبل
من ان عن وان ليستا سواء فمنزلا ايضا على هذه القاعدة فان الخطيب
رواه في الكفاية بسنده الى ابي داود قال سمعت احمد قيل له ان رجلا
قال عن عروة ان عائشة قالت يا رسول الله وعن عروة عن عائشة
سواء قال كيف هذا سواء ليس هذا سواء فانه فرق احمد بين اللفظين
لان عروة في اللفظ الاول لم يسنده ذلك الى عائشة ولا ادرك القصة

اسناد میں سختی کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسناد کے رجال معتبرو مامون ہوں اور ان کے احوال معلوم ہوں۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ حدیث احکام عالیہ میں سے ہے۔

جیسا کہ قدوۃ' المحدثین شیخ ابراہیم الکردی نے اپنے شیخ صفی الدین المعروف القشاشی اور ابن الجرد غیرہما جیسے معتبر محدثین اور حفاظ سے نقل کیا ہے' اور حسن بصری کے شاگرد یونس بن عبید نے آپ کے حضرت علی المرتضیٰؓ سے سماع کی تصریح خود حسن بصری ہی کے اس جواب سے کر دی جو انہوں نے ان (یونس) کے سوال "آپ کہتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ جبکہ آپ نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔۔۔الخ۔" کے جواب میں دیا۔ اور جیسا کہ المزی کی روایت میں گزرا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے مسند حضرت علیؓ میں بیان کیا: حدثنا عبد اللہ' قال حدثنی ابی' قال حدثنی بہز' حدثنا عفان' قال حدثنا ہمام' عن قتادہ' عن الحسن' عن علیؓ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہو جائے' بے ہوش یہاں تک کہ ہوش میں آ جائے اور بچہ یہاں تک کہ جوان ہو جائے"۔۔۔۔۔انتہی

چونکہ یہ حدیث معنعن ہے اور امام احمد بن حنبل کے ہاں ہر معنعن متصل ہوتی ہے لہٰذا آپ کے نزدیک یہ متصل ہے۔ کیونکہ حافظ جلال الدین السیوطی نے "تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی" میں کہا اور ابن الصلاح کے بیان کے مطابق احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ معنوی لحاظ سے الفاظ "عن" اور "ان" برابر نہیں۔ اسی بنا پر الخطیب نے بھی "الکفایہ" میں ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ میں نے احمد سے سنا کہ ان سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے کہا "عن عروۃ ان عائشہ قالت یا رسول اللہ" اور عن عروۃ عن عائشہ۔۔۔" کیا یہ دونوں ایک جیسے ہیں؟ تو انہوں (احمد) نے جواب دیا "یہ کس طرح ایک جیسے ہو سکتے ہیں' یہ ہرگز برابر نہیں۔" آپ (احمد نے ان دونو لفظوں میں اس لئے فرق کیا کیونکہ اول الذکر حالت میں عروہ نے اس کی سند عائشہ تک نہیں پہنچائی اور نہ ہی خود اس واقعہ کو پایا اس لئے ایسی حدیث مرسل ہے۔ البتہ دوسری عبارت

فكانت مرسلة واما اللفظ الثاني فاسند ذلك بالعنعنة فكانت متصلة

انتهى وقال النووي في التقريب قال احمد بن حنبل رض وجماعة لا يلحق ان

وشبهها بالعن بل يكون منقطعا حتى تبين له السماع وقال النووي في

شرح صحيح مسلم في باب صحة الاحتجاج بالحديث المعنعن فالجمهور على

ان لفظ ان كعن فيحمل على الاتصال وان كانت عن للاتصال وقال الامام احمد

بن حنبل ويعقوب بن شيبة وابو بكر البرديجي لا يحمل ان على الاتصال

وان كانت عن للاتصال والصحيح الاول وقال النووي ايضا ذهب بعض

اهل العلم الى انه لا يحتج بالمعنعن مطلقا لاحتمال الانقطاع وهذا المذهب

مردود بالاجماع وقال ايضا في مقدمة شرحه لمسلم ان مسلما رح كان مذهبه

بل نقل الاجماع عنه اول صحيحه ان الاسناد المعنعن له حكم الموصول بسمعته بمجرد

كون المعنعن والمعنعن عنه في عصر واحد وان لم يثبت اجتماعهما فان

قيل علم من قول قتادة والله ما حدثنا الحسن عن بدري مشافهة وما حدثنا

سعيد بن المسيب عن بدري مشافهة الا عن سعد بن مالك ان الحسن وسعيد

بن المسيب لم يلقيا ولم يسمعا من علي بن ابي طالب كرم الله وجهه لان

عليا رضي الله عنه بدري وما حدث الحسن عن بدري ولا سعيد بن المسيب

عن واحد من البدريين لقتادة غير سعد بن مالك فالحديث الذي روى

الحسن البصري وسعيد بن المسيب عن علي كرم الله وجهه او عن بدري

آخر مرسل لا متصل اجيب بوجوه الاول انه لا يفهم من عدم تحديث

الحسن عن البدري لقتادة عدم رواية الحسن البصري عن بدري اصلا

میں اسناد عن کے ساتھ ہیں۔اس لئے یہ متصل ہے......انتہی
اگرچہ نووی نے "التقریب" میں لکھا کہ احمد بن حنبل سمیت ایک جماعت "ان" اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کو "عن" کے برابر تسلیم نہیں کرتے۔بلکہ جب تک سماع ثابت نہ ہو جائے ایسی حدیث منقطع ہی شمار ہو گی۔مگر "شرح صحیح مسلم" کے باب "صحۃ الاحتجاج بالحدیث المعنعن" میں نووی ہی نے کہا کہ جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ "ان" بھی "عن" کی مانند ہے اور اسے اتصال ہی پر محمول کیا جائے گا' اگرچہ در حقیقت اتصال کے لئے "عن" استعمال ہوتا ہے۔امام احمد بن حنبل 'یعقوب بن شیبہ 'ابو بکر البرزنجی کا کہنا ہے کہ "ان" کو اتصال پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ اتصال کے لئے "عن" ہے۔مگر صحیح پہلا قول ہی ہے۔کیونکہ نووی کا یہ بھی کہنا ہے کہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ انقطاع کے امکان کے پیش نظر حدیث معنعن کو دلیل مطلق نہ سمجھا جائے۔لیکن ان (علماء) کی یہ بات بالاتفاق مردود ہے۔نیز آپ (نووی) ہی نے "شرح مسلم" کے مقدمہ میں لکھا کہ امام مسلم کا مذہب ہے 'بلکہ انہوں نے صحیح کی ابتداء میں اجماع بھی نقل کیا ہے کہ جب معنعن اور معنعن عنہ ایک ہی زمانہ میں ہوں 'اور چاہے ان کے درمیان ملاقات نہ بھی ثابت ہو 'تو ایسی معنعن اسناد محض سماع کی بدولت ہی موصول کے حکم میں ہیں۔

اب اگر کہا جائے کہ قتادہ کے قول "بخدا نہ حسن بصری نے ہمیں کسی بدری سے بالمشافہ حدیث بیان کی اور نہ سعید بن مسیب نے مگر سعد بن مالک کی وساطت سے" سے ایسے لگتا ہے جیسے حسن بصری اور سعید بن مسیب نہ کبھی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ملے اور نہ ہی ان سے حدیث سنی۔(چونکہ) حضرت علیؓ بلاشبہ بدری ہیں اور قتادہ کے کہنے کے مطابق حسن بصری اور سعید بن مسیب نے سعد بن مالک کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے حدیث روایت ہی نہیں کی۔اس لئے (یہ ماننا پڑے گا) کہ جو احادیث حسن بصری اور سعید بن مسیب نے حضرت علیؓ یا کسی اور بدری صحابی سے روایت کیں وہ سب کی سب مرسل ہیں' متصل نہیں۔اس کا جواب ہے

اولاً حسن بصری کا کسی بدری سے روایت نہ کرنے سے قتادہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حسن بصری نے نہ تو کسی بدری سے روایت کی اور نہ ہی کبھی ملے۔

ومنها ما يلزم من هذا او قال قتادة قال الحسن ما حدثنا
... ما حدثنا الحسن او قال قتادة كل حديث اخذ الحسن من
الاصحاب والتابعين متصلا كان او مرسلا سواء اخذ الحديث الواحد من
صحابي واحد او اخذ الحديث الواحد من اصحاب كثيرة يعني ابي هريرة وسمرة
بن جندب واسامة بن زيد ومعقل بن يسار وغير واحد حدثني تمام
بجميع رواية وان تنزلنا وسلمنا ما اوردتم من قول قتادة قياسا وهو عدم
رواية الحسن وسعيد بن المسيب عن بدري لقتادة لانه لقتادة صحبة لا ريب
فيه وان كان الرواية للحسن عن علي وبدري آخر ولسعيد ابن المسيب سوا
سعد بن مالك عن بدري فيقولان لقتادة فما قالا فعلم بالقياس انهما ما
رايا او ما لقيا بدريا فيكون رواية الحسن عن علي مرسلا لا متصلا فيقال لا يلزم
من عدم رواية الحسن عن علي لقتادة ان لا يكون للحسن رواية متصلة اصلا
عن علي ابن ابي طالب كرم الله وجهه لان يونس بن عبيد الذي قال ابو
زرعة في شانه يونس بن عبيد احب الي من قتادة لان يونس من اصحاب
الحسن وقتادة ليس من اقران يونس روى الحديث عن الحسن عن علي رضي الله عنه
وقال سالت الحسن انك قلت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وما
ادركت زمان الرسول فاجاب الحسن لئن احدث الحديث عن علي وما
تركت اسم علي لا اسناد الا لما يخاف زمان الحجاج وقال مولانا علي القاري رحمه الله
الباري في شرح الشرح للنخبة في بيان المرسل قال جمهور العلماء ان المرسل حجة
مطلقا بناء على الظاهر وحسن الظن به انه ما روى حديثه الا عن الصحابي

[illegible]

ہاں یہ بات تب لازم آتی اگر:-
(۱) قتادہ یوں کہتے کہ مجھ سے کسی بدری نے حدیث ہی بیان نہیں کی' جبکہ انہوں نے ایسا نہیں کہا۔ برعکس اس کے انہوں نے تو صرف اتنا کہا کہ حسن بصری نے مجھ سے حدیث بیان نہیں کی۔
(۲) یا قتادہ یہ کہتے کہ وہ تمام احادیث جو حسن بصری نے صحابہ اور تابعین سے متصلا یا مرسلا بیان کی ہیں چاہے ایک حدیث ایک ہی صحابی سے لی ہو یا ایک حدیث کئی صحابہ مثلاً ابو ہریرہ' سمرۃ بن جندب' اسامہ بن زید' معقل بن یسار وغیرہ سے فردا فردا لی ہو یا کئی ایک نے اسے مجھ سے اکٹھے مل کر روایت کیا ہو۔

اگر قتادہ کے قول سے قیاس کرتے ہوئے یہ مطلب تسلیم کر ہی لیں کہ حسن بصری اور سعید بن مسیب نے کسی بھی بدری سے کوئی حدیث روایت نہیں کی' حالانکہ قتادہ سے ان (حسن بصری) کی صحبت میں تو کوئی شبہ نہیں۔ یا یہ کہیں کہ اگر حسن بصری نے حضرت علیؓ یا کسی اور بدری سے اور سعید بن مسیب نے سعد بن مالک کے علاوہ کسی دوسرے بدری سے احادیث روایت کی ہوتیں تو وہ اسے قتادہ سے بھی ضرور بیان کرتے' جو کہ انہوں نے نہیں کیا' تو قیاس ہی سے معلوم ہوا کہ ان دونوں نے نہ تو کسی بدری صحابی کو دیکھا اور نہ ہی ان سے ملاقات کی۔ اس لئے حسن بصری کی حضرت علیؓ سے روایات مرسل ہوں گی نہ کہ متصل۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا:-

۱- حسن بصری کے حضرت علیؓ سے قتادہ کو روایت نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حسن بصری کی حضرت علی بن ابیطالبؓ سے کوئی متصل روایت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ یونس بن عبید' جن کی شان میں ابو زرعہ نے کہا کہ وہ (یونس) مجھے قتادہ سے بھی زیادہ محبوب ہیں' حسن بصری کے اصحاب میں سے ہیں۔ نیز قتادہ یونس کے ہم پلہ بھی نہیں کیونکہ انہوں نے حسن بصری سے مرفوع احادیث بھی روایت کی ہیں اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ جب میں نے حسن بصری سے پوچھا "آپ عن رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں حالانکہ آپ نے زمانہ رسول ﷺ تو دیکھا ہی نہیں" تو انہوں نے مجھے بتایا "میں حدیث روایت تو حضرت علیؓ ہی سے کرتا ہوں مگر میں اسناد میں ان کا نام چھوڑ جاتا ہوں۔ تو حجاج کا زمانہ نہیں دیکھ رہا"؟

مولانا علی قاری نے "شرح نخبۃ" کی شرح میں مرسل کے ضمن میں لکھا کہ اگر حدیث کسی صحابی سے لی گئی ہو مگر اس کا نام کسی خاص وجہ سے حذف کر دیا ہو تو اس کی ظاہری صورت اور حسن ظن کی بنا پر جمہور علماء ایسے مرسل کو مطلقا حجت مانتے ہیں۔ کیونکہ

وانما حذفه لسبب من الاسباب كما اذا كان يروى ذلك الحديث عن جماعة
من الصحابة كما ذكر عن الحسن البصري انه قال انما اطلقه اذا سمعته من السبعين
من الصحابة وكان قد يحذف اسم علي ايضا بالخصوص لخوف الفتنة وقال رئيس
المحدثين والحفاظ محمد بن اسمعيل البخاري في تاريخه الصغير حدثنا محمد قال
حدثني عمر بن علي قال سمعت عبد الصمد بن عبد الوهاب قال سمعت خالدا
العبد ضعيف يقول قال الحسن صليت خلف ثمانية وعشرين بدريا كلهم
ولا يخفى بانه ضعيف لا يطرح لانه قال النووي في التقريب اذا قالوا ضعيف
الحديث فدون ليس بقوي ولا يطرح بل يعتبر به ولهذا ما قال البخاري منكر
الحديث كما قال في حق البعض وقال شيخ شيوخ المحدثين والصوفية الشيخ شهاب
الدين السهروردي رحمه الله في باب السادس من العوارف قال الحسن البصري
لقد ادركت سبعين بدريا كان لباسهم الصوف والنفي على تقدير روايته
قتادة عن الحسن عن علي واتصال الحديث الذي عنعن الحسن يعلى انه لا يلزم
من قول قتادة الا نفي حدثنا الذي هو اخص من سمعت كما يفهم من كلام الكرماني في
في شرح باب قول المحدث من صحيح البخاري اما سمعت فهو لما سمع من لفظ
الشيخ سواء كان الحديث معه او مع غيره فهو احط مرتبة من حدثنا وقال
الشيخ الحافظ ابن الصلاح حدثنا واخبرنا ارفع من سمعت من جهة وليس في
سمعت دلالة على ان الشيخ رواه اياه وخاطبه به بخلافهما فان فيهما دلالة
على ذلك انتهى والمشهور عند الجمهور ان سلب الاخص لا يفيد سلب
الاعم فكيف يستلزم سلبه سلب اثم الاعم وهو اللقاء على انه ان لم يبين هذا

البرز

یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کرتا ہو۔ اس کی وجہ خود حسن بصری کا یہ قول ہے کہ جب میں نے ستر صحابہ سے سنا تو اسے مطلق کردیا۔ اور فتنہ کے ڈر سے آپ حضرت علیؓ کا نام بالخصوص حذف کردیتے تھے۔

رئیس المحدثین والحفاظ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی "تاریخ صغیر" میں بیان کیا: حدثنا محمد' قال حدثنی عمر بن علی' قال سمعت عبد الصمد بن عبد الوہاب' قال سمعت خالد العبد ضعیف' یقول قال الحسن: "میں نے اٹھائیس صحابہ کے پیچھے نماز پڑھی جو سب کے سب بدری تھے۔"

ضعیف حدیث کو نظر انداز کرنا بھی تو مناسب نہیں' کیونکہ نووی نے "التقریب" میں کہا "جب لوگ کہیں کہ کوئی حدیث ضعیف ہے تو اسے "لیس بقوی" لکھا جائے اور اسے رد نہ کیا جائے بلکہ اس کا اعتبار کیا جائے۔ اسی لئے بخاری نے انہیں دوسروں کی طرح منکر الحدیث نہیں کہا۔

محدثین و صوفیاء کے شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے "العوارف" کے چھٹے باب میں بیان کیا کہ حسن بصری نے کہا "بلاشبہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا' جن کا لباس صوف کا تھا۔"

۲۔ "صحیح بخاری" کے باب "قول المحدث" کی شرح میں الکرمانی کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حسن بصری کا حضرت علیؓ سے قتادہ کو روایت نہ کرنے' اور حسن بصری کی حضرت علیؓ سے متصل معنعن حدیث کے مطابق قول قتادہ سے صرف "حدثنا" کی نفی لازم آتی ہے اور وہ "سمعت" سے اخص ہے۔ اور "سمعت" اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی اپنے شیخ کے الفاظ سنے' چاہے شیخ خود اسی سے محو گفتگو ہو یا کسی غیر سے۔ لہٰذا یہ مرتبہ میں "حدثنا" سے کم تر ہے۔

شیخ حافظ ابن الصلاح کا کہنا ہے کہ "حدثنا" اور "اخبرنا" ایک اعتبار سے "سمعت" سے ارفع ہیں۔ کیونکہ "سمعت" میں اس بات پر دلالت نہیں ہے کہ شیخ نے اسی سے بیان کیا یا صرف اسی کو مخاطب بنایا' جبکہ اس کے برعکس "حدثنا" اور "اخبرنا" میں اس بات پر دلالت موجود ہے۔۔۔۔۔۔ انتہی

اگر جمہور کے نزدیک مشہور ہے کہ "اخص" کا سلب "اعم" کے سلب کا فائدہ ہرگز نہیں دیتا۔ تو پھر اس (اعم) کے سلب سے "اعم الاعم" کا سلب کیسے لازم آئے گا۔ اور وہ ہے حضرت علیؓ سے ملاقات۔

لیکن اگر اس تقریر کے بعد بھی بات واضح نہ ہوئی ہو بلکہ قتادہ کے قول کا

النفر يعلى يراد بقول قتادة ان الحسن ما شافه بدريا وما رواه اصح البدريين
رضي الله تعالى عنهم والله اعلم تجاوزه اللفظ فانه قال في رواية الحسن عن ابن
عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم زبير بن العوام رضي الله عنه ولا ريب في كونه بدريا
لان قوام المحدثين جمال الدين المزي ايده الله بلطفه الجلي قال في تهذيب الكمال
زبير بن العوام بن خويلد بن اسد بن عبد العزى بن قصي بن كلاب بن كعب
بن غالب القرشي الاسدي ابو عبد الله حواري رسول الله صلى الله عليه وسلم
وحواريه وابن عمته صفية بنت عبد المطلب واحد العشرة المشهود لهم بالجنة
شهد بدرا والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وهاجر الهجرتين
واسلم وهو ابن ست عشرة سنة وهو اول من سل سيفا في سبيل الله روى
عن النبي صلى الله عليه وسلم روى عنه الاحنف بن قيس والحسن البصري وقال
الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله ناقلا عن الحافظ زين الدين العراقي قال
الحسن رأيت الزبير بايع عليا وقال الامام احمد بن حنبل رض في مسنده حدثنا
عبد الله قال حدثني ابي قال حدثنا عفان قال حدثنا المبارك قال حدثنا الحسن
قال جاء رجل الى زبير بن العوام فقال الا اقتل لك عليا قال لا وكيف تقتله
ومعه الجنود قال الحق به فافتك به قال لا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
ان الايمان قيد الفتك لا يفتك مؤمن ونحو حدثنا عبد الله قال حدثني ابي
قال حدثني يزيد بن هارون قال اخبرنا مبارك بن فضالة قال حدثنا الحسن
قال جاء رجل الى الزبير الحديث وحدثنا عبد الله قال حدثني ابي قال حدثنا
اسماعيل قال حدثنا ابو رجاء عن الحسن قال جاء رجل الحديث وحدثنا عبد الله

المدينة

یہی مطلب لیا جائے کہ حسن بصری نہ تو کسی بدری سے بالمشافہ ملے اور نہ بدریوں میں سے کسی سے روایت ہی کی (اگرچہ الفاظ اس طرف اشارہ نہیں کرتے) تو حسن بصری کی وہ روایت جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد زبیر بن عوامؓ کے بارے میں کی' کیا کہا جائے گا' جن کے بدری ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں۔ کیونکہ قوام المحدثین جمال الدین المزی نے "تہذیب الکمال" میں بیان کیا: زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن کعب بن غالب القرشی الاسدی ابو عبداللہ المدنی' رسول اللہ ﷺ کے صحابی اور حواری' آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے' یکے از عشرہ مبشرہ' بدر اور دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے' دو دفعہ ہجرت فرمائی' سولہ برس کی عمر میں اسلام لائے' آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تلوار سونتی' آپ نے نبی اکرم ﷺ سے حدیث روایت کی اور آپ سے احنف بن قیس اور حسن بصری نے احادیث روایت کیں۔

حافظ جلال الدین السیوطی نے حافظ زین الدین العراقی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ حسن بصری نے کہا "میں نے زبیر کو حضرت علیؓ سے بیعت ہوتے دیکھا۔"

امام احمد بن حنبل نے اپنی "مسند" میں لکھا: حدثنا عبداللہ' قال حدثنی ابی' قال حدثنا عفان' قال حدثنا المبارک' قال حدثنا الحسن' قال: ایک شخص زبیر بن العوام کے پاس آیا اور بولا "آپ کی خاطر میں حضرت علیؓ کو قتل نہ کردوں؟" تو انہوں نے جواب دیا "نہیں' تو انہیں کیسے قتل کرے گا ان کے ساتھ تو ایک لشکر ہوتا ہے۔" اس نے کہا "میں بھی ان میں شامل ہو جاتا ہوں اور انہیں انجانے میں قتل کردوں گا۔" انہوں نے کہا نہیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "دھوکے سے باز رہنے کا نام ایمان ہے اور مومن دھوکے سے قتل نہیں کرتا۔"

وحدثنا عبداللہ' قال حدثنی ابی' قال حدثنی یزید بن ہارون' قال اخبرنا مبارک بن فضالہ' قال حدثنا الحسن' قال: ایک شخص زبیر بن العوام کے پاس آیا۔۔۔ الحدیث۔

وحدثنا عبداللہ' قال حدثنی ابی' قال حدثنا اسماعیل' قال حدثنا ایوب' عن الحسن' قال: ایک شخص آیا۔۔۔ الحدیث۔

قال حدثني ابي قال حدثنا اسود بن عامر قال حدثنا جرير قال سمعت الحسن قال قال
الزبير بن العوام نزلت هذه الآية ونحن متوافرون مع رسول الله صلى الله عليه
وسلم واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة فجعلنا نقول ما هذه الفتنة
وما شعرنا انها تقع حيث تقع وقال جمال الدين المزي في احوال علي كرم الله وجهه في
التهذيب علي ابن ابي طالب شهد بدرا والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم ما خلا تبوك روى عنه ابراهيم بن عبد الله بن حسين مرسلا و
ابراهيم بن عبد الله بن عبد القاري كذلك [illegible] ابراهيم بن محمد ولد علي بن
ابي طالب والاحنف بن قيس التميمي وابنه الحسن بن علي بن ابي طالب
والحسن ابنه [illegible] وابنه الحسين بن علي بن ابي طالب وسعيد بن المسيب
وبهذا ارتفع التعارض وحصل التوفيق بين قول قتادة ما حدثنا سعيد بن
المسيب عن بدري مشافهة الا عن سعد بن مالك وبين عبارة قدوة المحدثين
ابن الاثير في اسماء الرجال لجامع الاصول سعيد بن المسيب روى عن علي وفي
اسد الغابة في احوال الصحابة في احوال سعد بن مالك هو سعد بن ابي
وقاص من سند علي بن زيد ويحيى بن سعيد سمعا سعيد بن المسيب
يقول قال علي ابن ابي طالب كرم الله وجهه ما جمع رسول الله صلى الله عليه
وسلم اباه وامه لاحد الا لسعد بن ابي وقاص قال له يوم احد ارم فداك
ابي وامي والامام الترمذي ذكر في جامعه هذا الحديث وحسنه وصححه في مناقب
سعد بن ابي وقاص قال حدثنا الحسن بن الصباح البزار انا سفيان
بن عيينة عن علي بن زيد ويحيى بن سعيد عن سعيد ابن المسيب

يقول

وحدثنا عبداللہ' قال حدثنی ابی' قال حدثنا اسود بن عامر' قال حدثنا جریر' قال قال سمعت الحسن' قال قال الزبیر بن العوام: "جب آیت 'واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة' نازل ہوئی تو ہم کافی تعداد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کیسا فتنہ ہو گا۔ ہم لاعلم تھے کہ یہ کب اور کیسے واقع ہو گا۔"

جمال الدین المزی نے "التھذیب" میں حضرت علیؓ کے احوال میں درج کیا کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے ماسوائے تبوک کے' بدر اور دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ شرکت کی۔ آپ سے ابراہیم بن عبداللہ بن حسین اور اسی طرح ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالقادی نے مرسلا احادیث بیان کیں' جبکہ آپؓ سے روایت کی ابراہیم بن محمد ولد علی ابن ابی طالب "' الاحنف بن قیس التمیمی' آپؓ کے بیٹے حسن بن علی بن ابی طالبؓ حسن بصری آپؓ کے بیٹے حسین بن علی بن ابی طالبؓ اور سعید بن المسیبؒ نے۔

لہٰذا اب اس سے تعارض ختم ہو گیا۔ نیز قتادہ کے قول: سعید بن المسیب نے سعد بن مالک کے علاوہ کسی دوسرے بدری سے ہمیں براہ راست حدیث بیان نہیں کی' اور قدوة المحدثین ابن الاثیر کی "اسماء الرجال لجامع الاصول" میں درج عبارت: سعید بن المسیب نے حضرت علیؓ سے روایت بیان کی' کے درمیان تطبیق بھی ہو گئی۔

"اسد الغابة فی احوال الصحابہ" میں سعد بن مالک کے احوال کے تحت درج ہے: وہ سعد بن ابی وقاص کہ جن کے بارے میں علی بن زید اور یحییٰ بن سعید نے سعید بن المسیب کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی کے لئے اپنے والدین کو اکٹھا نہیں کیا۔ آپ نے احد کے دن ان کے لئے فرمایا "میرا باپ اور ماں تجھ پر قربان' تیر پر تیر چلائے جا۔"

امام ترمذی نے "اپنی جامع" میں مناقب سعد بن ابی وقاص میں اس حدیث کو نہ صرف درج کیا بلکہ اسے حسن اور صحیح بھی قرار دیا۔ قال حدثنا الحسن بن الصباح البزاز' انا سفیان بن عیینہ' عن علی بن زید و یحییٰ ابن سعید' عن سعید ابن المسیب' یقول قال علی: ما جمع ---الخ۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

يقول قال علماء جمع الى هذا حديث حسن صحيح قال الشيخ ابن الحجر العسقلاني
في التقييد والايضاح في اثبات سماعه عن امير المؤمنين عمر الفاروق رضي
من احمد بن حنبل فقال قد راه وسمع منه وقال ابو حاتم الرازي راه على
المنبر ينعى النعمان بن مقرن انتهى وقال الشيخ الامام ابن الصلاح رح في
علوم الحديث وذكر الحاكم قبل كلامه المذكور ان سعيدا ادرك عمر فمن بعده الى
آخر العشرة قال الحافظ جمال الدين المزي في تهذيب الكمال قال ابو طالب
احمد بن حنبل سعيد بن المسيب فقال ومن مثل سعيد بن المسيب ثقة
من اهل الخير قلت سعيد عن عمر حجة قال هو عندنا حجة قد راى عمر وسمع منه وفيه
قال المزي ايضا خالد بن زيد ابو ايوب الانصاري الخزرجي شهد بدرا والعقبة
والمشاهد كلها مع رسول الله صلى الله عليه وسلم روى عنه اسلم ابو عمران
التجيبي وسعيد بن المسيب انتهى لان سلب تحديث سعيد بن المسيب
عن بدري بعد سعد بن ابي وقاص لا يستلزم سلب لقاء سعيد بن المسيب
وسماعه عن بدري غير سعد بن مالك ثانيا ورد ان كل حديث روى سعيد
ابن المسيب عن سعد بن ابي وقاص لنا كان متوجها ولما طلبنا البخاري في
رواية سعيد بن المسيب عن بدري آخر ما ثبت لا نحاطبنا ونحن نسمع بالحضور
ان قيل لا يعارض كلام الحافظ ابن الصلاح والترمذي والحافظ ابو الحجاج
المزي وغيرهم من الحفاظ والمحدثين رضي الله عنهم للامام الهمام مسلم القشيري
النيسابوري لان التعارض لا يكون الا في صورة المساواة ومسلم في
العلوم بالاعتبار رئيس المحدثين في جنبه شيئا وان كانوا محدثين و

شیخ ابن الحجر عسقلانی نے "التقیید ولایضاح" میں احمد بن حنبل کے حوالے سے ان (سعید ابن میسب) کے امیرالمومنین عمرفاروقؓ سے سماع کے اثبات میں کہاکہ انہوں نے آپؓ کو دیکھااور آپؓ سے حدیث بھی سنی۔

ابو حاتم الرازی نے کہاانہوں (سعید بن میسب) نے حضرت عمرؓ کو ممبرپر نعمان بن مقرن کی موت کی خبر دیتے ہوئے دیکھا......انتہی۔

شیخ الامام ابن الصلاحؒ نے "علوم الحدیث" میں اور حاکم نے اپنے مذکورہ کلام سے پہلے کہاکہ سعید (بن میسب) نے حضرت عمرؓ کوپایا' اوران سے بعدوالے عشرہ مبشرہ کو بھی۔

حافظ جلال الدین المزی نے "تہذیب الکمال" میں لکھاکہ ابو طالب نے احمد بن حنبل سے سعید بن المسیب کے بارے میں پوچھاتوانہوں نے کہا" سعید بن میسب جیساکون ہے' وہ ثقہ ہیں اور اہل خیر سے ہیں۔" میں نے پوچھاکیاسعید حضرت عمرؓ سے روایت میں حجت ہیں؟ توانہوں نے جواب دیاکہ وہ ہمارے نزدیک حجت ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت عمرؓ کودیکھااوران سے حدیث سنی۔

اوراسی میں المزی نے مزید کہاکہ خالد بن زید ابوایوب الانصاری الخزرجی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدر' عقبہ اور دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے اوران سے اسلم ابوعمروالبجیبی اور سعید بن المسیب نے روایت کی......انتہی۔

چونکہ سعید بن المسیب کاسعد بن ابی وقاص کے علاوہ کسی بدری سے حدیث بیان نہ کرناان (سعد) کے علاوہ کسی اور بدری سے سعید بن میسب کی ملاقات اور سماع کی نفی کو مستلزم نہیں اس لئے قتادہ کے قول کاحاصل یہ ہواکہ ہروہ حدیث جو سعید بن میسب نے ہمیں بیان کی' وہ ہماری طرف متوجہ اور ہم ہی سے مخاطب تھے۔ لیکن ایسی حدیث جو سعید بن میسب نے کسی دوسرے بدری صحابی سے بیان کی' اس میں اس نے ہمیں مخاطب تو نہیں بنایالیکن ہم بھی وہاں موجودسن رہے تھے۔

اگر کہاجائے کہ حافظ ابن الصلاح' ترمذی اور حافظ ابوالحجاج المزی وغیرہ حفاظ و محدثین کاکلام' امام الہمام مسلم القشیری نیشاپوری کے کلام سے متعارض نہیں ہے کیونکہ تعارض تو برابری کی صورت میں ہوتاہے۔ اور مسلم علم و عمل کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ تمام محدثین ان کے سامنے ہیچ ہیں اگرچہ وہ حفاظ و محدثین ان کے اپنے شیوخ میں ہی سے

حافظا عن نفسه وشيخا من شيوخه فيما به الانتقاد ولا يكون الا قول مسلم
رحمه الله تعالى وهو عدم لقاء سعيد بن المسيب ربما عن سعد بن مالك
اجيب بانه قال قدوة الحفاظ والمحدثين استاد مسلم القشيري النيسابوري
رضه محمد بن اسماعيل البخاري اسكنه الله وسط جنانه في صحيحه الذي هو
اصح كتاب بعد كتاب الله مع اشتراطه في متن كتابه الاتصال في كتاب
الحج حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا حجاج بن محمد الاعور عن شعبة عن عمرو
بن مرة عن سعيد بن المسيب قال اختلف علي وعثمان وهما بعسفان
في المتعة فقال علي ما تريد الى ان تنهى عن امر فعله رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال فلما راى ذلك علي اهل بهما جميعا وفي تاريخه الصغير حدثنا سليمان
بن حرب قال حدثنا حماد عن غيلان بن جرير عن ابن المسيب قال انا اصلحت
بين علي وعثمان وفيه ايضا حدثنا محمد قال حدثنا علي وغيره عن ابي داود
عن شعبة عن اياس بن معوية قال قال لي سعيد بن المسيب ابني لا اذكر
يوم نعى عمر النعمان بن مقرن على المنبر وفيه ايضا كنيته سعيد بن المسيب
اني لا اذكر يوم نعى عمر بن الخطاب النعمان بن مقرن على المنبر وقال الحافظ
جمال الدين المزي في تهذيب الكمال في احوال سعيد بن المسيب قال
البخاري قال لنا سليمان بن حرب حدثنا سلام بن المسكين عن عمران
بن عبد الله الخزاعي عن ابن المسيب انا اصلحت بين علي وعثمان فقلت
لعلي انه امير المؤمنين وقلت لعثمان انه علي ولو شئت ان اقول لفعلت
وقال الذهبي في التهذيب قال سلام بن مسكين عن عمران بن عبد الله

الخزاعي

کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا قول مسلم کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔ اور ان کا قول یہ ہے کہ سعید بن مسیب' سعد بن مالک کے علاوہ کسی دوسرے بدری سے نہیں ملے۔

قدوۃ الحفاظ والمحدثین مسلم قشیری نیشاپوری کے استاد محمد بن اسماعیل بخاری نے "اپنی صحیح" کے متن میں' جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے' اتصال کی شرط عائد کی اور اس کی "کتاب الحج" میں روایت بیان کی: حدثنا قتیبہ بن سعید' قال حدثنا حجاج بن محمد الاعوی' عن شعبۃ' عن عمرو بن مرۃ' عن سعید بن المسیب' کہ العسفان میں حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے درمیان "المتعہ" پر اختلاف ہوا تو حضرت علیؓ نے کہا "کیا آپ مجھے ایسے کام سے روکنا چاہتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے کیا؟" اس (راوی) نے کہا کہ جب حضرت علیؓ نے یہ دیکھا تو دونوں کا تلبیہ کہا۔

آپ ہی کی "تاریخ صغیر" میں ہے: حدثنا سلیمان بن حرب' قال حدثنا حماد' عن غیلان بن جریر' عن ابن المسیب' قال: "میں نے حضرات علیؓ و عثمانؓ کے درمیان صلح کروائی تھی۔"

اسی میں ہے: حدثنا محمد' قال حدثنا علی وغیرہ' عن ابی داؤد' عن سعد' عن ایاس بن معاویہ' مجھے سعید بن مسیب نے بتایا "جس دن حضرت عمرؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کے نعمان بن مقرن کے مرنے کی خبر سنائی' مجھے یاد ہے۔"

اور اسی میں لکھا ہے کہ سعید بن مسیب نے بتایا "مجھے وہ دن یاد ہے جب حضرت عمر بن الخطابؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کے نعمان بن مقرن کی وفات کی خبر سنائی تھی۔"

حافظ جلال الدین المزی نے "تہذیب الکمال" میں احوال سعید بن المسیب کے تحت لکھا کہ بخاری نے کہا: قال لنا سلیمان بن حرب' حدثنا سلام بن المسکین' عن عمران بن عبداللہ الخزاعی' عن ابن المسیب "میں نے حضرات علیؓ و عثمانؓ کے درمیان صلح کرائی۔ حضرت علیؓ سے میں نے گزارش کی کہ آپ (عثمانؓ) امیرالمومنین ہیں' جبکہ حضرت عثمانؓ سے میں نے عرض کی آپ حضرت علیؓ ہیں۔ اگر میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تو کہہ دیتا۔"

"التہذیب" میں الذہبی نے لکھا: قال سلام بن مسکین' عن عمران بن

المنزاع عن ابن المسیب قال انا اصلحت بین علی وعثمان قلت لعلی
انہ امیر المؤمنین وقلت لعثمان انہ علی ولو شئت ان اقول قولا لفعلت
وقال امام المحدثین والحفاظ مسلم القشیری النیشاپوری فی متن صحیحہ لانہ
مع جلالتہ مع اخذہ شرط الاتصال کما یفهم من قول النواوی فی خطبۃ شرحہ
قال الشیخ الامام ابو عمرو ابن الصلاح رحمہ اللہ تعالی شرط مسلم فی صحیحہ ان
یکون الحدیث متصل الاسناد بنقل الثقۃ من اولہ الی منتہاہ سالما
عن الشذوذ والعلۃ وبین النواوی فی شرحہ کذا قال وحدث وذکر شیہما
فکلہ محمول علی السماع حدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قال حدثنا محمد
بن جعفر حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن سعید بن المسیب قال اجتمع
علی وعثمان بعسفان فکان عثمان ینہی عن المتعۃ والعمرۃ فقال
علی ما ترید الی امر فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہی عنہ فقال
عثمان دعنا عنک فقال انی لا استطیع ان ادعک فلما ان رای علی ذلک
اہل بہما جمیعا قال بقیۃ السلف وقدوۃ الخلف محی الدین ابو زکریا یحیی
بن شرف بن مری بن حسن ابن حسین بن محمد النواوی شارح صحیح مسلم
فی کتابہ تہذیب الاسماء ولد سعید لسنتین مضتا من خلافۃ عمر رضی اللہ
تعالی عنہ وقیل لاربع سنین ورای عمر وسمع منہ ومن عثمان وعلی وسعد بن
ابی وقاص وابن عباس وابن عمر الخ وقال فیہ ایضا قال ابو طالب قلت
لاحمد بن حنبل سعید بن المسیب فقال ومن مثل سعید ابن المسیب ثقۃ
من اصحاب الخیر قلت فسعید عن عمر حجۃ قال ہو عندنا حجۃ قد رای عمر

ما عن الثقۃ

شاذ تنہا ما
قیل نادر ۱۲
کشف اللغات

عبداللہ الخزاعی' عن ابن المسیب قال: "میں نے حضرات علیؓ و عثمانؓ کے درمیان صلح کروائی' حضرت علیؓ سے میں نے گزارش کی کہ وہ امیرالمومنین ہیں جبکہ حضرت عثمانؓ سے میں نے عرض کی کہ وہ حضرت علیؓ ہیں۔ اگر میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تو کہہ دیا"

امام المحدثین والحفاظ مسلم قشیری نیشاپوری نے "اپنی صحیح" کے حواشی میں نہیں بلکہ متن میں تحریر کیا' جیساکہ اس کی شرح کے خطبہ میں نووی کے قول سے ظاہر ہے' انہوں نے شرط اتصال کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہاکہ شیخ امام ابو عمرو ابن الصلاح کا کہنا ہے "امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ شرائط رکھی ہیں کہ حدیث متصل الاسناد ہو' شروع سے آخر تک ثقہ راویوں سے منقول ہو اور شذوذ و علتوں سے پاک ہو۔" جبکہ نووی نے اپنی شرح میں اس کی وضاحت میں بیان کیا کہ 'حدث'' ذکر' اور اس سے ملتے جلتے الفاظ سب کے سب سماع پر محمول ہیں۔

حدثنا محمد بن المثنی و محمد بن بشار' قال حدثنا محمد بن جعفر' حدثنا شعبۃ' عن عمر بن مرۃ' عن سعید بن المسیب' قال (ایک بار) عسفان میں حضرات علیؓ و عثمانؓ جمع ہوئے تو حضرت عثمان انہیں "المتعۃ والعمرۃ" سے منع کرنے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا "کیا آپ کا مجھے ایسا کام سے روکنے کا ارادہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے خود کیا؟" پھر حضرت عثمانؓ نے کہا مجھے چھوڑیئے' تو حضرت علیؓ نے کہا میں آپ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حضرت علیؓ نے جب یہ دیکھا تو دونو کا اکٹھا تلبیہ کہا۔

بقیۃ السلف اور قدوۃ الخلف محی الدین ابو زکریا یحیٰ بن شرف بن حری بن حسن ابن حسین بن محمد النووی شارح صحیح مسلم نے اپنی کتاب "تہذیب الاسماء" میں لکھا "سعید خلافت حضرت عمرؓ کے دو سال گزارنے کے بعد' ایک قول کے مطابق چوتھے سال' پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کو دیکھا اور آپؓ اور حضرات عثمان' علی' سعد بن ابی وقاص' ابن عباس اور ابن عمرؓ سے احادیث سنیں۔۔۔ الخ

اور اسی میں ہے کہ ابو طالب نے کہا: میں نے احمد بن حنبل سے سعید ابن المسیب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا "ان جیسا کون ہے' وہ اصحاب خبر میں معتبر ہیں۔" میں نے سوال کیا "کیا سعید حضرت عمرؓ سے حجت ہیں؟" تو انہوں نے جواب دیا "ہمارے نزدیک وہ حجت ہیں۔ کیونکہ انہوں نے حضرت عمرؓ کو

وسمع منه اذا لم يقبل سعيد عن عمر فمن يقبل فيتفطن من حديث البخاري في صحيحه وشرط صحيحه واقوال سعيد ابن المسيب في تاريخ البخاري انا اصلحت الخ وانه لا ذكر الخ ومن حديث مسلم في متن صحيحه لانه متابعاته والحكم بدفع التعارض بين رواية البخاري ومسلم والامام احمد بن حنبل والشيخ الامام ابن الصلاح وغيرهم من الحفاظ اسكنهم الله بحبوحة جنانه وبين عبارة مسلم التي وقعت في خطبة صحيحه ترجيح سعيد بن المسيب على تلميذه قتادة وعدم لزوم الشيخ ان لكل حديث اخذه من شيوخه يحدث لكل تلميذه سواء صحبه لحظة او اسبوعا او شهرا او غير ذلك او ترجيح البخاري على جميع المحدثين او به تتبين قول قتادة بانه ما يستفاد من هذا الاسلوب حدثنا وهذا الا بيان في لقاء عمر وادراك علي رضي الله عنهما فح يكون تفسير قول همام الذي وقع في خطبة صحيح مسلم حدثني الفضل بن سهيل انا عفان بن مسلم انا همام قال قدم علينا ابو داود الاعمى فجعل يقول حدثنا البراء وحدثنا زيد بن ارقم فذكرنا ذلك لقتادة فقال كذب ما سمع منهم انما كان ذلك سائلا يتكفف الناس زمن طاعون الجارف وحدثني حسن علي الحلواني ثنا يزيد بن هرون اخبرنا همام قال دخل ابو داود الاعمى على قتادة فلما قام قالوا هذا يزعم انه لقي ثمانية عشر بدريا فقال قتادة هذا كان سائلا قبل الجارف ولا يعرض في شيء من هذا ولا يتكلم فيه فوالله ما حدثنا الحسن عن بدري مشافهة ولا حدثنا سعيد بن المسيب عن بدري مشافهة الا عن سعد بن مالك بان ابا داود الاعمى بسبب لقائه البدريين وتكففه عنهم وعن غيرهم يروي عنهم

دیکھا اور آپؐ سے احادیث سنیں۔ اگر سعید کے بارے میں حضرت عمرؓ کی روایت مقبول نہیں تو اور کس کی ہوگی۔

لہٰذا "صحیح بخاری" میں درج حدیث اور اس کی صحت کے شرائط "تاریخ بخاری" میں سعید بن المسیب کے اقوال: میں نے صلح کروائی۔۔۔ الخ۔ مجھے یاد ہے۔۔۔ الخ اور "صحیح مسلم" کے متابعات سے نہیں بلکہ اس کے متن سے لی گئی روایت کے پیش نظر (اے مخاطب) اب اس تعارض کو ختم کر جو بخاری، مسلم، امام احمد بن حنبل اور شیخ الاسلام ابن الصلاح وغیرہ حفاظ کی روایات اور مسلم کی اس روایت کے درمیان واقع ہوا جو "ان کی صحیح" کے خطبہ میں درج ہے اور جس میں سعید بن المسیب کو ان کے شاگرد قتادہ پر ترجیح دی گئی ہے۔ یا شیخ کے لئے اس بات کا لازم نہ ہو تاکہ ہر وہ حدیث جو اس نے اپنے شیوخ سے حاصل کی ہو، اسے اپنے ہر شاگرد تک پہنچائے خواہ اسے ایک لحظہ، ہفتہ، مہینہ یا اس سے زیادہ صحبت نصیب ہوئی ہو۔ یا بخاری کو دوسرے محدثین پر ترجیح۔ یا جیسا کہ قتادہ کے اپنے ہی قول سے واضح ہوا کہ اس سے صرف حدثنا کے سلب کا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ اس لئے یہ بات حضرت عمرؓ سے ملاقات اور حضرت علیؓ کے ادراک کے منافی نہیں ہے۔

اب "صحیح مسلم" کے خطبہ میں درج ہمام کے اس قول کی وضاحت ہوگی: حدثنی الفضل بن سہیل، انا عفان بن مسلم، انا ہمام، قال: ابو داؤد نابینا ہمارے پاس آیا اور اس نے کہنا شروع کر دیا: حدثنا البراء و حدثنا زید بن ارقم۔ ہم نے اس بات کا قتادہ سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا "اس نے جھوٹ بولا، اس نے ان سے حدیث نہیں سنی۔ وہ تو ایک بھکاری تھا، جو طاؤن جارف کے وقت لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔"

وحدثنی حسن علی الحلوانی، ثنا یزید بن ہارون، اخبرنا ہمام، قال: ابو داؤد نابینا قتادہ کے ہاں آیا۔ جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے کہا "ابو داؤد کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہ سے ملا تھا۔ اس پر قتادہ نے کہا "جارف سے پہلے یہ ایک بھکاری تھا۔ نہ حدیث میں اسے کوئی دلچسپی تھی اور نہ اس موضوع پر اس نے کبھی کلام کیا۔" بخدا جب حسن بصری نے کسی بدری سے براہ راست حدیث بیان نہیں کی اور نہ ہی سعید بن مسیب نے مگر عن سعد بن مالک، تو ابو داؤد نابینا بدریوں اور دوسروں سے ملنے اور ان سے بھیک مانگنے کی بدولت، بدریوں سے کیسے حدیث روایت کرتا ہے اور کہتا ہے: حدثنا البراء و زید بن ارقم۔ قتادہ نے

البدريين ويقول حدثنا البراء وزيد بن ارقم فقال قتادة كلا التعبير بلفظ حدثنا
ربما يصح وان لقي البدريين مع على هذا ابدا قول قتادة لا يعرض في شيء من
هذا ولا يتكلم اي لا يعتني بالحديث والحسن البصري وسعيد بن المسيب اكبر
من ابي داود الاعمى واجل واقدم سنا واكثر اعتنارا بالحديث وملازمة
اهل الاجتهاد في الاخذ عن الصحابة ومع هذا ما حدثنا احد منهم عن بدري
واحد اي ما عبرا رضي الله تعالى عنهما بلفظ حدثنا فكيف يقول ابو داود
الاعمى بزعمه اللقاء عن البدريين بلفظ حدثنا البراء وحدثنا زيد بن ارقم
والا اي وان لم يقرر بهذا التقرير بل ناخذ عدم اللقاء كما اخذه النووي
رحمه الله فما نعلم تطبيق قول قتادة هذا كان سائلا قبل الجارف لا يعرض
في شيء من هذا اي لا يعتني بالحديث بقوله انه لقي ثمانية عشر بدريا لان
عدم الاعتنار بالحديث والسؤال بالجارف لا يستلزم عدم لقاء بدري
والجواب موقوف على ان النسبة بين المعتني والملاقي يكون بالمساواة
بان كل من يعتني بالحديث فيلاقي بدريا وكل من لا يعتني بالحديث ويدخل
في زي اهله فلا يلاقي بدريا وليس فليس والمشهود بالبيان ان السائلين
المضطرين يسألون الخواص والعوام المحدثين وغيرهم خصوصا من المتعمقين
الذين لا يردون السؤال بحسب الطاقة والبدريون المتعمقون المنقادون
لامر النبي صلى الله عليه وسلم لا يردوا السائل الى آخر زعمهم بالسؤال عنهم
من غيرهم رضي الله عنهم ولا ينصبون الحاجب على الابواب وكما ما وجد
دلالة بينة من قول قتادة فو الله الى على عدم اللقاء كان الحديث الذي

بتایا کہ اگرچہ وہ بدریوں سے ملا ہے لیکن حدثنا سے اس کی تعبیر درست نہیں۔ قتادہ کا یہ کہنا کہ حدیث سے اسے شغف اور دلچسپی نہیں اور حسن بصری اور سعید بن مسیب ابوداؤد نابینا سے عمر اور رتبہ کے لحاظ سے بھی بڑے ہیں نیز حدیث' محدثین اور صحابہ سے حصول حدیث کے سلسلے میں ان کی دلچسپی بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا اگر انہوں نے کسی بدری سے حدیث روایت نہیں کی اور نہ لفظ "حدثنا" کا استعمال کیا تو داؤد نابینے کا بدریوں سے ملاقات کے زعم پر حدثنا البراء اور حدثنا زید بن ارقم کہنا کیسے درست ہوگا۔

اگر یہ بات بھی ثابت نہ ہو بلکہ نووی کی طرح ہم بھی اسے عدم ملاقات ہی سے تعبیر کریں تو قتادہ کے اقوال کہ وہ جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا' یا اسے حدیث میں دلچسپی نہ تھی' اور اس کا یہ کہنا کہ وہ اٹھارہ بدریوں سے ملا تھا کے درمیان' ہم نامعلوم کیسے تطبیق کریں گے۔ کیونکہ حدیث میں عدم دلچسپی یا جارف سے پہلے اس کا بھیک مانگنا اس کی بدریوں سے عدم ملاقات کو مستلزم نہیں۔ لہٰذا اس کا جواب اب اس بات پر موقوف ہو کے رہ گیا ہے کہ "معتنی" یعنی حدیث میں دلچسپی رکھنے والا اور "ملاقی" یعنی ملاقات کرنے والا' دونوں کے درمیان نسبت مساوات کی ہو۔ کیا ہر راغب فی الحدیث بدریوں سے ملاقات کرتا پھرتا ہے اور کیا حدیث سے شغف نہ رکھنے والے سب کے سب محدثین کے پاس نہیں جاتے اور نہ کسی بدری سے ملاقات ہی کرتے ہیں۔ چونکہ فی الواقعہ ایسا نہیں ہے' اس لئے یہ بھی درست نہیں۔

اس وضاحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجبور سوالی تو عوام و خواص' محدثین و غیر محدثین سب ہی سے سوال کرتے ہیں بالخصوص اغنیاء سے جو حسب توفیق سوال کو رد نہیں کرتے۔ بدری بھی ان اغنیاء میں سے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے فرمان "سائل کو رد نہ کرو۔۔۔ الخ۔ پر کاربند ہیں اور بزعم خویش سوالی سوال کرنے میں دوسروں کی نسبت ان سے زیادہ حق بجانب ہے نیز وہ اپنے دروازوں پر دربان بھی مامور نہیں کرتے۔

اب جب قتادہ کے قول "بخدا۔۔۔ الخ۔ سے عدم ملاقات پر کوئی واضح دلیل قائم نہیں ہوئی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس حدیث کا اتصال بھی ثابت ہو چکا۔ نیز محقق امام المحدثین والحفاظ ابوالحسن مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری

ثبت اتصاله عند الامام احمد بن حنبل رضي الله تعالى عنه متصلا عند
المحقق امام المحدثين والحفاظ ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري
رضه لانه بقي على الامكان الذي هو الاصل عنده في الاتصال كما بينه في عبارته
في مقدمة صحيحه هذا وقد تكلم بعض منتحلي الحديث من اهل عصرنا في تصحيح الاسانيد
وتسقيمها بقول لو ضربنا عن حكايته وذكر فساده صفحا لكان رايا متينا ومذهبا
صحيحا اذ الاعراض عن القول المطرح احرى لاماتته واخمال ذكر قائله واجدر
ان لا يكون ذلك تنبيها للجهال عليه غير انا لما تخوفنا من شرور العواقب
واغترار الجهلة بمحدثات الامور واسراعهم الى اعتقاد خطاء المخطئين
والاقوال الساقطة عند العلماء راينا الكشف عن فساد قوله ورد مقالته
بقدر ما يليق بها من الرد اجدى على الانام واحمد للعاقبة ان شاء الله
وزعم القائل الذي افتتحنا الكلام على الحكاية عن قوله والاخبار عن سوء رويته
ان كل اسناد لحديث فيه فلان عن فلان وقد احاط العلم بانهما قد كانا في
عصر واحد وجائز ان يكون الحديث الذي روى الراوي عمن روى
عنه قد سمعه منه وشافهه به غير انه لا نعلم له منه سماعا ولم نجد في شيء من
الروايات انهما التقيا قط او تشافها بحديث ان الحجة لا تقوم عنده
بكل خبر جاء هذا المجيء حتى يكون عنده العلم بانهما قد اجتمعا من دهرهما
مرة فصاعدا او تشافها بالحديث بينهما او يرد خبر فيه بيان اجتماعهما
وتلاقيهما مرة من دهرهما فما فوقها فان لم يكن عنده علم ذلك ولم يات
برواية صحيحة تخبر ان هذا الراوي عن صاحبه قد لقيه مرة وسمع منه شيئا

کے ہاں بھی امکان پر باقی رہنے کی بدولت یہ متصل ہے' جو جیسا کہ ان کی صحیح کے مقدمہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ان کے نزدیک اتصال کی اصل بنیاد ہے۔

ہمارے دور کے بعض رجعت پسندوں نے احادیث کی اسناد کی تصحیح و تسقیم پر گفتگو کی ہے۔ اگر ہم بھی ان کے اس فتنے اور قصے سے صرف نظر کر لیتے تو یہی راستہ صحیح اور یہی رائے درست تھی۔ کیونکہ ایک فرسودہ بات سے اعراض زیادہ مناسب' ایک یاوہ گو کو پردہ گمنامی میں رکھنا اور ختم کرنا اولیٰ اور جہلاء کی باتوں سے عدم آگہی ہی زیادہ درست ہے۔ لیکن جب ہمیں نتائج کے نقصانات' غیر مشروع امور میں جاہلوں کے دھوکہ کھانے' خطاکاروں کے غلط عقائد اور علماء کے فرسودہ اقوال میں ان جہلاء کی سرگرمی کا خوف دامنگیر ہوا تو ہم نے مناسب حد تک اس کے قول کے رد اور رفع فساد ہی کو مناسب جانا۔

جس غلط روایت و حکایت کے قائل کی بات سے ہم نے یہ کلام شروع کیا تھا اس کا گمان یہ ہے کہ سماع کے معلوم و معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ فلاں عن فلاں کی ہر سند میں اس بات کا مکمل یقین موجود ہو کہ راوی اور مروی عنہ دونوں نہ صرف ہمعصر تھے بلکہ ایک نے دوسرے سے براہ راست حدیث بھی سنی تھی۔ مگر روایات میں ہمیں ایسا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ راوی اور مروی عنہ دونوں بالیقین اکٹھے ہوئے ہوں اور ایک نے دوسرے کو براہ راست حدیث بھی بیان کی ہو۔ نیز اس طرح سے روایت کی گئی کوئی بھی حدیث اس وقت تک حجت نہیں مانی جائے گی جب تک کہ اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ دونو اپنے دور میں ایک یا ایک سے زیادہ مرتبہ نہ صرف اکٹھے ہوئے ہوں بلکہ براہ راست حدیث بھی بیان کی ہو۔ یا ایسی خبر ہی ہو جو ایک یا ایک سے زیادہ مرتبہ ان کے اجتماع اور ملاقات پر دلالت کرتی ہو۔ اور اگر یہ بات اس کے علم میں نہ ہو اور وہ ایسی کوئی روایت صحیحہ بھی پیش نہ کر سکے جس میں راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات اور براہ راست سماعت ثابت ہو۔ تو ایسی روایت قابل اعتبار

لم يكن في نقله الخبر عمن روى عنه علم ذلك والامر كما وصفنا حجة وكان الخبر
عنده موقوفا حتى يرد عليه سماعه منه لشيء من الحديث قل او كثر في رواية
مثل ما ورد وهذا القول يرحمك الله في الطعن في الاسانيد قول مخترع
مستحدث غير مسبوق صاحبه اليه ولا مساعد له من اهل العلم عليه وذلك ان
القول الشائع المتفق عليه بين اهل العلم بالاخبار والروايات قديما وحديثا
ان كل رجل ثقة روى عن مثله حديثا وجائز ممكن له لقاؤه والسماع منه لكونهما
جميعا كانا في عصر واحد وان لم يات في خبر انهما اجتمعا ولا تشافها بكلام
فالرواية ثابتة والحجة بها لازمة الا ان تكون هناك دلالة بينة ان هذا
الراوي لم يلق من روى عنه او لم يسمع منه شيئا فاما والامر مبهم على الامكان
الذي فسرنا فالرواية على السماع ابدا حتى يكون الدلالة التي بينا فيقال
لمخترع هذا القول الذي وصفنا مقالته او للذاب عنه قد اعطيت في جملة
قولك ان خبر الواحد الثقة عن الواحد الثقة حجة يلزم به العمل ثم ادخلت
فيه الشرط بعد فقلت حتى يعلم انهما قد كانا التقيا مرة فصاعدا او سمع
منه شيئا فهل تجد هذا الشرط الذي اشترطته عن احد يلزم قوله والا فهلم
دليلا على ما زعمت والقضايا مقدمة صحيحة وما علمنا احدا من ائمة السلف
ممن يستعمل الاخبار ويتفقد صحة الاسانيد وسقمها مثل ايوب السختياني
وابن عون ومالك بن انس وشعبة بن الحجاج ويحيى بن سعيد القطان
وعبد الرحمن بن مهدي ومن بعدهم من اهل الحديث فتشوا عن موضع السماع
في الاسانيد كما ادعاه الذي وصفنا قوله من قبل وانما كان تفقد من

نہیں ہو گی۔ اور ایسی حدیث اس وقت تک موقوف کے زمرے میں رہے گی جب تک وہ اس کے سماع پر کم و بیش حدیث پیش نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' اسناد میں اس طرح کا من گھڑت طعن ایسی خلاف شرع اختراع ہے جس کی اہل علم میں سے کوئی بھی تائید نہیں کرتا۔ اس لئے کہ علماء کے نزدیک اخبار و روایات کے سلسلے میں عصر حاضر اور زمانہ قدیم سے یہی قول مشہور اور متفق علیہ چلا آ رہا ہے کہ ہر معتمد جب کسی اپنے جیسے شخص سے حدیث بیان کرے اور معاصرت کے سبب اس کا سماع اور ملاقات ممکن ہوں' اگرچہ ان کی ملاقات اور براہ راست سماع پر کوئی دلیل نہ بھی ہو' تو ایسی روایت لازماً ثابت ہو گی اور حجت مانی جائے گی ماسوائے جب راوی اور مروی عنہ کے درمیان عدم سماع اور عدم لقاء کے واضح ثبوت موجود ہوں ورنہ معاملہ امکان سماع پر مبہم ہو گا جس کی ہم نے وضاحت کر دی ہے۔ اس لئے جب تک عدم سماع پر کوئی واضح دلیل موجود نہ ہو روایت کو ہمیشہ سماع ہی پر محمول کیا جائے گا۔

ہم نے جس مخترع کا ذکر کیا ہے' اس کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی تمام تر گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ایک ثقہ کی دوسرے ثقہ سے روایت حجت ہے اور اس پر عمل لازم ہے۔ مگر بعد ازاں آپ نے یہ شرط بھی عائد کر دی اور کہا کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ ان دونوں کی ایک یا ایک سے زیادہ بار ملاقات ہوئی ہو یا ایک نے دوسرے سے سنا بھی ہو۔ کیا یہ شرط جو آپ نے (بعد میں) لگائی ہے کسی ایسے شخص نے بھی عائد کی جس کا قول ہمارے لئے حجت ہو؟ اگر نہیں تو اپنے گمان پر دلیل لائیے۔

"صحیح" ہی کے مقدمہ میں ہے کہ ائمہ سلف' جو اخبار کا استعمال کرتے' اسناد کی صحت پر تنقید کرتے اور ان میں سقم تلاش کرتے ہیں' مثلاً ایوب السختیانی' ابن عون' مالک بن انس' شعبۃ بن الحجاج' یحیٰی بن سعید القطان' عبدالرحمٰن بن مہدی اور ان سے بعد میں آنے والے محدثین میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس نے مذکورہ بالا شخص کی طرح "موضع سماع" تلاش کی ہو۔ ایسی تحقیق و جستجو جس نے بھی کی اس نے صرف حدیث کے ان راویوں کے

تفقد منهم سماع رواة الحديث ممن روى عنهم إذا كان الراوي ممن
عرف بالتدليس في الحديث وشهر به فحينئذ يبحثون عن سماعه في روايته و
يتفقدون ذلك منه كي تنزاح عنهم علة التدليس فمن ابتغى ذلك من غير
مدلس على الوجه الذي زعم من حكينا قوله فما سمعنا ذلك عن أحد ممن سمينا
ولم نسم من الأئمة فمن ذلك أن عبد الله بن يزيد الأنصاري وقد رأى النبي
صلى الله عليه وسلم وقد روى عن حذيفة وعن أبي مسعود الأنصاري وعن
كل واحد منهما حديثا يسنده إلى النبي صلى الله عليه وسلم وليس في روايته عنهما
ذكر السماع منهما ولا حفظنا في شيء من الروايات أن عبد الله بن يزيد
شافه حذيفة وأبا مسعود بحديث قط ولا وجدنا ذكر رؤيته إياهما في رواية
بعينها ولم نسمع عن أحد من أهل العلم ممن مضى ولا ممن أدركنا أنه طعن
في هذين الخبرين اللذين رواهما عبد الله بن يزيد عن حذيفة وأبي مسعود
الأنصاري بضعف فيهما بل هما وما أشبههما عند من لاقينا من أهل العلم
بالحديث من صحاح الأسانيد وقويها يرون استعمال ما نقل بها والاحتجاج
بما أتت من سنن وآثار وهي في زعم من حكينا قوله من قبل واهية مهملة
حتى يصيب سماع الراوي عمن روى ولو ذهبنا نعدد الأخبار الصحاح
عند أهل العلم ممن يهن بزعم هذا القائل ونحصيها لأعجزنا عن تقصي ذكرها و
إحصائها كلها ولكنا أحببنا أن ننصب منها عددا يكون سمة لما سكتنا
عنه منها وهذا أبو عثمان النهدي وأبو رافع الصائغ وهما من أدرك الجاهلية
وصحبا أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من البدريين هلم جرا ونقلا

بارے میں کی جو "تدلیس فی الحدیث" میں مشہور تھے۔ وہ راوی کی روایت میں اس کے سماع کے بارے میں کرید محض اس لئے کرتے تھے کہ وہ علت تدلیس سے پاک ہو جائے۔ مذکورہ بالا شخص کے گمان کے برعکس ہم نے ائمہ میں سے' جن کے نام ہم نے لئے یا نہیں بھی لئے' کسی کو بھی تدلیس سے پاک کرنے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے ان پر تفتیش کا ارادہ کرتے نہیں سنا۔

پس ایسے ہی عبداللہ بن یزید انصاری نے نبی اکرم ﷺ کو بلاشبہ دیکھا مگر احادیث حذیفہ اور ابو منصور انصاری سے روایت کیں۔ نیز ان دو میں سے ہر ایک گو اپنی روایت کی نسبت تو نبی اکرم ﷺ ہی کی طرف کرتا ہے مگر ان روایات میں ان سے سماع کا ذکر نہیں ہے۔ اور ہمیں یاد نہیں کہ روایات میں کہیں یہ مذکور ہو کہ عبداللہ بن یزید نے حذیفہ اور ابو مسعود سے براہ راست احادیث سنی ہوں۔ نہ تو روایت کے اندر میں نے اس کا تذکرہ پایا اور نہ موجودہ دور یا سابقہ ادوار کے علماء میں سے کسی ایک کو میں نے عبداللہ بن یزید کی حذیفہ اور ابی مسعود انصاری سے مروی احادیث پر انہیں طعن کرتے ہوئے سنا کہ یہ ضعیف ہیں۔ بلکہ یہ دونو اور ان جیسے دوسرے صحیح الاسناد سنن و آثار کا استعمال علماء حدیث کے ہاں نہ صرف درست ہے بلکہ حجت کا درجہ بھی رکھتا ہے۔ لیکن جس شخص کا قول میں نے پہلے بیان کیا اس کا خیال ہے کہ یہ تمام روایات اس وقت تک غیر معتبر اور بے معنی ہیں جب تک کہ راوی کا سماع اس کے مروی عنہ سے ثابت نہیں ہو جاتا۔

گو ہم ایسی اخبار کے شمار اور احاطے سے تو قاصر ہیں جو اہل علم کے ہاں تو صحیح مگر اس قائل کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن اب ہم نے چاہا کہ ان میں سے چند ایک کو بیان کر ہی دیں تاکہ یہ ان (صحیح) روایات کی علامت بن جائیں جن پر ہم خاموش رہے۔

اور یہ ابو عثمان النہدی اور ابو رافع الصائغ' دونو نے زمانہ جاہلیت پایا' رسول اللہ ﷺ کے بدری اور دوسرے صحابہ کی صحبت میں رہے اور ان

عنهم الاخبار حتى نزلا لناس مثل ابي هريرة وابن عمر وذويهما قد اسند كل واحد
منهما عن ابي ابن كعب عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثا ولم يسمع في رواية
بعينها انهما عاينا ابيا او سمعا منه شيئا واسند ابو عمرو الشيباني وهو ممن ادرك
الجاهلية وكان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم رجلا وابو معمر عبد الله بن
سخبرة كل واحد منهما عن ابي مسعود الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم
خبرين واسند عبيد بن عمير عن ام سلمة زوج النبي عن النبي صلى الله
عليه وسلم حديثا وعبيد بن عمير ولد في زمان النبي صلى الله عليه وسلم
واسند قيس بن ابي حازم وقد ادرك زمن النبي صلى الله عليه
وسلم عن ابي مسعود الانصاري عن النبي صلى الله عليه وسلم ثلثة
اخبار واسند عبد الرحمن بن ابي ليلى وقد حفظ عن عمر بن الخطاب
رضي الله عنه وصحب عليا رضي الله عنه عن انس بن مالك عن النبي
صلى الله عليه وسلم حديثا واسند ربعي ابن حراش عن عمران بن
حصين عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثين وعن ابي بكرة عن النبي
صلى الله عليه وسلم حديثا وقد سمع ربعي عن علي بن ابي طالب رضي
الله تعالى عنه وروى عنه واسند نافع بن جبير بن مطعم عن ابي
شريح الخزاعي عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثا واسند النعمان
بن ابي عياش عن ابي سعيد الخدري ثلثة احاديث عن النبي صلى الله
عليه وسلم واسند عطاء بن يزيد الليثي عن تميم الداري عن النبي صلى
الله عليه وسلم حديثا واسند سليمان بن يسار عن رافع بن خديج م

سے احادیث نقل کیں۔ کثرت روایات میں ابو ہریرہ' ابن عمر اور ان جیسے صحابہ کی مانند ٹھہرے۔ اور ان میں سے ہر ایک کی حدیث کی سند ابی بن کعب سے نبی اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے' مگر ہم نے کسی بھی روایت میں نہیں دیکھا کہ ان دونوں نے ابی کو دیکھا یا ان سے کچھ (براہ راست) سنا ہو۔

اور ابو عمر الشیبانی' جنہوں نے زمانہ جاہلیت دیکھا اور جو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں جوان تھے۔ اور ابو معمر عبداللہ بن سنجرۃ' دونوں میں سے ہر ایک کی دو حدیثوں کی اسناد عن ابی مسعود الانصاری' عن النبی ﷺ ہیں۔

اور عبید بن عمیر نے زوجۃ النبی ام سلمہؓ کی سند سے نبی ﷺ کی ایک حدیث بیان کی۔ یہ عبید بن عمیر نبی ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔

اور قیس بن ابی حازم ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کا زمانہ دیکھا۔ آپ نے ابی مسعود انصاری کے حوالے سے نبی ﷺ کی تین احادیث بیان کیں۔

اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جنہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے احادیث حفظ کیں' حضرت علیؓ کی صحبت میں رہے' اور انہوں نے انس بن مالک کے واسطے سے نبی ﷺ سے ایک حدیث بیان کی۔

اور ربعی ابن حراش نے عمران بن حصین کے واسطے سے نبی ﷺ کی دو' اور ابو بکرہ کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی۔ اور ربعی نے حضرت علی بن ابیطالبؓ سے حدیث سنی اور آپ سے روایت بھی کی۔

اور نافع بن جبیر بن مطعم نے ابو شریح الخزاعی کی سند سے نبی ﷺ سے ایک حدیث روایت کی۔

اور نعمان بن ابی عیاش نے ابو سعید خدری کی سند سے نبی ﷺ سے تین احادیث روایت کیں۔

اور عطاء بن یزید اللیثی نے تمیم الداری کی وساطت سے نبی ﷺ سے ایک حدیث بیان کی۔

اور سلیمان بن یسار نے رافع بن خدیج کی سند سے نبی ﷺ کی ایک حدیث بیان کی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا واسند حمید بن عبد الرحمن الحمیری
عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احادیث فکل ہؤلاء التی یعتق
الذین نصبنا روایتہم عن الصحابۃ الذین سمیناہم لم یحفظ عنہم سماع
علمناہ منہم فی روایۃ بعینہا ولا انہم لقوہم فی نفس خبر بعینہ وہی
اسانید عند ذوی المعرفۃ بالاخبار والروایات من صحاح الاسانید
ولا نعلمہم وہنوا منہا شیئا قط ولا التمسوا فیہا سماع بعضہم
من بعضہم اذ السماع لکل واحد منہم ممکن من صاحبہ غیر مستنکر لکونہم
جمیعا کانوا فی العصر الذی اتفقوا فیہ وکان ہذا القول الذی احدثہ
القائل الذی حکیناہ فی توہین الحدیث بالعلۃ التی وصف اقل من ان
یعرج علیہ ویثار ذکرہ اذ کان قولا محدثا وکلاما خلفا لم یقلہ احد من اہل
العلم سلف ویستنکرہ من بعدہم خلف فلا حاجۃ بنا فی ردہ باکثر
مما شرحنا اذ کان قدر المقالۃ وقائلہا القدر الذی وصفناہ واللہ
المستعان علی دفع ما خالف مذہب العلماء وعلیہ التکلان انتہی
فما قیل ان کل حدیث روی الحسن عن علی عند البخاری ومسلم والترمذی
وابی داود وغیرہم لیس بمتصل وان کان الزمان یساعد الصحبۃ والروایۃ
عنہ لکن فی المطالب النقلیۃ یذکر الوقوع لا الامکان والجماعۃ الذین
یصححون الاتصال بالمعاصرۃ بانہ ثبت عند محققی اہل الحدیث والاکتفا
علی المعاصرۃ المحضۃ فی الاتصال ارباب دلالۃ الذین عندہم مبنی علی
عدم اصابۃ اقوال ائمۃ الحدیث کالامام احمد بن حنبل والبخاری ومسلم والترمذی

حدیث بیان کی۔

اور حمید بن عبدالرحمن الحمیری نے ابو ہریرہ کی سند سے نبی ﷺ سے کئی احادیث بیان کیں۔

یہ سب تابعین جن کی روایات ہم نے ان صحابہ کے واسطوں سے بیان کیں' نہ تو ان میں سے کسی کا سماع ان کی اپنی روایات ہی سے ثابت ہے اور نہ نفس خبر میں ان کا قول متہم ہے لیکن اخبار در وایات کی معرفت رکھنے والوں کے ہاں یہ سب اسناد صحیح ہیں اور ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی ضعیف گردانا ہو یا ایک کا دوسرے سے سماع کا مطالبہ ہی کیا ہو۔ چونکہ ہر راوی کا اپنے صاحب سے سماع ممکن ہے' جس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

لہٰذا اس قائل نے ضعف حدیث کی جو مذکورہ علت بیان کی ہے وہ قابل توجہ اور لائق ذکر نہیں۔ نیز چونکہ یہ قول ناپسندیدہ اور غیر اہم ہے اس لئے متقدمین میں سے کسی نے اسے نہیں کہا جبکہ متاخرین نے اسے ناپسند کیا۔ لہٰذا یہ قول اور اس کے قائل کی اس سے زیادہ اہمیت ہرگز نہیں جو ہم نے بیان کر دی' اور کسی مزید تشریح یا تردید کی ہمیں ضرورت نہیں۔ علماء کے مذہب کے دفاع کے لئے اللہ ہی سب سے بڑا مددگار ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔۔۔۔۔۔ انتہی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ حسن بصری کی حضرت علیؓ سے مروی تمام احادیث بخاری' مسلم' ترمذی' ابوداؤد وغیرہ کے نزدیک متصل نہیں ہیں' اگرچہ ہمعصری' صحبت اور روایت ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ نقلی مطالب میں واقعہ معنی رکھتا ہے نہ کہ امکان۔ اور ایک جماعت جو معاصرت کے سبب اتصال کو صحیح بھی مانتی ہے علم حدیث کے اہل تحقیقین کے ہاں ثابت نہیں' کیونکہ اتصال کے لئے صرف معاصرت پر اکتفاء کرنا ایسی بات ہے جس کا عقل سلیم انکار کرتی ہے۔ (دراصل) یہ سب امام احمد بن حنبل' مسلم' ترمذی وغیرہ ائمہ حدیث کے اقوال سے عدم واقفیت پر مبنی ہے۔ بلکہ مسلم القشیری کے درج کردہ مسلمہ اجماع کے بھی خلاف ہے۔

وغيرهم رحمهم بل خلاف الاجماع المسلم عند مسلم القشيري قال الامام الحافظ ابو
عيسى الترمذي في جامعه في باب ما جاء فيمن لا يجب عليه الحد حدثنا محمد بن
يحيى القطعي البصري ثنا بشر بن عمر ثنا همام عن قتادة عن الحسن عن علي رضي الله
عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن النائم حتى
يستيقظ وعن الصبي حتى يشب وعن المعتوه حتى يعقل وفي الباب عن
عائشة رضي الله عنها قال ابو عيسى حديث علي حسن غريب من هذا الوجه
وقد روي من غير وجه عن علي ابن ابي طالب رضي الله عنه عن النبي صلى الله
عليه وسلم ولا نعرف للحسن سماعا من علي ابن ابي طالب رضي الله عنه
انتهى اي لا نعرف كيفية سماع الحسن عن علي عن خطابه علي معه او مع غيره
او بطريق الانباء والاخبار او بنوع آخر سوى ان قرائه الحديث الشيخ او التلميذ
اعلم ان هذا الحديث متصل على مذهب الامام احمد بن حنبل بسبب العنعنة
فقط وعلى مذهب الدارقطني والضياء المقدسي والشيخ ابن الحجر بعد ما رجع
عن مذهبه والقاشي وغيرهم من اعلام الدين رحمهم بدليل صحة سماع الحسن
عن علي كرم الله وجهه وعند مسلم ايضا بسبب عنعنة المعاصرة وامكان
اللقاء وعند الترمذي ايضا لانه يشترط في الاتصال ثبوت المعاصرة كما يفهم
من عبارة الشيخ ابن الحجر العسقلاني في النخبة وشرحه لها وعنعنة المعاصرة
محمولة على السماع بخلاف غير المعاصرة فانها مرسلة او منقطعة فشرط حملها
على السماع ثبوت المعاصرة الا من المدلس وقيل يشترط في حمل عنعنة المعاصر
على السماع ثبوت لقائهما اي الشيخ والراوي عنه ولو مرة واحدة وقال

امام حافظ ابو عیسیٰ الترمذی نے اپنی جامع کے باب "**ما جاء فیمن لا یجب علیه الحد**" میں لکھا: حدثنا محمد بن یحیٰی القطعی البصری، ثنا بشر بن عمر، ثنا ہمام، عن قتادہ، عن الحسن، عن علیؓ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "تین پر سے قلم اٹھالیا گیا ہے: سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ اٹھے، بچے پر سے یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے اور بے ہوش سے یہاں تک کہ وہ ہوش میں آ جائے۔"

اسی باب میں (ام المومنین) حضرت عائشہؓ کے حوالے سے ابو عیسیٰ نے کہا کہ اس وجہ سے حضرت علیؓ سے روایت کردہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ البتہ حضرت علیؓ کی نبی ﷺ سے اور روایات بھی ہیں۔ مگر ہم حسن بصری کے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سماع کی معرفت نہیں رکھتے......انتہی۔

یعنی ہم حسن بصری کے حضرت علیؓ سے سماع کی کیفیت سے واقف نہیں۔ آیا حضرت علیؓ انہی سے مخاطب تھے یا کسی اور سے، یا یہ روایت بطریق انباء ہے یا اخبار یا کسی اور طرز پر، یا یہ حدیث شیخ نے پڑھی تھی یا اس کے شاگرد نے۔

تو جان لے کہ عنعنہ ہونے کی بدولت یہ حدیث امام احمد بن حنبل کے ہاں متصل ہے۔ الدار قطنی، ضیاء المقدسی، شیخ ابن الحجر کے اپنے سابقہ مسلک سے رجوع کے بعد اور القشاشی وغیرہ علماء دین کے نزدیک حسن بصری اور حضرت علیؓ کے درمیان صحت سماع کی دلیل کے باعث یہ متصل ہے۔ اسی طرح امام مسلم کے "عنعنۃ المعاصرۃ" اور امکان ملاقات کی بدولت یہ متصل ہے۔ اور کیونکہ شیخ ابن الحجر العسقلانی کی "النخبہ" اور اس کی شرح کے مفہوم کی روشنی میں ثبوت معاصرت ہی اتصال کی شرط ٹھہری لہٰذا الترمذی کے نزدیک بھی یہ ایسے ہی ہے۔ نیز غیر معاصرت کے برعکس "عنعنہ الماصرہ" روایت مرسلہ یا منقطعہ ہونے کے سبب سماع ہی پر محمول ہوتے ہیں کیونکہ ان کے لئے شرط تدلیس نہیں بلکہ معاصرت کا ثبوت ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "عنعنۃ المعاصرہ" کو سماع پر محمول کرنے کی شرط، راوی اور اس کے شیخ کے مابین ملاقات کا ثبوت ہے چاہے ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو۔

سولنا على القاري ليلنة شرح هذه العبارة وعنعنة المعاصر سواء ثبت
اللقاء بينهما ام لا عند الجمهور محمولة على السماع وعند البخاري يشترط اللقاء
ولو مرة واحدة انتهى فلا يعارض بان قوله لا نعرف الخ يدل على الارسال
لان عدم العرفان ما يتعلق الا بكيفية السماع لا السماع ولئن سلمنا فالدائم
اى تعلق عدم العرفان بالسماع فلا يقدح في اتصال الحديث الفنا لان
لفظ لا نعرف لا يدل بالجزم على عدم سماع الحسن عن علي كرم الله وجهه في
نفس الامر لانه قال لا نعرف وما قال عرفنا عدم السماع ولان اكثر المحدثين هم
يذكرون في عباراتهم لا نعرف ولا نعلم وما سمعنا وحفظنا سماعهم منه و
وما فهم به ولا يريدون عدم السماع واللقاء بل يظنون بالخبر ويحكمون
بالحديث الذي ذكروا بهذا اللفظ في اسناده انه متصل وصحيح كما قال مسلم
في خطبة صحيحه ان عبد الله بن يزيد الانصاري قد روى عن حذيفة وعن
ابي مسعود الانصاري وعن كل واحد منهما بسنده الى النبي صلى الله عليه
وسلم وليس في روايته ذكر السماع منهما ولا حفظنا في شيء من الروايات
ان عبد الله بن يزيد شافه حذيفة وابا مسعود بحديث قط انتهى ولان
ما شرط الحافظ ابو عيسى الترمذي في الاتصال عرفان السماع على انه
قال لا نعرف السماع اى تعلق عدم العرفان بالسماع الذي هو اخص من
اللقاء والادراك فما يعرف من سلب العرفان بالسماع سلب عرفان
اللقاء لان سلب الاخص لا يستلزم سلب الاعم وان تعلق عدم عرفانه
مع باللقاء فيصح بلا نعرف اللقاء لكن يشتمل السماع ايضا وما صرح فعلم

ان عرفانه

مولانا علی قاری نے اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ معاصر کا منعنہ جمہور کے نزدیک سماع پر محمول ہے' خواہ ان کی ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو۔ مگر بخاری کے نزدیک ملاقات شرط ہے اگرچہ ایک ہی دفعہ کیونکہ نہ ہو۔ .....انتہی۔

نیز ان کا قول "لانعرف... الخ۔ بھی ارسال پر دلالت نہیں کرتا' کیونکہ عدم عرفان کیفیت سماع کے بارے میں ہے نہ کہ سماع کے۔ اور اگر ہم وہ بات تسلیم بھی کرلیں جس میں آپ جھگڑ رہے ہیں۔ یعنی عدم عرفان "سماع" ہی کے بارے میں ہے تو بھی حدیث کے اتصال میں فرق نہیں آتا۔ کیونکہ الفاظ "لانعرف" فی نفسہ حسن بصری اور حضرت علیؓ کے مابین عدم سماع پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ انہوں نے "لانعرف" کہا ہے "عرفنا عدم سماع" تو نہیں کہا۔

چونکہ اکثر محدثین اپنی عبارات میں لانعرف' لانعلم' ماسمعنا' ماحفظنا سماعہ' منہ و مشافہہ بہ' جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں مگر ان سے ان کی مراد عدم سماع یا عدم لقاء ہرگز نہیں ہوتی بلکہ وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور ایسی احادیث کو جن کی اسناد میں ایسے الفاظ ہوں صحیح اور متصل ہی کا حکم لگاتے ہیں۔ مثلاً مسلم نے "اپنی صحیح" کے خطبہ میں کہا کہ عبداللہ بن یزید انصاری نے حذیفہ اور ابو مسعود انصاری سے روایات کیں جن کی اسناد اس نے نبی ﷺ تک پہنچائیں لیکن کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں اور نہ دیگر روایات میں عبداللہ بن یزید کا حذیفہ اور ابو مسعود سے کوئی حدیث براہ راست سننا ہی ہمیں یاد ہے۔ .....انتہی۔

اسی لئے حافظ ابو عیسیٰ الترمذی نے عرفان سماع کو اتصال کی شرط نہیں قرار دیا اور کہا کہ ہمیں سماع کی معرفت نہیں ہے۔ یعنی انہوں نے عدم عرفان کو سماع سے متعلق کیا ہے جو کہ ملاقات اور ادراک سے خاص ہے۔ لہٰذا سلب عرفان بالسماع سے عرفان ملاقات کا سلب وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اخص کا سلب اعم کے سلب کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر اس نے اپنے عدم عرفان کو ملاقات سے متعلق بھی کیا ہے تو لفظ "لانعرف" سے ملاقات کی تصریح بھی کردی تاکہ وہ سماع اور اس کی وضاحت (ملاقات) کو بھی شامل ہو جائے۔ لہٰذا پتہ چلا کہ اس کا عرفان ملاقات ہی سے متعلق ہے نہ کہ سماع سے۔

ان عرفانه تتعلق باللقاء وما تتعلق بالسماع ذهب هذا صدر الفقيه الامام
العالم الحافظ القاضي ابي بكر محمد بن عبد الله بن محمد بن عبد الله بن احمد
المعروف بابن العربي في عارضة الاحوذي في شرح الترمذي في تصحيح هذا
القول بلفظه قد دخلا على الماضي واستدرك بلفظ لكن وقال قد ادرك
الحسن عليا حسنا لكن لا نعلم سماعه منه ونقل الحافظ جلال الدين السيوطي في
رسالته اتحاف الفرق بانه قال الحافظ زين الدين العراقي في شرح الترمذي
عند الكلام على هذا الحديث قال علي بن المديني الحسن رأى عليا بالمدينة
وهو غلام وقال ابو زرعة كان الحسن البصري يوم بويع لعلي ابن ابي طالب ابن
اربع عشرة سنة ورأى عليا بالمدينة ثم خرج الى الكوفة والبصرة و
لم يلقه الحسن بعد ذلك وقال الحسن رأيت الزبير يبايع عليا انتهى وقال
الذهبي في التهذيب الحسن رأى عثمان وعليا وطلحة انتهى ولا صح لقاء
الحسن بعلي المرتضى كرم الله وجهه عند شراح الترمذي والقسطلاني وعند
ابن الجوزي بعد رجوعه عن الانكار والضياء المقدسي والذهبي وغير ذلك
من المحدثين ثبت الاتصال في هذا الحديث عند الترمذي ومسلم والبخاري
وجمهور المحدثين رضه فعلى التقدير من حفظه اقوال المحدثين الذين تقدم ذكرهم
لا نعرف هذا الاجماع الذي نقله بعض الفضلاء رحمه عنه ان اتصال الحسن
بعلي المرتضى كرم الله وجهه باطل منكره الشيعة واهل السنة الا ان يقول
بخصوصية المكان اذ بالحاق او بعض اهل السنة زمان اقوال ائمة الحديث
الذين هم معتمد واهل الدين لم تصل اليه والشيعة مذهبهم انكار اهل السنة

اور اسی لئے صدر الفقیہہ امام حافظ قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن احمد المعروف ابن العربی نے "عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی" میں اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لفظ "قد" کو ماضی پر داخل کیا اور لفظ "لکن" سے استدراک پیدا کر کے کہا کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو بڑھاپے کے عالم میں پایا لیکن ہمیں ان کی سماع کا علم نہیں۔

اور حافظ جلال الدین السیوطی نے رسالہ "اتحاف الفرق" میں لکھا کہ حافظ زین الدین العراقی نے "شرح ترمذی" میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے علی بن المدنی سے روایت کیا کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ کو لڑکپن میں مدینہ میں دیکھا۔

ابو زرعہ نے کہا کہ حسن بصری نے حضرت علی بن ابیطالبؓ سے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی، اور انہوں نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں دیکھا، پھر وہ کوفہ اور آپؓ بصرہ چلے گئے۔ اس کے بعد حسن بصری نے ان سے ملاقات نہیں کی۔

اور حسن بصری نے کہا "میں نے زبیر کو حضرت علیؓ سے بیعت ہوتے دیکھا۔" ...... انتہی

الذہبی نے "التہذیب" میں بیان کیا کہ حسن بصری نے حضرات عثمانؓ علیؓ اور طلحہؓ کو دیکھا...... انتہی

اب جبکہ القشاشی اور ابن الحجر شارحین ترمذی کے انکار سے رجوع اور ضیاء المقدسی اور الذہبی وغیرہ محدثین کے ہاں حسن بصری کی حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملاقات صحیح ثابت ہو چکی تو ترمذی، مسلم، بخاری، اور جمہور محدثین کے نزدیک اس حدیث کا اتصال بھی ثابت ہو گیا۔ لہٰذا ان محدثین کے مذکورہ بالا اقوال کے پیش نظر ہم کسی ایسے اجماع کو نہیں جانتے جو کسی ایک فاضل نے نقل کیا ہے کہ حسن بصری کا حضرت علی المرتضیٰؓ سے اتصال باطل ہے، جس کا شیعہ اور اہل سنت ہر دو نے انکار کیا ہے۔ الا یہ کہ خصوصیت مکان کی تاویل کی جائے، یا الحاق کی، یا بعض اہل سنت کی، اور یا یہ کہ ان ائمہ حدیث کے اقوال ہی اس تک نہیں پہنچے جو دین کے پیشوا ہیں۔ شیعہ کا تو مذہب ہی اہل سنت کا تا قیامت انکار ہے، خواہ وہ اصحاب سے ہو یا احباب سے۔

سواء كان عن الاصحاب او من الاصحاب انتهى وقال الشيخ العلامة
برهان المحدثين جلال الدين عبد الرحمن السيوطي رحمه الله في اتحاف الفرقة
قال الحافظ ابن حجر وقع في مسند ابي يعلى قال حدثنا جويرية بن اشرس قال
انا عقبة بن ابي الصهباء الباهلي قال سمعت الحسن يقول سمعت عليا
يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر الحديث قال
محمد بن الحسن ابن الصيرفي شيخ شيوخنا هذا نص صريح في سماع الحسن من علي
كرم الله وجهه ورجاله ثقات انتهى كلام جلال الدين السيوطي قال
شيخ شيوخ اهل الحديث صفي الدين المشتهر بالقشاشي رحمة الله عليه
في كتابه سمط المجيد والحسن وان قالوا انه كان يدلس لكنه ثقة قال الحافظ
ابن حجر في تقريب التهذيب الحسن بن ابي الحسن البصري اسم ابيه يسار
واسم امه خيرة بالتحتانية والمهملة الانصاري مولاهم ثقة فقيه فاضل مشهور
وكان يرسل كثيرا ويدلس هو رأس الطبقة الثالثة مات سنة عشر ومائة
وقارب التسعين انتهى ومن المقرر ان المدلس الثقة اذا عبر في روايته
عن شيخه بصيغة صريحة في السماع كسمعت وحدثني فروايته مقبولة واسناده
متصل فرواية الحسن في الحديث المذكور مقبولة واسناده متصل لكونه
ثقة صرح بلفظ سمعت وكذا صح انتفى سبب خدش الخادشين في
وصل الخرقة وقدر سندها اذا انتفى سبب الخدش وقد وصله من هو
ثقة ومقبول ظهر ان ما حكم بانقطاعه مرفوع موصول وبالله التوفيق
قال شيخ الاسلام الحافظ ابو زكريا النواوي في التقريب والصحيح التفصيل

النقل من الضبط
والعمل بكسر [illegible]
من التدليس [illegible]
والانقطاع التعارض
[illegible]
[illegible]
صحح بن ١٢
ط
[illegible]

فاروداه

شیخ علامہ برہان المحدثین جلال الدین عبدالرحمن السیوطی نے "اتحاف الفرق" میں حافظ ابن الحجر کے حوالے سے بیان کیا کہ "مسند ابو علی" میں ہے قال حدثنا جویریہ بن اشرس' قال انا عقبۃ بن ابی الصہباء الباہلی' قال سمعت الحسن 'یقول سمعت علیا' یقول رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری امت کی مثال بارش کی سی ہے---الحدیث۔

ہمارے شیخ الشیوخ محمد بن الحسن ابن الصیرفی کا کہنا ہے کہ حسن بصری کے حضرت علیؓ سے سماع پر یہ نص صریح ہے' اور اس کے راوی بھی ثقہ ہیں۔ -----انتہی۔

محدثین کے شیخ الشیوخ صفی الدین المشہور بالقشاشیؒ نے اپنی کتاب "سمط المجید" میں لکھا "اگرچہ حسن بصری کو لوگوں نے مدلس کہا ہے لیکن وہ ثقہ ہیں۔"

حافظ ابن الحجر نے "تقریب التہذیب" میں بیان کیا "الحسن بن ابی الحسن البصری کے والد کا نام "یسار" ہے اور ان کی والدہ کا نام "خیرہ" ہے' جو ولا کے اعتبار سے انصاری ہیں۔ آپ ثقہ فقیہہ اور فاضل مشہور ہیں۔ اکثر مرسل احادیث بیان کرتے اور تدلیس کرتے تھے۔ دوسرے طبقہ کے سرخیل تھے۔ لگ بھگ نوے سال کی عمر پائی اور ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے------انتہی۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ مدلس ثقہ ہے اگر وہ سماع میں اپنے شیخ سے روایت کو صریح صفت سے بیان کرے' مثلاً سمعت اور حدثنی' تو اس کی روایت۔ مقبول اور سند متصل ہے۔ لہٰذا مذکورہ حدیث میں حسن بصری کی روایت مقبول اور سند متصل ہے۔ کیونکہ وہ ثقہ ہیں اور انہوں نے تصریح لفظ سمعت سے کی ہے۔

اب جبکہ سماع صحیح ثابت ہو گیا تو وصل خرقہ میں پس و پیش کرنے والوں کے تامل کی نفی بھی ہو گئی۔ یہ پہلے گزر چکا ہے کہ جب تامل کے سبب کی نفی ہو گئی اور ایک ثقہ اور مقبول (شخص) نے اس کو متصل کر دیا' تو ظاہر ہے کہ جس پر انقطاع کا حکم لگایا گیا ہے وہ مرفوع و متصل ہے۔ وباللہ التوفیق۔

شیخ الاسلام حافظ ابو زکریا النووی نے "التقریب" میں نہایت صحت اور وضاحت سے بیان کیا کہ ایسی روایت جو احتمال والے لفظ سے مروی ہو اور اس

فما رواه بلفظ محتمل لم يبين فيه السماع فمرسل وما بينه فيه كسمعت وحدثنا
واخبرنا وشبهها فمقبول محتج به وفي الصحيحين وغيرهما من هذا الضرب
كثير كقتادة والسفيانين وغيرهم وهذا الحكم جار فيمن دلس مرة
وما كان في الصحيحين وشبههما عن المدلسين بعن محمول على ثبوت
السماع ثم كلام النواوي فثبت الاتصال والقطع الارسال الا ان
يقول المتمني يعني ارسال حديث الحسن عن علي رضي الله عنه ان
لفظ السماع محتمل فلم لا يجوز ان يكون السماع بالواسطة وارسلت
الواسطة فيلتمس ان لفظ السماع محتمل عند العقل لا عند اهل الحديث
الا ان الكرماني صرح في شرح البخاري بان اما سمعت فهو لما سمع لفظ
الشيخ اي على تقدير ثبوت السماع بلا واسطة على طبق فن الحديث
ثبت اتصال الحديث على مذهب المحدثين فما قيل في قرة العين
العينين على رواية حافظ عصره جلال الدين السيوطي بن اسناده قال
قال سمعت الحسن يقول سمعت عليا كرم الله وجهه انتهى مع انتماكه
بقوله محمد بن الحسن الصيرفي شيخ شيوخه بهذا النص صريح في سماع الحسن من
علي كرم الله وجهه اگر صحيح باشد بايد قدر صحبت معتد بها ثابت نشود
وسخن ما در صحبت معتد بها ست لا نعرف لانه ما يفاد من الفاظ هذه
العبارة الا هذه المقدمات الثلث على تقدير صحة الحديث ما
يثبت من هذا الا سماع الحسن من علي كرم الله وجهه وسماع الحسن بهذا
القدر لا يفيد ولا يثبت الصحبة المعتدة بها وكلامنا في الصحبة

سے سماع واضح نہ ہو تو وہ مرسل ہے۔ مگر جس روایت میں سمعت' حدثنا یا اخبرنا جیسے واضح الفاظ ہوں تو وہ مقبول اور حجت ہے۔ صحیحین اور دوسری کتابوں میں اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ جیسے قتادہ اور دونو سفیان وغیرہ۔ اور یہ حکم اس شخص پر جاری ہو گا جس نے ایک دفعہ تدلس کی ہو۔ مگر صحیحین اور ان جیسی دوسری کتابوں میں "مدلسین عن" کے زمرے میں جو بھی آئے گا' وہ سب سماع کے ثبوت پر محمول ہو گا......انتہی۔

یوں اتصال ثابت اور ارسال منقطع ہوا' سوائے یہ کہ حسن بصری کی حضرت علیؓ سے احادیث کے ارسال کا خواہشمند اب یہ کہے کہ اگر لفظ سماع میں احتمال ہے تو بالواسطہ سماع ناجائز کیوں جبکہ واسطہ چھوڑا گیا ہے۔ اور وہ یہ چاہے کہ لفظ "سماع" عقلی طور پر محتمل ہے نہ کہ محدثین کے ہاں۔ کیونکہ الکرمانی نے "شرح بخاری" میں تصریح کی ہے کہ سمعت سے مراد وہ الفاظ ہیں جو کسی نے اپنے شیخ سے سنے ہوں۔ لہٰذا ایسی صورت میں فن حدیث کے مطابق اور محدثین کے مذہب پر حدیث کا اتصال ثابت ہو جائے گا۔

اور حافظ العصر جلال الدین السیوطیؒ نے "قرۃ العینین" میں اپنی سند اور شیخ الشیوخ محمد بن الحسن السیرنی کے قول سے استشہاد کے ساتھ جو کہا ہے کہ حدیث "**قال سمعت الحسن' یقول سمعت علیا**"... الخ۔ حسن بصری کے حضرت علیؓ سے سماع پر نص صریح ہے' اگر صحیح بھی ہے تو اس کی مقدار سے کوئی قابل ذکر صحبت ثابت نہیں ہوتی' جبکہ اب ہماری گفتگو قابل ذکر (معتد بہا) صحبت کے بارے میں ہے۔ حالانکہ ہم نہیں مانتے' لیکن عبارت کے الفاظ سے تین نقاط سامنے آتے ہیں جن سے حسن بصری کا حضرت علیؓ سے سماع تو ثابت ہوتا ہے مگر حسن بصری کے اتنے سماع سے قابل ذکر صحبت ثابت نہیں ہوتی جبکہ ہماری گفتگو اب سماع اور اتصال سے ہٹ کر قابل ذکر صحبت پر ہے۔

المعتدة بها لا فى السماع والاتصال فالاول ظاهر والثانى يدل على تحقق السماع والاتصال مع عدم تحقق الصحبة المعتدة بها فيعارضه كلامه بهم السابق فى هذا المقام اگر اتصال حسن بصری متحقق مى بود لابد صحبت معتد بها مى بود وچون چنين صحبت منتفى است پس اتصال او منتفى است وان كانت هذه الشرطية ايضا غير معلومة لنا لان تحقق الاتصال لا يستلزم تحقق الصحبة المعتدة بها حتى يلزم من انتفاء الصحبة انتفاؤه كما يفهم من احوال الصحابة ومن عبارات البخارى ومسلم والترمذى وجمهور المحدثين رضى الله عنهم لان هذه العبارة تدل على امرين نفى الاتصال واستلزام تحقق نفى صحبة الصحبة نفى الاتصال الا ان يقال ان مذهبه لمختار السمعانى او لمختار ابو عمر الدانى لان السمعانى شرط فى الاتصال طول الصحبة وابو عمر الدانى شرط فيه معرفة الرواية ولا نعلم ما اراد بالصحبة المعتدة بها الطول او المعرفة فكلامه يحتمل ان يطابق بالسمعانى او بالدانى لكنه صرح فى هذا الكتاب ہر حدیثی کہ از حسن از علی باشد پیش بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داود و غیرہم متصل نیست ولا يخفى ما فيه على من اطلع مذهب البخارى ومسلم وغيرهم من النقاد فى الاتصال بان البخارى شرط فى الاتصال اللقاء ولو مرة واحدة كما قال الشيخ ابن الحجر العسقلانى فى النخبة وشرحها وشرط حمل عنعنة المعاصرة على السماع ثبوت لقائهما اى الشيخ والراوى عنه ولو مرة واحدة ثم

پہلی بات تو صاف ظاہر ہے۔ دوسری بات تحقق سماع اور اتصال مگر "عدم تحقق صحبۃ المعتد ۃ بہا" پر دلالت کرتی ہے۔ مگر یہاں ان کا کلام کلام سابق سے مختلف ہے۔ کہ اگر حسن بصری کا اتصال حضرت مرتضیٰؓ سے ہوا ہو تا تو انہیں قابل ذکر صحبت بھی حاصل ہوئی ہوتی' اور چونکہ اس قسم کی صحبت نہیں ہوئی اس لئے ان کے اتصال کی بھی نفی ہوتی ہے۔ مگر اگر یہ اتصال شرطیہ ہے تو بھی ہمارے لئے غیر معلوم ہے۔ یہ اس لئے کہ اتصال کا تحقق قابل ذکر صحبت کے تحقق کو اس وقت تک مستلزم نہیں جب تک کہ صحبت کے انتفاع سے اس کی نفی لازم نہ آئے۔ جیسا کہ احوال صحابہ اور بخاری 'مسلم' ترمذی اور جمہور محدثین کی عبارات سے پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ یہ عبارت دو امور پر دلالت کرتی ہے: اتصال کی نفی 'اور نفی صحبت کے تحقق سے نفی اتصال کے استلزام پر 'اس لئے

سوال یہ ہے کہ اس کا مذہب السمعانی کا مختار ہے یا ابو عمر الدانی کا۔ السمعانی نے اتصال کے لئے طول صحبت کی شرط عائد کی ہے جبکہ الدانی نے اس میں روایت کی معرفت کی شرط لگائی ہے۔ مگر ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ قابل ذکر صحبت سے اس کی مراد کیا ہے: طول یا معرفت۔ لہٰذا کلام میں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ السمعانی کے مطابق ہے یا الدانی کے۔ لیکن اس کتاب میں اس نے وضاحت کر دی کہ حسن بصری کی ہر روایت جو انہوں نے حضرت علیؓ سے لی بخاری 'مسلم' ترمذی 'ابو داؤد وغیرہ کے نزدیک متصل نہیں ہے' حالانکہ اتصال کے بارے میں بخاری 'مسلم وغیرہ نقادوں کے مذاہب کسی بھی باخبر شخص سے مخفی نہیں۔ بخاری نے اتصال کے لئے ملاقات کی شرط عائد کی' خواہ وہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی شیخ ابن الحجر العسقلانی نے "النخبۃ" اور اس کی شرح میں بیان کیا اور "عنعنۃ المعاصرۃ" کو سماع پر محمول کرنے کے لئے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات کو' خواہ وہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو' شرط بنایا تاکہ باقی

للمتصل الآمن عن باتي معنعنة عن كونه من المراسيل الخفي وهو المختار
تبعا لعلي بن المديني والبخاري وغيرهم من النقاد وبان مسلما يشترط
في الاتصال المعاصرة فقط بل نقل الاجماع في خطبة صحيحه على ان الاسناد
المعنعن له حكم الموصول بسمعته لمجرد كون المعنعن والمعنعن عنه
في عصر واحد وان لم يثبت اجتماعهما كما مر سابقا وقال الشيخ ابن الحجر
في مقام آخر من النخبة وشرحها اما بحسب من حيث الاتصال فلا يشترط
ان يكون الرواة قد ثبت له لقاء من روى عنه ولو مرة اكتفى مسلم
بمطلق المعاصرة انتهى ولما كان احوال اتصال التابعي بالصحابي
بل اتصال رجال الاسناد عن شيوخهم كاحوال اتصال الصحابي بالنبي
صلى الله عليه وسلم كما قال مولانا علي القاري في شرح الشرح للنخبة
ولما اخر الكلام الى ذكر الصحابة فعرفته وكذا اقال في التابعي فاراد
ان يبين معنى الصحابي فيعلم احوال التابعي بالمتصل وقال محمد بن
اسماعيل البخاري رضي الله روحه في صحيحه من صحب النبي صلى الله
عليه وسلم او رآه فهو من الصحابة وقال ابن الحجر في فتح الباري عند
شرح هذه العبارة بعد البتة والتي وقد وجدت ما جزم به البخاري
من تعريف الصحابي في كلام شيخه علي بن المديني فقرات في المستخرج
لابي القاسم بن بشنده الى احمد بن سيار المروزي قال سمعت احمد
بن عتيك يقول قال علي بن المديني من صحب النبي صلى الله عليه وسلم
او رآه ولو ساعة من نهار فهو من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم انتهى

معنعنہ سے انہیں اطمینان ہو جائے کہ کہیں وہ خفی مراسیل میں سے نہ ہوں۔ یہ علی بن المدنی اور بخاری وغیرہ نقادوں کے موقف کے بھی عین مطابق ہے۔ اور اس لئے بھی کہ مسلمؒ نے اتصال میں نہ صرف معاصرت کو شرط قرار دیا ہے بلکہ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے اپنی "صحیح" کے خطبہ میں اس امر پر اجماع بھی نقل کیا ہے کہ معنعن کی اسناد موصول کا حکم رکھتی ہیں بشرطیکہ معنعن اور معنعن عنہ دونو ہمعصر ہوں، قطع نظر اس کے کہ ان کے درمیان ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو۔ شیخ ابن الحجر نے "النخبتہ" اور اس کی شرح میں ایک اور جگہ کہا کہ اتصال کے بارے میں اس کا رجحان اس شرط کی طرف ہے کہ راوی کی ملاقات مروی عنہ سے ثابت ہو اگرچہ ایک ہی دفعہ ہو لیکن مسلم نے مطلق معاصرت ہی پر اکتفا کی ہے......انتہی۔

اب چونکہ ایک تابعی کی ایک صحابی سے اتصال کی شرائط، بلکہ تمام رجال الاسناد کے اپنے اپنے شیوخ سے اتصال کی شرائط، وہی ہیں جو ایک صحابی کی نبی ﷺ سے، جیسا کہ مولانا علی قاری نے شرح "شرح نخبتہ" میں لکھا۔ اس لئے صحابہ کے متعلق جب بات واضح ہو چکی اور تو نے جان لیا کہ ایک تابعی کا معاملہ بھی ان سے ملتا جلتا ہے تو اس (مولف) نے چاہا کہ صحابی کا مفہوم واضح کرے تاکہ تابعی کے احوال بالتفصیل معلوم ہو جائیں۔

محمد بن اسماعیل البخاری نے "اپنی صحیح" میں بیان کیا "جس نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی یا آپ کو دیکھا وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔"

اور ابن الحجر نے "فتح الباری" میں اس عبارت کی تشریح میں کہا کہ صحابی کی تعریف میں بخاری نے اپنے شیخ علی بن المدنی کی جس عبارت سے استدلال کیا ہے میں نے اسے ابو القاسم کی "مستخرج" میں پایا اور پڑھا۔ اس کی سند اس نے احمد بن یسار المزوری تک پہنچائی ہے۔ قال سمعت احمد بن عتیک، یقول قال علی بن المدنی "جس نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی یا آپ کو دیکھا، اگرچہ دن کی ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو، وہ نبی ﷺ کے اصحاب میں سے ہے۔"
.....انتہی۔

وقال القسطلاني في شرح هذه العبارة من صحب النبي صلى الله عليه وسلم
في زمن نبوته ولو ساعة او راه في حال حياته ولو ساعة من المسلمين العقلاء
وقال ابن الحجر في النخبة وشرحها وهو اي الصحابي من لقي النبي صلى الله عليه
وسلم ومات على الاسلام ولو تخللت ردة في الاصح والمراد باللقاء ما هو
اعم من المجالسة والمماشاة ووصول احدهما الى الآخر وان لم يكالمه ويدخل
فيه رؤية احدهما الآخر سواء كان ذلك بنفسه او بغيره انتهى وقال مولانا
على القاري في شرح هذه العبارة اي سواء بالاستقلال بان يقصد رؤيته
عليه السلام او بالتبعية بوسيلة الغير وسواء كان ينظر اليه قصدا او قصد رؤية
غيره وراه تبعا لوقوع نظره اتفاقا من غير قصد والا فالرؤية بالغير لا معنى
له او يقال معناه سواء كان رؤية احدهما بنفسه بان يكون هو نفسه باعثا
على الرؤية او كان بغيره بان يكون الباعث ذلك الغير قال التلميذ قوله لغيره
اي بان يكون صغيرا فيحمل الى النبي صلى الله عليه وسلم انتهى وقال النووي
في شرحه لمسلم في معرفة الصحابي والتابعي هذا الفضل مما يتأكد
الاعتناء به وتمس الحاجة اليه فبه يعرف المتصل من المرسل فاما الصحابي
فكل مسلم راى رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو لحظة هذا هو الصحيح في
حده وهو مذهب احمد بن حنبل وابي عبد الله البخاري في صحيحه والمحدثين
كافة وذهب اكثر اصحاب الفقه والاصول الى انه من طالت صحبته له صلى
الله عليه وسلم قال الامام القاضي ابو بكر بن الطيب الباقلاني لا خلاف
بين اهل اللغة ان الصحابي مشتق من الصحبة جار على كل من صحب غيره قليلا

وكثيرا

اور القسطلانی نے اس عبارت کی شرح میں کہا کہ مسلمان عقلاء میں سے جس نے نبی ﷺ کے زمانہ نبوت میں ایک گھڑی کے لئے آپ ؐ کی صحبت اختیار کی' یا آپ ؐ کو آپ کی حیات طیبہ' میں ایک گھڑی کے لئے دیکھا۔

اور ابن الحجر نے "النخبۃ" اور اس کی شرح میں بیان کیا کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی ﷺ سے ملاقات کی اور اسلام پر مرا' اگرچہ ارتداد بھی خلل انداز ہوا ہو۔ صحیح تر روایت یہی ہے۔ یہاں لقاء سے مراد ایسی ملاقات ہے جو مل بیٹھنے اور اکٹھے چلنے سے عام ہے۔ یہ ایک کا دوسرے کی طرف پہنچنا ہے اگرچہ باہم کلام نہ بھی کیا ہو۔ البتہ اس میں ایک کا دوسرے کو دیکھنا شامل ہے' خواہ بنفسہ یا اس کے بغیر ہو......انتہی۔

مولانا علی قاری نے اس عبارت کی شرح میں لکھا کہ یہ دیکھنا خاص اور بالارادہ ہو یا ضمناً کسی دوسرے کے وسیلے سے ہو۔ یعنی قصد تو کسی اور کے دیکھنے کا تھا مگر اتفاقاً اور غیر ارادی طور پر نظر آپ پر پڑ گئی۔ ورنہ "بغیرہ" کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔ یا اس کا یہ مفہوم لیا جائے گا کہ دونوں میں سے ایک خود رویت کا باعث بنے یا اس رویت کی وجہ کوئی دوسرا ہو۔

"بغیرہ" کے مفہوم میں التلمیذ نے کہا کہ دیکھنے والا چھوٹا ہو اور اسے نبی ﷺ کی طرف لایا گیا ہو......انتہی۔

اور نووی نے "شرح مسلم" میں صحابی اور تابعی کی معرفت میں دلچسپی کو اس کی فضلیت کے پیش نظر بہت اہم قرار دیا ہے' کیونکہ اس سے متصل اور مرسل کے درمیان فرق بھی واضح ہو جاتا ہے۔

ہر ایسا مسلمان صحابی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو' اگرچہ ایک لحظ ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔ یہی اس کی صحیح تعریف ہے۔ اور یہی احمد بن حنبل' ابو عبداللہ البخاری کا "اپنی صحیح" میں اور جملہ محدثین کا مذہب ہے۔ مگر اکثر اصحاب فقہ و اصول اس کے لئے نبی ﷺ سے ایک طویل صحبت کی طرف گئے ہیں۔

امام قاضی ابو بکر ابن الطیب الباقلانی کا کہنا ہے کہ اہل لغت کے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ "صحابی" صحبت سے مشتق ہے اور ہر اس شخص پر اس کا اطلاق ہو گا جس نے اپنے غیر کی تھوڑی یا زیادہ صحبت اختیار کی ہو۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے

وكثر انتقال صحبته شهرا او يوما او ساعة وقال هذا يوجب في حكم اللغة اجراء
هذا يوجب على من صحب النبي صلى الله عليه وسلم ولو ساعة هذا هو الاصل
قال ومع هذا فقد تقرر للامة عرف في انهم لا يستعملون الا فيمن كثرت صحبته
واتصل لقاؤه ولا يجري ذلك على من لقي المرء ساعة ومشى معه خطوات
وسمع منه حديثا فوجب ان لا يجري في الاستعمال الا من هذا حاله هذا كلام
القاضي المجمع على امامته وجلالته وفيه تقرير للمذهبين ويستدل به على ترجيح
مذهب المحدثين فان هذا الامام قد نقل عن اهل اللغة ان الاسم يتناول
صحبته ساعة او اكثر واهل الحديث قد نقلوا الاستعمال في الشرع والعرف
على وفق اللغة فوجب المصير اليه والله اعلم اما التابعي ويقال فيه التابع
فهو من لقي الصحابي وقيل من صحبه كالخلاف في الصحابي والاكتفاء هنا
بمجرد اللقاء اولى نظرا الى مقتضى اللفظين انتهى كلامه وقال الكرماني في
شرح تعريف الصحابي للبخاري والطبقة الثانية تسمى بالتابعي وهو
مسلم راى صحابيا والطبقة الثالثة تبع التابعي وهو مسلم راى تابعيا انتهى
فان قيل بان ابن الجوزي ذكر في التلقيح عن سعيد ابن مسيب انه لا يسمى لفظ
الصحابي الا على من غزا او اقام سنة او سنتين مع رسول الله صلى الله
عليه وسلم فالصحابي لا يكون صحابيا الا من له الصحبة المعتدة بها فكذا
حال التابعي وتبع التابعين لان احوال الصحابي مقياس ومنبع يقال اولا
ان ابن الجوزي ما قنع بهذه الرواية فقط لصحيح الاستدلال بل ذكر الروايات
المعتمدة بخلافه فسنده فينبغي لنا ولكم ان يلاحظ اولا جميع عبارة ابن

کہ میں نے اس کی ایک ماہ' ایک دن یا ایک لحظ کے لئے صحبت اختیار کی۔ لغوی اعتبار سے یہ ایسے شخص پر صادق آتا ہے جس نے نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی اگرچہ ایک لحظ ہی کے لئے ہو۔ یہی اس کی حقیقت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس کے باوجود امت میں معروف یہی ہے کہ اس کا استعمال کثرت صحبت اور ملاقات مسلسل کے علاوہ نہ کیا جائے۔ اور اس لفظ کا اطلاق ایسے شخص پر نہیں ہوگا جو کسی سے گھڑی بھر کے لئے ملے' اس کے ساتھ چند قدم چلے یا اس سے ایک حدیث سنے' اس لئے ضروری ہے کہ ان حالات میں اس کا استعمال نہ کیا جائے۔

یہ اس قاضی کا کلام ہے جس کی امامت اور عظمت پر اجماع ہے۔ گو اس میں دونو مذاہب کا ذکر ہے لیکن اس سے مذہب محدثین کی ترجیح پر استدلال کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس امام نے اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ یہ اسم پل بھر یا اس سے زیادہ صحبت پر مشتمل ہے جبکہ حدیث کے علماء نے اس کا شرعی اور عرفی استعمال نقل کیا ہے جو کہ لغت کے مطابق ہے۔ لہٰذا اس کی طرف رجوع لازم ہے۔ واللہ اعلم۔

تابعی اسے کہا جاتا ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے صحابی کی صحبت اختیار کی ہو۔ تعریف صحابی میں اختلاف ہے' لہٰذا یہاں صرف ملاقات ہی پر اکتفا کرنا الفاظ کے تقاضوں کے پیش نظر اولیٰ ہے......انتہی۔

بخاری کی تعریف صحابی کی شرح میں الکرمانی نے کہا کہ دوسرے طبقہ کو تابعی کہا جاتا ہے اور وہ ایسا مسلمان ہے جس نے صحابی کو دیکھا ہو۔ جبکہ تیسرا طبقہ تبع تابعین کا ہے یعنی ایسا مسلمان جس نے تابعی کو دیکھا ہو......انتہی۔

اگر کہا جائے کہ ابن جوزی نے "التلقیح" میں سعید ابن مسیب سے نقل کیا کہ لفظ صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہوگا جس نے غزوات میں حصہ لیا ہو اور ایک یا دو سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہو۔ کیونکہ ایک صحابی اس وقت تک صحابی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی صحبت قابل ذکر نہ ہو۔ اور چونکہ ایک صحابی کے احوال معیار اور لائق اتباع ہیں اس لئے یہی حال تابعی اور تبع تابعی کا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے:

ابن جوزی نے اپنے استدلال کی صحت کے لئے صرف اس روایت پر قناعت نہیں کی بلکہ اس کے برخلاف اس نے دیگر قابل اعتماد روایات بھی سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔ لہٰذا ہمارے اور آپ کے لئے ابن جوزی کی پوری عبارت کا جائزہ لینا مناسب ہوگا جو اس

الجوزي الحق وردت في التلقيح فيستدل بها فلهذا انقل عبارة التلقيح تماما ليحصل مجال الاستدلال بل المستدل بالتفصيل والتنقيح ويظهر مجال الاخذ الصحيح المعتد بها في الصحابة والتابعين بالتصحيح على طريق الثقات في النقل

في هذا الفصل في بيان المستحق تسمية الصحابة كان سعيد بن المسيب لا يعد الصحابة الا من اقام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة او سنتين وغزا معه غزوة او غزوتين قال الواقدي ورايت اهل العلم يقولون كل من راى رسول الله صلى الله عليه وسلم وادرك الحلم فاسلم وعقل امر الدين ورضيه فهو عندنا ممن صحب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو ساعة من نهار وروى عبدوس بن مالك العطار قال سمعت ابا عبد الله احمد بن حنبل يقول كل من صحب سنة او شهرا او يوما او ساعة او راه فهو من الصحابة وروى الفربري عن البخاري قال من صحب النبي صلى الله عليه وسلم او راه من المسلمين فهو من الصحابة انتهى وثانيا بانه صرح النواوي في التقريب عن سعيد ابن المسيب انه كان لا يعد صحابيا الا من اقام مع رسول الله صلى الله عليه وسلم سنة او سنتين او غزا معه غزوة او غزوتين فان صح فضعيف فان مقتضاه ان لا يعد جرير البجلي وشبهه صحابيا ولا خلاف انهم صحابة انتهى وقال الحافظ شيخ الاسلام ابو الفضل عبد الرحيم زين الدين العراقي في شرح الالفية ولا يصح هذا عن ابن المسيب وقال الامام المتقن ابن الصلاح في علوم الحديث بعد ذكر قول سعيد ابن المسيب وكان المراد بهذا ان صح عنه راجع الى المحكي عن الاصوليين

ولكن

نے "التلقیح" میں درج کی ہے تاکہ اس سے استدلال کیا جاسکے اور مستدل کی حالت بالتفصیل اور بالتحقیق معلوم ہوسکے۔ نیز ثقہ نقادوں کے طریقہ پر صحابی اور تابعی کی قابل ذکر صحبت کا حال بھی کھل کے سامنے آجائے۔ لہٰذا یہ فصل لفظ "صحابی" کے استحقاق کے بارے میں ہے۔

صحابی سعید بن المسیب صرف اسے صحابی شمار کرتے ہیں جس نے ایک یا دو سال تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا ہو' یا آپؐ کے ہمراہ ایک یا دو غزوات میں حصہ لیا ہو۔

واقدی کا کہنا ہے کہ میں نے اہل علم کو یہ کہتے سنا کہ ہر وہ شخص جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا' بالغ ہو کر اسلام قبول کیا اور دین میں سوجھ بوجھ رکھتے ہوئے اس پر راضی ہوا۔ ہمارے نزدیک وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اختیار کی اگرچہ دن کی ایک ساعت ہی ہو۔

عبدوس بن عبد المالک عطار نے کہا میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ جس نے بھی ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک گھڑی کے لئے آپؐ کی صحبت اختیار کی یا آپؐ کو دیکھا وہ ان کے اصحاب میں سے ہے۔

اور الفربری نے بخاری سے روایت کیا کہ مسلمانوں میں سے جس نے بھی نبی ﷺ کی صحبت اختیار کی یا آپؐ کو دیکھا وہ آپ کے اصحاب میں سے ہے۔۔۔۔۔ انتہی

نودی نے "التقریب" میں اس کی تصریح سعید بن مسیب کے حوالے سے یوں کی کہ وہ صحابی نہیں مانتے سوائے ایسے شخص کو جس نے ایک یا دو سال رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں گزارے ہوں یا آپ کے ساتھ ایک یا دو غزوات میں حصہ لیا ہو۔ اگر یہ صحیح بھی ہے تو ضعیف ہے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ جریر البجلی اور ان جیسے دوسرے صحابی بھی صحابی شمار نہیں ہوں گے۔ حالانکہ ان کے صحابی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔۔۔۔۔ انتہی

حافظ شیخ الاسلام ابوالفضل عبدالرحیم زین الدین العراقی نے "شرح الفیتہ" میں کہا کہ ابن مسیب سے یہ قول صحیح نہیں ہے۔

امام المتقن ابن الصلاح نے "علوم الحدیث" میں سعید بن مسیب کا قول نقل کرنے کے بعد کہا کہ گویا "ان صح عنہ" سے ان کی مراد ہے کہ اصحاب اصول

ولكن بناء عبارته ضيق يجب ان لا يعد من الصحابة جرير بن عبد الله
البجلي ومن شاكله فقد ظاهر ما اشترط فيهم ممن لا يعرف خلافا ان عدة من
الصحابة وروينا عن شعبة عن موسى السبلاني واثنى عليه خيرا قال
اتيت انس بن مالك فقلت هل بقي من اصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم احد غيرك فقال بقي ناس من الاعراب قد رأوه واما
من صحبه فلا وعن ابي امامة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال طوبى
لمن رآني وطوبى سبع مرات لمن لم يرني وامن بي رواه احمد وقال السيوطي
في رسالة اتحاف الفرقة قال الدارقطني حدثنا علي بن عبد الله بن
مبشر ثنا احمد بن سنان ثنا يزيد بن هارون اخبرنا حميد الطويل عن
الحسن قال قال علي ان وسع الله عليكم فاجعلوه صاعا من بر وغيره يعني
زكوة الفطر اعلموا ان هذه الاحاديث متصلة عند الدارقطني لان
الامام الحافظ ابو الحسن علي بن عمر الدارقطني بين اتصال الحسن عن علي
كرم الله وجهه في العلل في مسند ابي هريرة وسئل عن حديث الحسن
عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افطر الحاجم و
المحجوم فقال يرويه اختلف فيه على الحسن فرواه قتادة من رواية سلام
بن ابي مطيع عن ابي عروبة عن قتادة عن الحسن و ابو قزعة من رواية ابن
جريج عنه ويونس بن عبيد من رواية عبد الوهاب الثقفي ومحمد بن راشد
عن يونس عن الحسن عن علي بن ابي طالب قاله ابن القوهي عن ابيه عن شعبة
عن يونس وخالفهم عبيد الله بن تمام فقال عن يونس عن الحسن عن اسامة

کے مقرر کردہ قوانین کی طرف رجوع کیا جائے۔ لیکن اس کی عبارت میں تنگی ہے جس سے اکثر صحابہ کی غیر اختلافی صحابیت کے باوجود اس شرط کی ظاہری صورت سے جریر بن عبداللہ البجلی اور ان جیسوں کو صحابہ میں شمار نہ کرنا لازم آتا ہے۔

اور ہم نے شعبہ سے موسیٰ السیلانی کی سند سے روایت بیان کی' اور اس نے اس کی بڑی تعریف کی ہے' کہ میں انس بن مالک کے پاس گیا اور ان سے پوچھا "کیا آپ کے علاوہ کوئی اور صحابی رسول اللہ ﷺ بھی باقی (زندہ) ہیں؟" تو انہوں نے جواب دیا "اعرابیوں میں سے کچھ لوگ باقی ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا ہے۔ البتہ جنہیں آپ کی صحبت نصیب تھی وہ موجود نہیں۔"

اور ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس نے مجھے دیکھا اس کے لئے خوشخبری ہے اور سات گنا خوشخبری اس کے لئے ہے جس نے مجھے دیکھا تو نہیں مگر مجھ پر ایمان لایا" روایت کیا اسے احمد نے۔

السیوطی نے رسالہ "اتحاف الفرق" میں نقل کیا: قال الدار قطنی' حدثنا علی بن عبداللہ بن مبشر' ثنا احمد بن سنان' ثنا یزید بن ہارون' اخبرنا حمید الطویل' عن الحسن' قال قال علی "اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے گنجائش پیدا فرمائی ہے کہ تم گندم وغیرہ کا ایک صاع فطرانہ دیا کرو۔" یاد رہے کہ دار قطنی کے ہاں یہ حدیث متصل ہے۔ کیونکہ امام حافظ ابو الحسن علی بن عمر الدار قطنی نے "العلل" میں ابی ہریرہ کی مسند میں حسن بصری کا حضرت علیؓ سے اتصال ثابت کیا ہے لیکن جب آپ سے حسن بصری کی ابی ہریرہ سے مروی اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا: قال قال رسول اللہ ﷺ افطر الحاجم والمحجوم' تو انہوں نے جواب دیا کہ اس روایت میں حضرت علیؓ نے حسن بصری سے اختلاف کیا ہے۔

اسی روایت کو قتادہ نے یوں روایت کیا: سلام بن ابی جبیرہ' عن عروبۃ' عن قتادہ' عن الحسن وابو قزعۃ' من روایتہ ابن جریج عنہ ویونس بن عبید من روایتہ عبدالوہاب الثقفی ومحمد بن راشد' عن یونس' عن الحسن' عن علی بن ابیطالبؓ۔ قالہ ابن القوہی' عن ابیہ' عن شعبتہ' عن یونس۔

جبکہ عبداللہ بن تمام نے ان کی مخالفت کی اور کہا عن یونس' عن الحسن' عن اسامہ بن زید۔

اور روایت کیا اسے عطاء بن السائب وعاصم الاحول نے عن الحسن'

بن زيد ورواه عطاء بن السائب وعاصم الاحول عن الحسن عن معقل
ابن يسار وابو حمزة عن الحسن عن غير واحد من اصحاب النبي صلى الله عليه
وسلم فان كان حفظه فقد صحت الاقاويل كلها عن الحسن ورواه مطر
الوراق عن الحسن عن علي بن ابي طالب وقيل عن مطر عن الحسن عن ابن
شداد بن اوس قال المغيرة بن مسلم حدثنا محمد بن هارون المقري ثنا
هلال بن شريح وحدثنا محمد بن هارون الحضرمي ثنا محمد بن عمرو بن ابي مذعور
ح حدثني قاسم بن اسماعيل وابن مجلد قالا حدثنا حفص ابن عمر
الرماني قال حدثنا الثقفي عبد الوهاب حدثني يونس عن الحسن عن ابي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افطر الحاجم والمحجوم قال الرماني
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والله اعلم بالصواب انتهى وقال
الشيخ ابن الحجر العسقلاني في فتح الباري في شرح عبارة صحيح البخاري
الذي وقع في باب الحجامة والقي للصائم ويروي عن الحسن عن غير واحد
مرفوعا افطر الحاجم والمحجوم فوله ويروي عن الحسن الخ وعند النسائي من
طريق عن ابي حرة عن الحسن به وقال علي ابن المديني روى يونس عن الحسن
حديث افطر الحاجم الحجام والمحجوم عن ابي هريرة ورواه قتادة عن الحسن
عن ثوبان ورواه عطاء ابن السائب عن الحسن عن معقل ابن يسار
ورواه مطر عن الحسن عن علي ورواه اشعث عن الحسن عن اسامة
انتهى وقال النواوي قال في شرح الخطبة لصحيح مسلم وكذا قال وحدث
وذكر وشبهها فكله محمول على السماع والاتصال انتهى وقال ابن الاثير

قال في

عن المعقل ابن یسار وابو ضمرۃ ' عن الحسن ' عن نبی ﷺ کے کئی اصحاب۔
اگر مذکورہ بالا حضرات کا شمار حفاظ حدیث میں ہے تو پھر حسن بصری کے تمام اقوال بلاشبہ صحیح ہیں۔
اور مطر الوراق نے اسے عن الحسن ' عن علی بن ابیطالب رضی روایت کیا۔
اور کہا گیا ہے کہ عن مطر ' عن الحسن ' عن ابن شداد بن اوس۔
اور اسے مغیرہ بن مسلم نے یوں روایت کیا: ثنا محمد بن ہارون الحضری ' ثنا ہلال ' حدثنا محمد بن ہارون الحضری ' ثنا ہلال بن شریح ' اور
حدثنا محمد بن ہارون الحضری ' ثنا محمد بن عمرو بن ابی مذعور ' اور
حدثنی قاسم بن اسمٰعیل وابن مجلد ' قالا حدثنا حفص ابن عمر الرمانی ' قال حدثنی عبد الوہاب ' حدثنی یونس ' عن الحسن ' عن ابی ہریرہ ' قال: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "افطر الحاجم والمحجوم" قال الرمانی عن رسول اللہ ﷺ واللہ اعلم بالصواب ۔۔۔۔۔ انتہی
شیخ ابن الحجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں "صحیح بخاری" کی اس عبارت کی شرح میں لکھا جو کہ باب "الحجامۃ والقئی للصائم" میں مذکور ہے۔ حسن بصری نے "افطر الحاجم والمحجوم" روایت ایک سے زیادہ لوگوں سے مرفوعا بیان کی۔
اور النسائی نے اسے عن ابی حرۃ عن الحسن اسناد سے روایت کیا۔
اور علی ابن المدینی نے کہا کہ "افطر الحاجم والمحجوم" والی روایت یونس نے عن الحسن ' عن ابی ہریرہ اسناد سے بیان کی۔
اور قتادہ نے اسے عن الحسن ' عن ثوبان ۔۔۔۔۔ عطاء ابن السائب نے عن الحسن ' عن معقل ابن یسار ۔۔۔۔۔ مطر نے عن الحسن ' عن علیؓ ۔۔۔۔۔ اور اشعث نے اسے عن الحسن ' عن اسامۃ اسناد سے روایت کیا ۔۔۔۔۔ انتہی
اور نووی نے "صحیح مسلم" کے خطبہ کی شرح میں لکھا" قال "" حدث " "ذکر" اور اس سے ملتے جلتے تمام الفاظ سماع اور اتصال پر محمول ہیں ۔۔۔۔۔ انتہی
ابن الاثیر نے "اصول جامع الاصول" میں لکھا کہ لفظ "حدث" کا

قال في اصول جامع الاصول راوي الحديث لا يخلو في اخذ الحديث
من طرق ست الاول وهي العليا قراءة الشيخ في معرض الاخبار ليروي
عنه وذلك تسليط منه للراوي على ان يقول حدثنا واخبرنا وقال فلان
وسمعته يقول انتهى وقال الحافظ السيوطي في رسالته قال السلمي ورثنا ابن
مرزوق ثنا عمرو بن ابي رزين ثنا سالم بن حسان عن الحسن عن علي
قال السيوطي في مسند الذكر وصوره ومن اقوال الائمة التي تقدم ذكرها
في الاتصال ان الاحاديث التي ذكرها النسائي والسلمي وسنن الدار
قطني والخطيب وابن الاثير برواية الحسن عن علي كرم الله وجهه اي
صدرت بالعنعنة متصل عند الامام احمد بن حنبل لانه معنعن وكل
معنعن عنده متصل وعند مسلم والترمذي والجمهور ايضا كما في
النخبة وشرحها لمولانا علي القاري في شرطه المعاصرة سواء ثبت اللقاء
بينهما ام لا عند الجمهور محمول على السماع فان الحسن وعليا كانا في عصر
واحد لا ريب فيه انتهى ولا شك ان مسلما ادعى اجماع العلماء
قديما وحديثا على ان المعنعن وهو الذي فيه فلان عن فلان محمول على
الاتصال والسماع اذا امكن تلاقي من اضيفت العنعنة اليه وعند
البخاري ايضا بعد ملاحظة قول الامام المحدث ابي بكر محمد بن الحسن الصيرفي
وايضا المقدسي والقول الاخير لابن حجر والشيخ صفي الدين المشهور
بالقشاشي والشيخ ابراهيم الكردي رحمهم الله تعالى لان اللقاء مرة واحدة
شرط عند امام المحدثين محمد بن اسماعيل البخاري وان اعتبار البخاري

راوی حدیث حاصل کرتے وقت چھ چیزوں سے خالی نہیں ہوتا' جن میں سے پہلی اور سب سے اہم بات معرض اخبار میں مروی عنہ کے لئے قرات شیخ ہے۔ اور اس کی طرف سے راوی کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ حدثنا' اخبرنا' قال فلاں' سمعتہ یقول الفاظ کہے.......انتہی۔

اور حافظ السیوطی نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ الطحاوی نے کہا ثنا ابن مرزوق' ثنا عمرو بن ابی زرین' ثنا ساد بن حسان' عن الحسن' عن علی: آپ نے کہا: "مس ذکر سے وضو لازم نہیں ہے"۔

مذکورہ بالا ائمہ کے اقوال کا لب لباب اتصال ہی ہے۔ (کیونکہ) وہ تمام احادیث جو النسائی' الطحاوی' الدار قطنی' خطیب اور ابن الاثیر نے حسن بصری سے عن علیؓ بطور عنعنہ بیان کیں وہ تمام احمد بن حنبل کے نزدیک متصل ہیں کیونکہ ان کے ہاں تمام معنعن متصل ہیں۔ نیز جیسا کہ "النخبۃ" اور اس کی مولانا علی قاری کی شرح سے مفہوم نکلتا ہے کہ تمام "عنعنۃ المعاصرۃ" ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو' جمہور کے ہاں سماع ہی پر محمول ہیں اور حسن بصری اور حضرت علیؓ بلاشبہ ہمعصر ہیں۔ لہٰذا یہ مسلم' ترمذی اور جمہور کے ہاں بھی متصل ہیں...... انتہی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ (امام) مسلمؒ نے اس معاملے میں علماء قدیم و جدید کے اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ ایسی "معنعن روایت" جس میں فلاں عن فلاں ہو اور "معنعن منہ" سے ملاقات کا امکان بھی ہو تو وہ سماع اور اتصال ہی پر محمول ہے۔

اسی طرح محدث امام ابوبکر بن حسن الصیرفی' ضیاء المقدسی' ابن الحجر کا آخری قول' شیخ صفی الدین المشہور بہ القشاشی اور شیخ ابراہیم الکردی کے اقوال کے پیش نظر امام بخاری کے نزدیک بھی یہ (حدیث) متصل ہے کیونکہ امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری کے ہاں ایک دفعہ ملاقات شرط ہے۔ اور اگر اس بات کا اعتبار کیا جائے کہ امام بخاری نے صحت حدیث کے ضمن میں اصولی طور پر ملاقات کی شرط عائد نہیں کی بلکہ انہوں نے "اپنی صحیح" میں اسے مشروط

لم يشترط اللقاء في اصل صحة الحديث بل اشترط في صحيحه كما تقدم من
عبارة الحافظ جلال الدين السيوطي في تدريب الراوي شرح تقريب
النواوي ومنهم من يشترط اللقاء وحده وهو قول البخاري وابن المديني
الا انه ما شرط ذلك في اصل الصحة بل التزمه في جامعه وابن المديني
يشترط فيهما فيكون مقتضيا عند البخاري ثبوت الاول لذلك في الثاني
كثرة الاحاديث التي روى الحسن عن امير المؤمنين علي المرتضى كرم
الله وجهه فارجع الى كتب الجوامع والمسانيد
و . . . . اما اتصال الحديث المروية عن الحسن عن
علي كرم الله وجهه بسبب المعاصرة واللقاء عند الحفاظ والمحدثين رحمهم الله
فاراد المحدث المشتهر بفخر الدين ان يبين احوال الاشخاص الذين ينكرون
السماع فوجد بعد التتبع والتفحص ان زمرة ينكرون السماع بان ينسبون عدم
السماع الى انفسهم ويعبرون بلفظ ما عرفنا وما نعرف . . . سماعا
الحسن عن علي كرم الله وجهه فلا يلزم من عدم سماعهم سماع الحسن عدم اللقاء
او عدم السماع في نفس الامر اذ ان يقال ان كان سماع الحسن في نفس
الامر فيسمعون البتة والا فلا فاما وتعليل مثل ابا البطلان وجريا بالكذب
والبهتان على القائلين بالسماع كعلامة زمان واعجوبة الزمان
احمد بن التيمية الحنبلي ومن تبعه رحمهم الله تعالى وانتهى عبارته انتهى وبت
على انكار السماع بل على بطلان اجتماع الحسن بعلي كرم الله وجهه
اقوال السلف الصالح ليتضح جلالة علمه ونور فضله في تحقيقه وتنقيده

الاكتفاء

کیا ہے۔ جیسا کہ حافظ جلال الدین السیوطی کی "تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی" سے مفہوم نکلتا ہے۔

"ومنهم من يشترط اللقاء وحدة وهو قول البخاری وابن المدنی الا انه لا يشترط ذلک فی اصل الصحة بل الزمة فی جامعة وابن المدنی يشترط فيهما فيكون متصلا عند البخاری بالطريق الاولی"

اور اگر آپ امیرالمومنین علی المرتضیٰؓ سے حسن بصری کی روایت کردہ احادیث بکثرت جاننا چاہتے ہیں۔ تو "جوامع" اور "مسانید" کی طرف رجوع کریں۔

الباب الرابع حضرت علیؓ اور حسن بصری میں سماع کے منکرین۔

جب حفاظ اور محدثین کے نزدیک معاصرت اور ملاقات کی بدولت حضرت علیؓ سے حسن بصری کی مروی احادیث کا اتصال ثابت ہو چکا تو محمد المعروف بہ فخرالدین نے چاہا کہ ان لوگوں کے احوال بھی بیان کر دے جو اس سماع کا انکار کرتے ہیں۔ بڑے ہی کھوج اور کرید کے بعد اس نے ایک چھوٹی سی جماعت کو پایا جو مذکورہ سماع کے منکر ہیں' اور وہ بھی اس طرح کہ وہ عدم سماع کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں اور ماعرفنا' لانعرف' ماسمعنا سماع الحسن عن علیؓ جیسے الفاظ سے اس کی تعبیر کرتے ہیں۔ درحقیقت ان کے عدم سماع سے نہ تو حسن بصری کا عدم سماع ہی لازم آتا ہے اور نہ عدم لقاء۔ بات دراصل اتنی ہے کہ اگر تو حسن بصری کا سماع ان کی طرف منسوب ہے اور انہوں نے سنا ہے اتو سماع ہے) ورنہ نہیں۔ لہٰذا تو غور کر۔

علامہ دوران' اعجوبۃ الزمان احمد بن التیمیۃ الحنبلی اور آپ کے متبعین گنتی کے چند اشخاص ہیں جو قائلین سماع کے بطلان اور ان کی تکذیب اور بہتان تراشی پر مصر ہیں۔ (لہٰذا) اب ہم منکرین سماع بلکہ حضرت علیؓ سے حسن بصری کے اجتماع و ملاقات کے بطلان پر دلالت کرنے والی ان کی اپنی عبارات کی وضاحت میں سلف صالحین کے اقوال پیش کرتے ہیں تاکہ ان کی علمیت کا جلال' وفور فضل اور عقیدہ کی کجی واضح ہو جائے۔ ان کے ایک ہی قول پر اکتفا کی جائے

الا كشفاً بعوره فقط قال الشيخ الامام ابو الفضل ابن الحجر رضه في المجلد
الاول من الدرر الكامنة في احوال ابن التيمية غفر الله له بعد ذكر ما فيه
من انه لانه يحرمه زيارة قبر النبي صلى الله عليه وسلم وتخطئته امير المؤمنين عثمان
بن عفان رضه بحب المال ويقول بعدم صحة اسلام علي كرم الله وجهه
لكونه صبيا ورد الاحاديث الموجودة في السنن وان كانت ضعيفة و
واختلاف علماء الكرام في حقه انا لا نعتقد فيه عصمة بل انا نخالفه في
مسائل اصلية وفرعية وقال الذهبي رحمه في التاريخ بعد ذكر فضائله فهو
بشر له ذنوب وخطاء وقال الامام اليافعي روح الله روحه في عبرة
اليقظان زيادة على ذلك قال اوحد الزمان ابن تيمية الحنبلي غفر الله
له في منهاج السنة قال الرافضي واما علم الطريقة فاليه ينسب فان الصوفية
كلهم يسندون الخرقة اليه والجواب ان يقال اولا اما اهل المعرفة وحقائق
الا بما فيه المشهورون في الامة بلسان الصدق فكلهم متفقون على تقديم
ابي بكر وانه اعظم الامة في الحقائق الايمانية والاحوال العرفانية واين
من يقدمونه في الحقائق التي هي افضل الامور عند من ينتسب
اليه لباس الخرقة فقد ثبت في الصحيحين عن النبي صلى الله عليه
وسلم انه قال ان الله لا ينظر الى صوركم واموالكم وانما ينظر الى قلوبكم
واعمالكم فاين حقائق القلوب من لباس الابدان يقال ثانيا الخرقة
متعددة اشهرها خرقتان خرقة الى عمر وخرقة الى علي فخرقة عمر رض لها
اسناد الى اويس القرني واسناد الى ابي مسلم الخولاني واما الخرقة

گی۔

شیخ امام ابوالفضل ابن الحجر نے "الدرر الکامنۃ" کی جلد اول میں ابن التیمیہ کے احوال میں ان کے اوصاف اور ان کی کوتاہیوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کی حرمت' امیرالمومنین عثمانؓ کی مال سے محبت' کم سنی کے باعث حضرت علیؓ کے صحت ایمان میں خلل' اور سنن میں موجود ایسی احادیث کا رد جو یا تو ضعیف ہوں یا علماء کرام کا ان کے بارے میں اختلاف ہو۔ لہٰذا ہم ان کی عصمت کے ہرگز معتقد نہیں بلکہ اصولی اور فروعی مسائل میں ان سے اختلاف کرتے ہیں۔

آپ کے فضائل بیان کرنے کے بعد الذہبی نے "التاریخ" میں تحریر کیا "وہ بشر ہیں' ان کے گناہ بھی ہیں اور خطائیں بھی۔"

امام الیافعیؒ نے "عبرۃ الیقظان" میں اس سے بھی زیادہ لکھا کہ اوحد الزماں ابن تیمیۃ الحبلی نے "منہاج السنۃ" میں بیان کیا کہ ایک رافضی کا کہنا ہے کہ علم طریقت ان (حضرت علیؓ) کی طرف منسوب ہے' کیونکہ تمام صوفیاء خرقہ کو ان ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے جواب کئی ہیں:-

اول: تمام معرفت و حقائق ایمانیہ کے اہل' جو صدق لسانی میں ساری امت میں مشہور ہیں' حضرت ابوبکرؓ کی تقدیم پر متفق ہیں کہ آپؓ افضل الامور حقائق ایمانیہ اور احوال عرفانیہ میں ساری امت سے افضل و اعظم ہیں۔ ان کو مقدم سمجھنے والے کہاں اور خرقہ کو ان (حضرت علیؓ) کی طرف منسوب کرنے والے کہاں! صحیحین سے ثابت ہے عن النبی ﷺ: انہ قال "اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا' وہ تو تمہارے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔" لہٰذا قلبی حقائق کی جسم کے ظاہری لباسوں سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

دوسرے: کہا جا سکتا ہے کہ خرقے کئی ہیں' جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں۔ پہلا جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے اور دوسرا جو حضرت علیؓ کی طرف۔ حضرت عمرؓ والے خرقے کی پھر دو نسبتیں ہیں۔ ایک اویس القرنی کی طرف اور دوسری ابومسلم الخولانی کی طرف۔ ادھر حضرت علیؓ والے خرقے کی نسبت حسن

الى علي كرم الله وجهه فاسنادها الى الحسن البصري والمتاخرون صاروا
يصلونها بمعروف الكرخي فان الجنيد صحب السري والسري صحب
المعروف الكرخي بلا ريب واما الاسناد من جهة معروف فمنقطع
فتارة يقولون ان معروفا صحب علي ابن موسى الرضا وهذا باطل قطعا
لم يذكره المصنفون لاخبار معروف بالاسناد الثابت المتصل كابي
نعيم وابي الفرج ابن الجوزي في كتابه الذي صنفه في فضائل معروف
ومعروف كان منقطعا في الكرخ وعلي بن موسى كان المامون قد
جعله ولي العهد بعده وجعل شعاره لباس الخضرة ثم رجع عن ذلك واعاد
شعار السواد ومعروف لم يكن ممن يجتمع بعلي بن موسى ولا نقل عنه ثقة
انه اجتمع به او اخذ شيئا بل ولا يعرف انه راه ولا كان معروف بوابه
ولا اسلم على يديه فهذا الكلام كذب واما الاسناد الآخر فيقولون ان معروفا
صحب داود الطائي وهذا ايضا لا اصل له وليس في اخباره المعروفة
ما يذكر فيها اخذه عن داود الطائي شيئا وانما نقل عنه انه اخذ عن بكر بن
خنيس العابد الكوفي وفي اسناد الخرقة ايضا ان داود الطائي صحب
حبيب العجمي وهذا ايضا لم يعرف له حقيقة وفيها ان حبيبا العجمي صحب
الحسن البصري وهذا صحيح فان الحسن كان له اصحاب كثيرون مثل
ايوب السختياني ويونس بن عبيد وعبد الله بن عون ومثل محمد
بن واسع ومالك بن دينار وحبيب العجمي وفرقد السبخي وغيرهم من
عباد اهل البصرة وفي الخرقة ان الحسن صحب عليا وهذا باطل باتفاق

بصری کی طرف ہے جبکہ متاخرین اسے معروف الکرخی تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ جنید یقیناً سری کی صحبت میں رہے اور معروف کرخی سے سری کی مصاحبت میں کوئی شبہ نہیں۔ البتہ معروف سے آگے یہ نسبت منقطع ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ معروف کی صحبت علی بن موسیٰ رضا سے ہے جو قطعی طور پر باطل ہے کیونکہ معروف کے احوال لکھنے والوں نے ثابت اور متصل اسناد سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ مثلاً ابو نعیم' اور ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب جو انہوں نے معروف کے فضائل میں لکھی کہا کہ یہ (معروف کرخی) کرخ ہی کے ہو کے رہ گئے تھے۔
علی بن موسیٰ کو جب مامون نے اپنا ولی عہد نامزد کیا تو انہوں نے سبز لباس زیب تن کر لیا' مگر پھر اسے چھوڑ کے سیاہ لباس کو دوبارہ اپنا معمول بنا لیا۔ علی بن موسیٰ سے معروف کبھی نہیں ملے اور نہ کسی معتبر ناقل نے نقل ہی کیا ہے کہ وہ ان سے کبھی ملے ہوں یا ان سے کچھ حاصل ہی کیا ہو۔ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے انہیں دیکھا بھی ہو۔ نہ تو معروف ان کے دربان تھے اور نہ ہی انہوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔

ایک اور سند سے کہتے ہیں کہ معروف' داؤد الطائی کی صحبت میں رہے۔ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ اور نہ ہی ان کے مشہور احوال میں مذکور ہے کہ انہوں نے داؤد طائی سے کچھ اخذ کیا ہو۔ البتہ ان کا بکر بن خنیس العابد الکوفی سے استفادہ کرنا منقول ہے۔

خرقہ کی اسناد میں یہ بھی ہے کہ داؤد طائی' حبیب عجمی کی صحبت میں رہے۔ مگر اس بات کی حقیقت بھی معلوم نہیں۔

اور اسی میں ہے کہ حبیب عجمی' حسن بصری کی صحبت میں رہے۔ یہ صحیح ہے' کیونکہ حسن بصری کے اصحاب کی تعداد کثیر تھی۔ مثلاً اہل بصرہ میں ایوب السختیانی' یونس بن عبید' عبداللہ بن عوف' محمد بن واسع' مالک بن دینار' حبیب عجمی' فرقد السبخی' وغیرہ۔

خرقہ کے بارے میں یہ بھی ہے کہ حسن بصری حضرت علیؓ کی صحبت میں رہے مگر اہل معرفت اس کے بطلان پر متفق ہیں۔ ان کا تو اس بات پر بھی اتفاق

اہل ہذہ المعرفۃ فانہم متفقون علی ان الحسن لم یجتمع بعلی وانما اخذ عن
اصحاب علی اخذ عن الاحنف بن قیس وقیس بن عباد وغیرہما عن علی ثم
ہکذا رواہ اہل الصحیح والحسن البصری ولد لسنتین بقیتا من خلافۃ عمر
وقتل عثمان وہو بالمدینۃ کانت امہ امۃ لام سلمۃ فلما قتل عثمان حمل
الی البصرۃ وکان علی بالکوفۃ والحسن فی زمنہ صبی من الصبیان لا یعرف
ولا لہ ذکر انتہی قولہ فہذا اکذبہ قال الامام الیافعی فی مرآۃ الجنان
عبرۃ الیقظان فی احوال المعروف الکرخی مطلع الانوار ومنبع الاسرار
مظہر الایات مقر الکرامات ذو المقامات العلیۃ والاحوالات
السنیۃ ابو محفوظ معروف الکرخی من موالی علی بن موسی الرضا
کان ابواہ نصرانیین فاسلماہ الی مؤدب وہو صبی فکان المؤدب
یقول لہ قل ثالث ثلثۃ فیقول معروف بل ہو الواحد الاحد الصمد
فضربہ المعلم یوما علی ذلک ضربا مبرحا فہرب منہ وکان ابواہ یقولان
لیتہ یرجع الینا علی ای دین شاء فنوافقہ علیہ ثم انہ اسلم علی یدی
علی بن موسی الرضا ورجع الی ابویہ فدق الباب فقیل لہ من بالباب
فقال معروف فقیل علی ای دین فقال علی الاسلام فاسلم ابواہ
وقال شیخ المحدثین ابو الفضل ابن حجر فی الصواعق المحرقۃ فی احوال
علی الرضا بن موسی الکاظم رضی اللہ عنہما ومن موالیہ معروف الکرخی
استاد السری السقطی لانہ اسلم علی یدہ قولہ وہذا باطل باتفاق اہل
المعرفۃ فانہم متفقون علی ان الحسن لم یجتمع بعلی الی اہل الحدیث

ہے کہ حسن بصری اور حضرت علیؓ اکٹھے نہیں رہے مگر انہوں نے استفادہ حضرت علیؓ کے علاوہ احنف بن قیس اور قیس بن عبیدہ وغیرہ اصحاب علی سے بھی کیا۔ اہل صحیح نے اس کو اسی طرح روایت کیا ہے۔

جب حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال باقی تھے تو حسن بصری پیدا ہوئے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت وہ مدینہ میں تھے۔ ان کی والدہ ام المومنین ام سلمہؓ کی خادمہ تھیں۔ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ (حسن بصری) بصرہ چلے گئے۔ حضرت علیؓ کے قیام کوفہ کے وقت حسن بصری ایک غیر مذکور اور غیر معروف نوخیز بچہ تھے...... انتہی۔ ان کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے۔

امام یافعی نے مراۃ الجنان عبرۃ الیقظان میں احوال معروف الکرخی کے تحت نقل کیا: مطلع الانوار ومنبع الاسرار، مظہر الایات، مقر الکرامات، ذوالمقامات العلیہ والاحوالات السنیتہ ابو محفوظ معروف الکرخی علی بن موسیٰ رضا کے موالیوں میں سے تھے۔ ان کے والدین نصرانی تھے۔ انہوں نے بچپن میں انہیں ایک استاد کے حوالے کیا۔ استاد ان سے کہتا کہو " ثالث ثلثۃ " تو معروف کہتے " بل ھو اللہ الواحد القہار "۔ ایک دن استاد نے انہیں اس بات پر خوب پیٹا تو وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ ان کے والدین کہتے " کاش وہ ہمارے پاس لوٹ آتا، وہ جس دین کو بھی پسند کرے ہم اس کی موافقت کریں گے۔ " پھر انہوں (معروف) نے علی بن موسیٰ رضا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ وہ اپنے والدین کی طرف لوٹے اور دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا دروازے پر کون ہے؟ جواب دیا معروف۔ پوچھا کون سے دین پر ہو؟ جواب دیا اسلام پر۔ تو آپ کے والدین بھی مسلمان ہو گئے۔

شیخ المحدثین ابوالفضل ابن الحجر نے "الصواعق المحرقہ" میں علی موسیٰ رضا الکاظمؓ کے احوال میں لکھا کہ ان کے موالی میں سے سری سقطی کے استاد معروف کرخی ہیں، کیونکہ وہ انہی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔

اہل معرفت کے ہاں ان (منکرین اتصال) کا یہ قول بالاتفاق باطل مانا جاتا ہے جو اس بات پر متفق ہیں کہ حسن بصری حضرت علی سے ملے نہیں۔ یعنی اہل حدیث متفق ہیں۔ اللہ الحمد والمنتہ۔

متفقون له والحمد والمنة ذكر المزي في التهذيب عنعنة في ابي نعيم
الذي هو مسنده ونقته كما يفهم من عبارة رسالتي كابي نعيم قال حدثنا
ابو نعيم قال حدثنا ابو القاسم عبد الرحمن بن العباس بن زكريا الاطروش
حدثنا ابو حنيفة محمد بن حنيفة الواسطي قال حدثنا محمد بن الموسى الجرشي
حدثنا ثمامة بن عبيدة حدثنا عطية بن محارب عن يونس بن عبيد قال
سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم وانك لم تدركه والى ان يطرق آخر وان شئت تفصيل
الطرق فلترجع الى كتاب التهذيب وصرح الدارقطني في العلل
وبين الحافظ زين الدين العراقي في شرح الترمذي وصدر القاضي
ابي بكر محمد في عارضة الاحوذي في شرح الترمذي وعن ابن الاثير في
اسماء الرجال لجامع الاصول وان ... بلغنا ... وبين الضياء
المقدسي في المختارة فانه قال قال الحسن بن ابي الحسن البصري
علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه وقيل لم يسمع منه وغير ذلك من
المحدثين الكبار لقاء الحسن واجتماعه على المرتضى كرم الله وجههما
ليعلم مراده غفر الله له بلفظ الاتفاق فقوله غفر الله له بالاتفاق اهل
الحديث على عدم الاجتماع كرده الاحاديث الموجودة في الكتب
المعتمدة المشهورة بالكذب بانه يقول هذا الحديث كذب موضوع ثم
تكذيب المقابل سواء كان من اهل السنة او لا وان كان فيه تكذيب
معتقد اهل السنة مثلا سنيا واورده الحديث في مراجعه غاية

ان كان المقابل ... ما في الجواب

اور المزی نے "التہذیب" میں ابو نعیم کے عنعنہ سے ذکر کیا جو کہ اس کی سابقہ عبارت "کالی نعیم" کے مفہوم کے مطابق مستند اور معتبر ہے۔ وقال حدثنا ابو نعیم' قال حدثنا ابو القاسم عبد الرحمن بن العباس بن زکریا الاطروس' حدثنا ابو حنیفہ محمد بن حنیفتہ الواسطی' قال حدثنا محمد بن الموسی اجرشی' حدثنا ثمامتہ عبیدۃ' حدثنا عطیہ بن محارب' عن یونس بن عبید' قال میں نے حسن بصری سے دریافت کیا "اے ابا سعید! آپ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' حالانکہ آپ نے انہیں پایا نہیں....الخ۔

اس روایت کی تائید اور طریقوں سے بھی کی گئی ہے۔ اگر آپ کو ان طرق کی تفصیل درکار ہو تو کتاب "التہذیب" کی طرف رجوع کریں۔

الدار قطنی نے اس کی تصریح "العلل" میں کی۔

حافظ زین الدین العراقی نے اسے "شرح ترمذی" میں بیان کیا۔

ابن الاثیر نے "اسماء الرجال لجامع الاصول" میں اسے لفظ "قیل" سے روایت کیا۔

ضیاء المقدسی نے اسے "المختارہ" میں یوں بیان کیا: قال الحسن بن ابی الحسن البصری' عن علی بن ابی طالبؓ۔

لیکن (پھر بھی) کہا گیا ہے کہ اس (حسن بصری) نے ان (حضرت علی بن ابی طالبؓ) سے نہیں سنا (سماع حدیث)۔

(جبکہ) کبار محدثین کے ہاں حسن بصری کی حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملاقات اور اجتماع دونوں ثابت ہیں۔ تو لفظ "اتفاق" سے معلوم نہیں ان (ابن تیمیہ) کی کیا مراد ہے۔ ان کا کہنا کہ (ان دونوں کی) عدم ملاقات پر قابل اعتماد محدثین کا اتفاق ہے' (دراصل) معتمد اور مشہور کتابوں میں موجود احادیث کو جھوٹ پر محمول کرنے کے مترادف ہے۔ اپنے مد مقابل کی تکذیب کی خاطر' چاہے وہ اہل سنت سے ہو یا نہ ہو' وہ ایک "حدیث" کو جھوٹ اور موضوع کا درجہ دینے سے بھی گریز نہیں کرتے' اگرچہ اس سے مقتداء اہل سنت کی تکذیب ہی کیوں نہ ہو۔ مثال کے طور پر اگر کوئی سنی اپنے کسی دعویٰ کی تائید میں کوئی ضعیف یا غیر ضعیف حدیث بھی پیش کرتا ہے تو وہ (ابن تیمیہ) اس کی تکذیب کرکے اسے

علا في الباب كان ضعيفا فيكذب الحديث ويحمل على الوضع اولا كما صرح
في المحدثين بادب الصراط المستقيم الشيخ ابراهيم الكردي روح الله روحه
بقوله في رسالة المسلك الوسط الداني الى الدرر الملتقط للصغاني
قال السخاوي في المقاصد الحسنة في الاحاديث المشهورة على الالسنة
حديث ان الله لما خلق العقل قال له اقبل فاقبل ثم قال له ادبر فادبر فقال
وعزتي ما خلقت خلقا اشرف منك فبك اخذ وبك اعطي قال ابن
تيمية وتبعه غيره انه كذب موضوع بالاتفاق انتهى وبين الشيخ ابراهيم
الكردي بعد ذكر الاسانيد والبحث فيها في هذا الحديث والحاصل ان
الحديث قد روي مرفوعا عن عائشة وابي هريرة وابي امامة ومرسلا عن
الحسن البصري باسانيد رجال احدها الثقات وموقوفا على الاوزاعي وقد
قال الحافظ ابن حجر في القول المسدد ان كثرة الطرق اذا اختلفت المخارج
تزيد المتن قوة وان كان رواة الحديث ممن لا يعرف حاله انتهى فالحديث
اما حسن او مقارب له فلا يصح الحكم بوضعه بناء على قواعد الفن والله اعلم
انتهى كلام الشيخ ابراهيم الكردي فلينظر المنصف المعتقد لاهل السنة الفاظ
عزا له الكذب والموضوع والاتفاق وحمل هذه الالفاظ على الحديث وان كان
المقابل رافضيا مؤيدا مذهبه بالحديث الذي ذكره اهل السنة في كتبهم فلا حظ
الحديث بانه صحيح او حسن او ضعيف عند اهل السنة بان حمل الوضع على
الحديث وان كان ضعيفا لا يجوز عند جمهور المحدثين وما لاحظ ان في
تكذيب الحديث الذي رواه اهل السنة في كتبهم تكذيب اهل السنة

وضع پر محمول کر دیتے ہیں۔

مثلاً فخر المحدثین ہادی الصراط المستقیم الشیخ ابراہیم الکردی" نے اپنے رسالہ "المسلک الواسط الدانی الی الدرر الملتقط للصنعانی" میں وضاحت کی ہے کہ السخاوی" نے "القاصد الحسنہ" میں کہا کہ زبان زد عام اور مشہور احادیث میں سے ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا "سامنے آ" تو وہ سامنے آگئی۔ پھر اسے حکم دیا "منہ پھیر" اس نے منہ پھیر لیا۔ پھر ارشاد فرمایا "مجھے اپنی عزت کی قسم' میں نے تجھ سے زیادہ شرف والی مخلوق پیدا نہیں کی۔ تیری وجہ سے میں مواخذہ کروں گا اور تیری ہی بدولت میں عطا کروں گا۔"

ابن تیمیہ اور ان کے پیروکاروں نے کہا یہ بالاتفاق جھوٹ اور منگھڑت ہے......انتہی۔

شیخ ابراہیم الکردی نے اس حدیث کی اسناد بیان کرنے اور ان پر بحث کے بعد کہا کہ یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ" 'ابو ہریرہ اور ابوامامہ سے مرفوعاً اور حسن بصری سے دو راویوں کی سند سے' جن میں سے ایک کے رجال ثقہ ہیں' مرسلاً مروی ہے۔ جبکہ الاوضاعی سے یہ معضلاً مروی ہے۔

حافظ ابن الجزر نے "القول المسدد" میں لکھا کہ جب مخارج حدیث مختلف ہوں تو اگرچہ راوی غیر معروف بھی ہوں "کثرۃ الطرق" کی بدولت متن کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا فنی قوائد کی رو سے اس حدیث پر وضع کا حکم درست نہیں۔ واللہ اعلم......انتہی۔

لہٰذا اہل سنت کا عقیدہ رکھنے والے ہر منصف مزاج کو اس عفراللہ کے "کذب" "موضوع" اور "اتفاق" جیسے الفاظ اور ان کے حدیث میں استعمال کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ رافضی مدمقابل کے مذہب کی تائید اگر کسی ایسی حدیث سے ہوتی ہو جو اہل سنت کی کتابوں میں مذکور ہے تو انہوں (ابن تیمیہ) نے اسے وضع پر محمول کرتے ہوئے اتنا بھی خیال نہ کیا کہ یہ اہل سنت کے ہاں صحیح' حسن یا ضعیف ہے کیونکہ جمہور محدثین کے ہاں ایک ضعیف حدیث کو موضوع کہنا بھی جائز نہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اہل سنت کی کتابوں میں مروی حدیث کی تکذیب خود اہل سنت ہی کی تکذیب ہے وہ اسے جھوٹ اور من گھڑت قرار

فيقول هذا الكذب موضوع كما قال في هذا الكتاب في جواب قال الذهبي
الثاني في الخبر الماثور عن النبي صلى الله عليه وسلم انه لما انزل قوله تعالى يا ايها
الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك في لكن حديث الموالاة قد رواه الترمذي
واحمد في مسنده عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من كنت مولاه فعلي مولاه
واما الزيادة وهي قوله اللهم وال من والاه وعاد من عاداه الى آخره فلا ريب
انه كذب ونقل الاثرم في سننه عن الامام احمد ان العباس ساله عن حسين ابو الشقر
وانه حدث بحديثين احدهما قوله لعلي انك ستقام مقصعا وتعرض على البراءة
فلا تبرا والآخر اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فانكره ابو عبد الله جدا
ولم يشك في ان هذين الحديثين كذب انتهى قوله لا ريب انها كذب اكتفى
بتاكيدين واتم السند بنقل الاثرم لكن العجب عن الامام احمد بن حنبل انه
مع تيقنه بالكذب كما يفهم من مقولة الاثرم نزيح قول انه كذب اللهم
وال من والاه الخ في مسنده وقال حدثنا عبد الله حدثنا ابي حدثنا عفان
حدثنا حماد بن سلمة اخبرنا علي ابن علي بن زيد عن عدي بن ثابت
عن براء بن عازب قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في
سفر فنزلنا بغدير خم فنودي فينا الصلوة جامعة وكسح لرسول الله صلى الله
عليه وسلم تحت شجرتين فصلى الظهر واخذ بيد علي رضي الله عنه فقال
فقال الستم تعلمون اني اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى قال الستم
تعلمون اني اولى بكل مومن من نفسه قالوا بلى قال فاخذ بيد علي
فقال من كنت مولاه فعلي مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

فلقيه عمر

دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے ایک دوسرے رافضی کے جواب میں کہا کہ نبی ﷺ سے یہ خبر منقول ہے کہ جب آیت: **بلغ ما انزل الیک من ربک۔۔۔ الخ**۔ نازل ہوئی۔ لیکن حدیث موالاۃ جسے ترمذی اور احمد نے اپنی مسند میں نبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ البتہ یہ الفاظ زائد ہیں کہ اے اللہ جو ان سے دوستی رکھے تو اسے دوست رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔۔۔ الخ۔ بے شک یہ جھوٹ ہے۔

الاثرم نے اپنی سنن میں امام احمد سے نقل کیا کہ العباس نے ان سے الاشقر کے بارے میں پوچھا جنہوں نے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان میں سے پہلی میں آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "کچھ عرصہ تمہیں اس حال میں ٹھہرایا جائے گا کہ تم پر تبرا ہو گا مگر تم تبرا نہ کرنا۔ جبکہ دوسری "**اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ**" اس پر ابو عبد اللہ نے اس کا سختی سے انکار کیا کہ یہ دونو حدیثیں بلاشبہ جھوٹ ہیں۔۔۔۔۔ انتہی

اس کا قول "**لا ریب انہا کذب**" میں دو تاکیدیں ہیں اور انہوں نے اسے اثرم سے نقل کی ہوئی سند پر ختم کیا ہے۔ مگر حیرت تو امام احمد بن حنبل پر ہے کہ اثرم کے قول کے مفہوم کی رو سے انہوں نے جھوٹ کا یقین ہونے کے باوجود **اللھم وال من والاہ۔۔۔ الخ**۔ کے جھوٹے قول کو اپنی مسند میں درج کر دیا اور کہا حدثنا عبد اللہ' حدثنا ابی' حدثنا عثمان' حدثنا حماد بن سلمہ' اخبرنا علی ابن علی بن زید' عن عدی بن ثابت' عن براء بن عازب' قال ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ یر خم سے آگے پڑاؤ ڈالنے پر ہمیں باجماعت نماز کے لئے بلایا گیا' رسول اللہ ﷺ کے حکم پر دو درختوں کے نیچے جگہ صاف کرائی گئی اور آپ نے نماز ظہر ادا فرمائی۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا "کیا تم نہیں جانتے کہ میں سارے مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہوں" سب نے عرض کیا' کیوں نہیں۔ پھر حضرت علیؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے ارشاد فرمایا۔ "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے' اے اللہ جو انہیں دوست رکھے اسے تو بھی دوست بنا اور جو ان سے عداوت رکھے اس سے تو بھی دشمنی رکھ۔" بعد ازاں حضرت عمرؓ ان سے ملے اور کہا اے ابن

فلقيه عمر رضي الله عنه بعد ذلك فقال هنيئا يا ابن ابي طالب اصبحت و
امسيت مولى كل مؤمن ومؤمنة قال قال ابو عبد الرحمن حدثنا هدبة بن
خالد حدثنا حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن عدي بن ثابت عن البراء بن
عازب عن النبي صلى الله عليه وسلم وصاحب المشكوة مع وفور علمه با
ورعه واهتمامه بعد ذكر الاسماء الذين روى عنهم في هذا الكتاب بقوله في مقدمة
المشكوة اني اذا نسبت الحديث اليهم كأني اسندت الى النبي صلى
الله عليه وسلم ما لاحظ مذهب الامام احمد بن حنبل في هذا الحديث كما
نقل الاثرم وبين الحديث راويا له عن البراء بن عازب وزيد بن
ارقم ايضا وقال رواه احمد وما قال نقلت عن مسند الامام حتى نسب الى
اهل الحق في المسند ولا بين اسناد صاحب المشكوة ما ذكر في شرح هذا الحديث
كذب هذه الزيادة؛ غفل عن مذهب الامام الضياء والعجب كل العجب
عن قدوة الحفاظ والمحدثين ابي عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني
ما التفت الى كذب هذه الزيادة وادرج في سننه وقال حدثنا علي
بن محمد حدثنا ابو الحسين اخبرني حماد بن سلمة عن علي بن زيد بن جدعان
عن عدي بن ثابت عن البراء بن عازب قال اقبلنا مع رسول الله صلى
الله عليه وسلم في حجته التي حج فنزل في بعض الطريق فامر الحديث و
قال رئيس المحدثين ابن الحجر المكي في الصواعق المحرقة في رد الشبه الحادي
عشر من الرافضي وجواب هذه الشبهة التي هي اقوى شبههم يحتاج الى
مقدمة وهي بيان الحديث ومخرجيه وبيانه انه حديث صحيح لا مرية

اے طالب! خوش ہو جاؤ، ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے تم مولا بن گئے ہو۔

قال قال ابو عبدالرحمٰن، حدثنا ہدبۃ بن خالد، حدثنا حماد بن سلمۃ، عن علی بن زید، عن عدی بن ثابت، عن براء بن عازب، عن النبی ﷺ۔ صاحب مشکوٰۃ نے اپنے وفور علم، ورع اور اہتمام کے باوجود ان مروی عنہم کے نام کتاب کی ابتدا "مقدمہ مشکوٰۃ میں دینے کے بعد کہا کہ جب میں ان کی طرف کسی حدیث کی نسبت کروں تو ایسے ہی ہے جیسے میں نے اس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کردی۔ لیکن امام احمد بن حنبل کے مذہب کا لحاظ کئے بغیر، جیسا کہ اثرم نے نقل کیا، حدیث بیان کردی۔۔۔ الخ۔

عن براء بن عازب، وزید بن ارقم۔۔۔ الخ۔ احمد نے روایت کیا تو کہا مگر امام (اثرم) کی مسند سے نقل کیا نہیں کہا تاکہ مسند میں الحاق کی طرف نسبت ہو جاتی۔

ادھر صاحب مشکوٰۃ کے استاد الطیبی نے اس حدیث کی شرح میں یہ نہیں لکھا کہ جھوٹ ہے اور زیادتی ہے۔ وہ بھی مذہب امام احمد سے بے خبر ہے۔

سب سے زیادہ تعجب تو قدوۃ الحفاظ والمحدثین ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی پر ہے کہ انہوں نے بھی اس جھوٹ اور زیادتی کی طرف توجہ نہیں کی اور اسے "اپنی سنن" میں درج کر دیا اور کہا حدثنا علی بن محمد، حدثنا ابو الحسین، اخبرنا حماد بن سلمۃ، عن علی بن زید بن جدعان، عن عدی بن ثابت، عن براء بن عازب، قال: جس سال رسول اللہ ﷺ نے حج کیا، ہم ان کے ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک جگہ آپ نے پڑاؤ ڈالا اور یہ حدیث بیان فرمائی۔

رئیس المحدثین ابن الحجر المکی نے "الصواعق المحرقہ" میں رافضیوں کے گیارہویں شبہ کے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور یہ شبہ ان کے تمام شبہات سے قوی ترین ہے۔

(لہٰذا) اس حدیث کا مخرج اور اس کی صحت کے بارے میں تفاصیل تو ایک علیحدہ مقدمے کے متقاضی ہیں جسے الترمذی النسائی، اور احمد جیسے محدثین کی

وقد اخرجه جماعة كالترمذي والنسائي واحمد وطرقه كثيرة جدا ومن ثم رواه

ستة عشر صحابيا وفي رواية لاحمد انه سمعه من النبي صلى الله عليه وسلم

ثلثون صحابيا وشهدوا به لعلي لما نوزع في ايام خلافته كما مر وسياتي

وكثير من اسانيده صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح في صحته ولا لمن

رده بان عليا كان باليمن لثبوت رجوعه منها وادراكه الحج مع النبي صلى

الله عليه وسلم وقول بعضهم ان زيادة اللهم وال من والاه الخ موضوعة

مردود فقد ورد ذلك من طرق صحح الذهبي كثيرا منها قوله بل ذا رواه

اهل الصحيح ان اريد بانه روى اهل الصحيح في الصحاح رواية الحسن بواسطة

الاحنف وغير ذلك اي وجد في الصحاح رواية الحسن بواسطة وما وجد

في الصحاح رواية الحسن بلا واسطة بعلي كرم الله وجهه فهذا الوجدان لا

يفيد الانحصار المطلوب من قوله وانما اخذه الخ والا يلزم محذورات لان

اريد ان اهل الصحيح ذكر عدم الاجتماع بعلي والانحصار الاخذ عن اصحاب

علي فلا يخلو اما ان يكون اقوال اهل الصحاح في انحصار الاخذ في الصحاح

او في تصانيفهم غير الصحاح فالصحاح الستة موجودة بفضل الله ليس

فيها ذكر الانحصار وان كان في تصنيف آخر سوى الصحاح فينبغي ان

يذكرون اسم الكتاب الذي صرح اهل الصحاح فيه قال امام الحفاظ

المحدثين محمد بن اسماعيل البخاري رحمه الله تعالى في تاريخه الصغير

سمع علي بن زيد عن الحسن رأى عليا والزبير انتهى وقوله مع وجود

رواية البخاري والدارقطني والضياء المقدسي وغيرهم بخلافه يكون

ایک جماعت نے کئی طریق سے بیان کیا- نیز اسے سولہ صحابہ نے روایت کیا- احمد کی ایک روایت کے مطابق اسے نبی ﷺ کے تیس صحابہ نے سنا اور (امیر المومنین) حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جب ان سے جھگڑا کیا گیا تو اس کی شہادت بھی دی- جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اور ابھی آئے گا' اس کی اکثر اسناد صحیح اور حسن ہیں- اس لئے جو بھی اس کی صحت میں کلام کرتا ہے وہ قابل التفات نہیں- نیز جس نے اس بنا پر اس حدیث کو رد کیا کہ حضرت علیؓ تو اس وقت یمن میں تھے' اس لئے (پہلے) ان کی واپسی اور ان کا نبی ﷺ کے ساتھ حج پر جانا ثابت کیا جائے تو یہ بھی قابل اعتنا نہیں- لہٰذا جس نے زیادتی کی اور کہا "اللھم وال من والاہ---الخ-" من گھڑت ہے وہ مردود ہے-

(فی الحقیقت) یہ حدیث کئی طرق سے مروی ہے' جن میں سے اکثر کو الذہبی نے صحیح قرار دیا ہے- اس کا قول کہ اہل صحیح نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے سے اگر یہ مراد لی جائے کہ اہل صحیح نے الصحاح میں حسن بصری کی روایت احنف وغیرہ کے واسطہ سے روایت کی ہے یعنی یہ بلاواسطہ نہیں ہے' تو ہمیں جان لینا چاہئے کہ اس کے قول اور انما اخذ---الخ- کا مفہوم حصر کا فائدہ نہیں دیتا ورنہ محذورات لازم آئیں گے- اور اگر اس سے مراد یہ ہو کہ اہل صحیح نے حضرت علیؓ سے ملاقات کا ذکر ہی نہیں کیا اور اخذ کا حصر اصحاب علی پر ہے تو ضروری ہے کہ الصحاح یا اہل صحیح کی دیگر تصانیف میں "حصر اخذ" پر اقوال موجود ہوں- اللہ کے فضل سے "الصحاح الستہ" موجود ہیں مگر ان میں حصر کی بو تک نہیں آتی- نیز اگر صحاح کے علاوہ کسی اور تصنیف میں اس کا ذکر ہے تو وہ ایسی کتاب کا نام بتائیں جس میں اہل صحاح نے اسے تحریر کیا ہے-

امام الحفاظ والمحدثین محمد بن اسماعیل البخاریؒ نے اپنی "تاریخ صغیر" میں لکھا ہے کہ علی بن زید نے حسن بصری سے سنا' اور حضرات علی و زبیر کو دیکھا اور ان کے ساتھ رہے-

(سوال یہ ہے کہ) کیا البخاری' الدار قطنی' ضیاء المقدسی وغیرہ کی روایات کے برخلاف ہونے کے باوجود ان (ابن تیمیہ) کا قول اس نظریہ کے

یجزم علی ان یکون قول الحسن فی زمنه صبی من الصبیان ای ما کان سنة
بان یاخذ الحدیث فلا نسلم لان عمره فی خلافة علی المرتضی کرم الله وجهه
موافق معقولیته یکون اربعة عشر سنة ولا ریب عند البخاری ومسلم وغیرهما
من اهل الحدیث فی صحته اخذ الحدیث فی خمس سنین کما تدل علیه حدیث
محمود ابن الربیع ولا نعلم ان الحدیث الذی روی الحسن عن عثمان رضی الله
عنه بلفظ رایت عثمان فی صغر سنه کما ذکر فی الاستیعاب قبل خلافته
علی صحیح معتمد علیه والحدیث الذی روی الحدیث الحسن عن علی کرم الله
وجهه لا یوخذ بسبب صغر سنه قوله لا نعرف دلالة ذکر کما کان شرف
الصحابة رضی الله عنهم اولی کما وهب الحق سبحانه لا بسبب صحبته الاصحاب
والتابعین شرفا کما لا یخفی لخیر التابعین فی البصرة فی آخر العمر فی
سن اربعة عشر فصحیح مسلم لا ریب فیه والا فعرفان شرفه وذکره بل
امتیازه من الاقران ظاهر لتربیته فی حجر ام المؤمنین ام سلمة رضی الله
عنها وشرب اللبن منه وارسال ام المؤمنین الحسن الی اصحاب
رسول الله صلی الله علیه وسلم ودعاء امیر المؤمنین عمر الفاروق
رضه فی حقه اللهم حببه الی الناس وتحنیکه له وقال ابو حاتم محمد بن حبان
بن احمد التمیمی البستی غفر الله له فی تاریخه وما اخر من مولانا علی القاری
کما یفهم من کتابه فی احوال الامام المامون الحسن البصری انه ما شافه
بدریا قط الا عثمان وعثمان لم یشهد بدرا ولتنقیح احوال هذا
المورخ بین بعض الکتب الا الحاکم فی تاریخه حق الاشخاص سوی

حامل کے لئے حجت ہو گا؟ نیز ان کا یہ کہنا کہ حسن بصری ان (حضرت علیؓ) کے زمانہ میں بچہ تھے لہٰذا ان کی عمر حدیث اخذ کرنے کی نہیں تھی، ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کے (اپنے) قول کے مطابق حضرت علیؓ کے دور خلافت میں ان کی عمر بلاشبہ چودہ سال تھی۔ جبکہ بخاری، مسلم وغیرہ محدثین کے ہاں پانچ سال کی عمر اخذ حدیث کی صحت کے لئے بلاشبہ کافی ہے، جیسا کہ محمود ابن الربیع کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے۔

ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ "الاستیعاب" میں مذکورہ حدیث جو حسن بصری نے خلافت علی سے پہلے کمسنی میں سنی اور عن عثمان اور "رایت عثمان" کے الفاظ سے بیان کی تو صحیح اور قابل اعتماد ہو مگر وہ جو حسن بصری نے حضرت علیؓ سے اخذ کی وہ صغیر سنی کے باعث نہ لی جائے۔ اور ان (ابن تیمیہ) کے قول "**لا نعرف و لا له ذكر**" کا بھی (یہی حال) ہے۔

شرف صحابہ کی طرز پر حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ (حسن بصری) کو صحابہ اور تابعین کے شرف صحبت سے نوازا۔ آخری عمر میں آپ "خیر التابعین فی البصرہ" کے نام سے موسوم ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں آپ سے روایت کردہ حدیث بلاشبہ صحیح اور مسلم ہے۔ نیز آپ کو آپ کے ہمعصروں میں ممتاز کرنے والی فضیلتوں میں (۱) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ مبارک میں تربیت پانا۔ (۲) آپؓ سے دودھ پینا۔ (۳) ام المومنینؓ ہی کا حسن بصری کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے ہاں دعا کی غرض سے بھیجنا۔ (۴) امیر المومنین عمر فاروقؓ کا ان کے حق میں یہ دعا کرنا "اے اللہ انہیں لوگوں کا محبوب بنا دے"، اور (۵) انہی کا ان کے منہ میں چبا کر خوراک ڈالنا یعنی تحنیک کرنا شامل ہیں۔

ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد التمیمی البستی جو اپنی کتاب کے مطابق مولانا علی قاری کے بعد ہوئے ہیں، نے "اپنی تاریخ" میں امام مامون حسن بصری کے احوال میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے علاوہ کسی دوسرے بدری صحابی سے ملاقات نہیں کی، حالانکہ حضرت عثمانؓ (غزوہ) بدر میں شامل نہیں تھے۔ اس مورخ کے اپنے احوال کی وضاحت کے طور پر ہم حسن بصری کے علاوہ چند دوسرے لوگوں کے بارے میں جنہیں ابو حاتم نے "اپنی تاریخ" میں درج کیا پیش کرتے ہیں، تاکہ اس سے اس (چیز) کے بارے میں قیاس ہو سکے جو اس

الحسن ليقابس و يعلم ما كتب في حق الحسن قال ابو حاتم في حق خير التابعين
الاويس القرني رضه اختلفوا في موته فمنهم من زعم انه [illegible] جبال ابي
قبيس بمكة ومنهم من زعم انه مات [illegible] بدمشق [illegible] وقد كان
بعض اصحابنا ينكرون كونه في الدنيا اشهد ولا نعلم احدا [illegible] هذا
المورخ الذين لا يرون صحيح مسلم النيشابوري على ايلا يحفظون المشكوة
وينكرون كون اويس القرني الذي قال النبي صلى الله عليه وسلم في
حقه خير التابعين في الدنيا في المشكوة عن عمر بن الخطاب ان رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال ان رجلا يأتيكم من اليمن يقال له اويس لا يدع
باليمن غير ام له قد كان به بياض فدعا الله فاذهبه الا موضع الدينار
او الدرهم فمن لقيه منكم فليستغفر لكم وفي رواية قال سمعت رسول
الله صلى الله عليه وسلم يقول خير التابعين رجل يقال له اويس وله والدة
وكان به بياض فمروه فليستغفر لكم رواه مسلم [illegible] في اسماء
الرجال لجامع الاصول اويس بن عامر بن جزء بن مالك بن عمرو بن سعد بن
عصوان بن قرن القرني ادرك زمن النبي صلى الله عليه وسلم ولم يره
وبشر به ورأى عمر بن الخطاب رضه [illegible] بعده وكان مشهورا بالزهد
والعزلة قتل بصفين وقال ابو حاتم غفر الله تعالى في حق يونس بن عبيد
الذي هو تلميذ للحسن البصري في تاريخه يونس بن عبيد بن دينار مولى عبد القيس
من اهل البصرة كان من اهل الكوفة ونزل بالبصرة [illegible] عن الحسن وابن
سيرين ولم يسمع من الحسن شيئا [illegible] اللبيب [illegible] المورخ

لا يعلم

نے حسن بصری کے بارے میں لکھا ہے۔
خیر التابعین اویس قرنی کے بارے میں ابو حاتم نے لکھا کہ ان کی موت کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ وہ مکہ کے جبل ابو قیس پر فوت ہوئے جبکہ بعض کا گمان ہے ان کی موت دمشق میں ہوئی۔ ان کی موت کے بارے میں کئی حکایتیں ہیں جبکہ ہمارے بعض احباب تو ان کے اس دنیا میں وجود سے ہی انکار کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔ انتھی۔
ہمیں اس مورخ کے احباب کا علم نہیں جنہوں نے نہ تو مسلم نیشاپوری کی "صحیح" کو دیکھا اور نہ ہی "مشکوۃ" کو ملاحظہ کیا اور اس اویس قرنی کا انکار کیا جن کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ "خیر التابعین فی الدنیا" ہوں گے۔

المشکوۃ میں امیر المومنین عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یمن سے ایک شخص آئے گا جسے اویس کہا جائے گا۔ یمن میں وہ اپنی والدہ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چھوڑ کے آئے گا۔ اسے برص کی بیماری تھی جو دعا کی بدولت سوائے ایک دینار یا درہم کے اللہ نے رفع کر دی۔ تم میں سے جو بھی ان سے ملے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرائے۔
ایک روایت میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' آپ ؐ نے ارشاد فرمایا "وہ شخص خیر التابعین ہے جسے اویس کہتے ہیں۔ ان کی والدہ ہے۔ ان پر برص کے اثرات تھے۔ تم میں سے جو بھی ان سے ملے اپنے لئے مغفرت کی دعا کروائے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔
ابن الاثیر نے "اسماء الرجال لجامع الاصول" میں کہا اویس بن عامر بن حرر بن مالک بن عمرو بن سعد بن عصوان بن قرن القرنی نے نبی ﷺ کا زمانہ تو پایا مگر آپ ؐ کو دیکھا نہیں۔ ان کی بشارت دی گئی۔ حضرت عمر بن الخطابؓ اور ان سے بعد والوں نے انہیں دیکھا۔ آپ زہد و عزلت میں مشہور تھے اور جنگ صفین میں شہید ہوئے۔
ی) ابو حاتم نے حسن بصری کے شاگرد یونس بن عبید کے بارے میں "اپنی تاریخ" میں کہا یونس بن عبید بن دینار جو عبد القیس کے مولی تھے 'اہل بصرہ نہیں بلکہ اہل کوفہ میں سے تھے۔ آپ نے بصرہ میں پرورش پائی۔ حسن بصری اور ابن سیرین سے روایت کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے حسن بصری سے کچھ نہیں سنا۔

ما يعلم احوال رجال هذا التاريخ باقوال المحدثين الكبار واحكم ما ثبت قال
امام المحدثين محمد بن اسماعيل البخاري في باب الحجامة والقئ للصائم من صحيحه
قال لي عياش حدثنا عبد الاعلى حدثنا يونس عن الحسن وقال ابن حجر العسقلاني
في شرح هذه العبارة في فتح الباري قوله حدثنا يونس هو ابن عبيد عن
الحسن وقد اخرجه البخاري في تاريخه والبيهقي من طريقه وشرط البخاري في
صحيحه ظاهر على ان له حدثه هذا الفن المبارك قال ابن الاثير في اسماء
الرجال لجامع الاصول يونس بن عبيد البصري مولى عبد القيس سمع الحسن
وابن سيرين وقال جمال الدين المزي في التهذيب قال عثمان بن سعيد
الدارمي قلت ليحيى بن معين يونس ابن عبيد احب اليك في الحسن
او حميد يعني الطويل فقال كلاهما وقال ابو خالد بن الربيع يونس بن عبيد اثبت
في الحسن من ابن عون وقال ابو زرعة يونس ابن عبيد احب الي في الحسن
عن قتادة لان يونس من اصحاب الحسن وقال محمد بن موسى الحرشي
حدثنا ثمامة بن عبيدة قال حدثنا عتبة بن محارب عن يونس بن عبيد
قال سألت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم وانك لم تدركه قال يا ابن اخي لقد سألتني عن شيء ما سألني
عنه احد قبلك ولولا منزلتك مني ما اخبرتك اني في زمان كما ترى وكان في
عمل الحجاج كل شيء سمعتني اقوله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو
عن علي ابن ابي طالب [illegible] نورد فيها احاديث تبركا وذكرها في جامع
الترغيب والترهيب للامام زكي الدين عبد العظيم المنذري عن

اے عقلمند ایسے مورخ کے قول کا جوان کے احوال سے 'اپنی تاریخ کے علاوہ' بے بہرہ ہو اور کبار محدثین کے اقوال میں (موازنہ کر اور خود) انصاف کر اور جو چاہے فیصلہ دے۔

امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے "اپنی صحیح" کے باب "الحجامتہ والقی للصائم" میں لکھا قال لی عباس' حدثنا عبدالاعلیٰ' حدثنا یونس' عن الحسن۔

ابن الحجر العسقلانی نے اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے "فتح الباری" میں لکھا قولہ حدثنا یونس ھو ابن عبید' عن الحسن۔

بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں بیان کیا۔

البیہقی نے' جسے اس فن میں پوری مہارت حاصل ہے اور جس پر بخاری کی شرائط اس کی صحیح کے مطابق پوری طرح واضح ہیں' اسے اپنی سند سے بیان کیا۔

"اسماء الرجال لجامع الاصول" میں ابن الاثیر نے کہا یونس بن عبید البصری نے جو عبدالقیس کا غلام ہے حسن بصری اور ابن سیرین سے احادیث سنیں۔

"التہذیب" میں جمال الدین المزی نے لکھا کہ عثمان بن سعید الدرامی نے کہا کہ میں نے یحیٰ بن معین سے پوچھا "حسن بصری کے بارے میں تجھے ابن عبید زیادہ پسند ہیں یا حمید یعنی الطویل؟ اس نے جواب دیا "دونو"

علی بن المدینی نے کہا حسن بصری کے معاملے میں یونس عبید' ابن عون سے زیادہ پختہ ہیں۔

ابوزرعہ نے کہا حسن بصری کے معاملے میں مجھے یونس بن عبید' قتادہ سے زیادہ محبوب ہیں۔ کیونکہ وہ اصحاب حسن بصری میں سے ہیں۔

وقال محمد بن موسیٰ الجرشی' حدثنا ثمامہ بن عبیدۃ' قال حدثنا عتبتہ بن محارب' عن یونس بن عبید' قال میں نے حسن بصری سے پوچھا "اے ابا سعید! آپ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' حالانکہ آپ نے آپ کو پایا ہی نہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا اے میرے بھائی کے لخت جگر! تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی اور اگر میری نظر میں تیری قدر و منزلت نہ ہوتی تو میں تجھے ہرگز نہ بتاتا۔ جیسا کہ تو جانتا ہے' میں کون سے دور میں ہوں' اور وہ حجاج کا زمانہ تھا' اس لئے ہر وہ بات جو تو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کے الفاظ سے سنے وہ حضرت علی بن ابیطالبؓ سے ہے...... خاتمہ۔

اب ہم "جامع الترغیب والترہیب" سے امام زکی الدین عبدالعظیم المصری سے چند

جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العلم علمان
علم في القلب فذلك العلم النافع وعلم على اللسان فذلك حجة الله على
ابن ادم رواه الحافظ ابو بكر الخطيب في تاريخه باسناد حسن ورواه ابن
عبد البر النمري في كتاب العلم عن الحسن مرسلا باسناد صحيح عن انس رضي
الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم العلم علمان علم ثابت في
القلب فذلك العلم النافع وعلم في اللسان فذلك حجة الله على عباده
رواه ابو منصور الديلمي في مسند الفردوس ورواه [illegible] في كتابه و
رواه البيهقي عن فضيل ابن عياض من قوله غير مرفوع وعن ابي هريرة رضي
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من العلم كهيئة المكنون
لا يعلمه الا العلماء بالله عز وجل فاذا نطقوا به لا ينكره الا اهل الغرة بالله
عز وجل رواه ابو منصور الديلمي في المسند [illegible] السلمي في الاربعين
التي في التصوف قال الشيخ الجامع بين الحديث والتصوف الشيخ
شهاب الدين السهروردي في العوارف حدثنا شيخنا ابو النجيب
السهروردي قال اخبرنا الرئيس ابو علي [illegible] قال اخبرنا الحسن بن
شاذان قال نا دعلج ابن احمد قال اخبرنا ابو عبيد القاسم بن سلام قال حدثنا
حجاج عن حماد بن سلمة عن علي بن زيد عن الحسن يرفعه الى النبي صلى الله
عليه وسلم قال ما نزل من القران آية الا ولها ظهر وبطن ولكل حرف حد
ولكل حد مطلع قال فقلت يا ابا سعيد ما المطلع قال قوم يعملون به [illegible]
المحدث المستفيض الشيخ ابراهيم الكردي في رسالته مطلع الجود اخبرنا

لنحنا

احادیث تبرکا اور نصیحتا لائیں گے۔

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ "علم دو ہی ہیں۔ علم القلوب علم نافع ہے جبکہ علم اللسان ابن آدم کے خلاف اللہ کی حجت ہے۔" حافظ ابو بکر خطیب نے اسے "اپنی تاریخ" میں حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا۔ جبکہ ابن عبد البر النمری نے اسے "کتاب العلم" میں حسن بصری سے صحیح اسناد کے ساتھ مرسلا روایت کیا۔

عن انس، قال قال رسول اللہ ﷺ "علم دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو دل میں اتر جائے، یہ علم نافع ہے، اور دوسرا زبانی کلامی علم جو اس کے بندوں کے خلاف اللہ کی حجت ہے۔ روایت کیا اسے ابو منصور الدیلمی نے "مسند الفردوس" میں۔ الاصبہانی نے اپنی کتاب میں، اور البیہقی نے فضیل بن عیاض سے اپنے قول غیر مرفوع سے روایت کیا۔

عن ابی ہریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ "علوم میں سے کچھ کی حالت مخفی ہے جسے صرف علماء باللہ ہی جانتے ہیں۔ اور جب وہ اسے بیان کرتے ہیں تو اس کا انکار صرف مغرور باللہ ہی کرتے ہیں۔" اسے ابو منصور الدیلمی نے "اپنی مسند" اور ابو عبد الرحمن سلمی نے اپنی "الاربعین فی التصوف" میں روایت کیا۔

الشیخ الجامع بین الحدیث والتصوف الشیخ شہاب الدین السہروردی نے "العوارف" میں بیان کیا: حدثنا شیخنا ابو النجیب السہروردی، قال اخبرنا الرئیس ابو علی بن بنہان، قال اخبرنا الحسن بن ساذان، قال ماوملج ابن احمد، قال اخبرنا ابو عبید القاسم بن سلام، قال حدثنا حجاج، عن حماد بن سلمۃ، عن علی بن زین، عن الحسن یرفعہ الی النبی ﷺ قال "قرآن میں جو بھی آیت نازل ہوئی ہے اس کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ ہر ہر حرف کا مفہوم ہے اور ہر معنی پر اطلاع رکھنے والے ہیں۔" اس کا کہنا ہے میں نے پوچھا" یہ اطلاع رکھنے والے کون ہیں۔" انہوں نے جواب دیا" وہ قوم جسے تم جانتے ہو۔"

المحدث المستقیم الشیخ ابراہیم الکردی نے اپنے رسالہ "مطلع الجود" میں لکھا کہ ہمیں ہمارے شیخ عارف باللہ صفی الدین احمد بن المدنی نے بتایا، جسے وہ

الشيخنا العارف بالله صفي الدين احمد بن محمد المدني قدس سره
بسنده الى الطبراني قال حدثنا جعفر بن محمد ابن ماجة البغدادي ثنا
محمد بن النضر بن الحسن بن شقيق المروزي ثنا ابراهيم بن الاشعث
الخراساني صاحب فضيل ابن عياض عن الفضيل بن عياض عن هشام
ابن حسان عن الحسن عن عمران بن حصين قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم من انقطع الى الدنيا وكله الله اليها اللهم اماناً لك
بشفيع المذنبين وخاتم النبيين صلى الله عليه وسلم واله الطاهرين
واصحابه الطيبين واتباعه الصادقين وعباده الله الصالحين
رضي الله عنهم اجمعين ايماناً دائماً واسلاماً باقياً واحساناً مستمراً و
لقيناً وامناً وخداً رطباً في حبك وحب رسولك واسئلك من فتنة
المحيا والممات وشهادة في سبيلك وموتاً في بلد رسولك انه على كل شيء
قدير وبالاجابة جدير وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد واله واصحابه و
اتباعه واحبابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين
اللهم اغفر لكاتبه ولوالديه ولقاريه وللمسلمين والمسلمات والمؤمنين
والمؤمنات بحرمة النبي واله اللهم صل وسلم على سيدنا محمد وعلى ال
سيدنا محمد كما تحب وترضى
بان نصلي عليه

من قطع كفاه الله ورزقه من حيث لا يحتسبه

الطبرانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قال حدثنا جعفر بن محمد ابن ماجہ البغدادی' ثنا محمد بن التقی بن الحسن بن شفیق المروزی' ثنا ابراہیم بن الاشعث الخراسانی صاحب فضیل ابن عیاض 'عن ہشام ابن حسان 'عن الحسن 'عن عمران بن حصین: قال قال رسول اللہ ﷺ "جو دنیا سے قطع تعلق کر کے اللہ ہی کا ہو رہا' اللہ نے اس کی ہر طرح سے کفائت فرمائی اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچایا جس کا اسے گمان بھی نہ تھا۔ اور جو دنیا ہی کا ہو کے رہ گیا اللہ نے اسے اس ہی کی طرف سونپ دیا۔"

اللھم انا نسا لک بشفیع المذنبین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم والہ الطاہرین وصحابہ الطیبین و اتباعہ الصادقین وعبادہ اللہ الصالحین رضی اللہ عنہم اجمعین ایمانا دائما واسلاما باقیا واحسانا مستمرا وعینا دامعا وخدا رطبا فی حبک وحب رسو لک وانجاہ من فتنتہ المحیا والمماۃ وشہادۃ فی سبیلک وموتا فی بلد رسو لک انہ علی کل شیء قدیر۔ وبالاجابتہ جدیر وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

اللھم اغفر لکاتبہ ولوالدیہ ولقارئہ وللمسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات بحرمتہ النبی والہ۔

اللھم صل وسلم علی سیدنا محمد و علی ال سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ۔

راقم: محمد عبید 'غلام مشائخ

حوالہ جات

(الف)

(ب)

ضمیمہ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے

الَّذِیٓ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۸۸﴾

جس پر تم ایمان لائے ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ

سو ڈرتے رہو اللہ سے

یٰٓاُولِی الۡاَلۡبَابِ

اے دانشمندو!

لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

تاکہ تم فلاح (نجات) پا جاؤ۔

المآئدۃ ۵

خیر التابعین فی البصرہ "ص۵۹"، امام (۳) "ص۷، ۹"

ابو سعید حسن بن ابی الحسن بصریؒ

۲۱/۶۴۲ تا ۱۱۰/۷۲۸ (۱۳، ۱۵)

پہلی صدی ہجری کی ایک ممتاز شخصیت جس نے پرہیزگاری اور راست بازی (۱۵)، زہد و ورع، علم و فضل اور خوش بیانی و وجاہت (۱۴) کی بدولت شہرت پائی۔ آپ کی تقدیس اور بصیرت پر حیرت کی جاتی تھی (۱۲)۔ تقویٰ جس پر تمام حسنات کا دارومدار ہے، آپ کا طرۂ امتیاز مانا جاتا تھا۔ آپ کے ترکِ لذات نے صوفیانہ طرزِ زندگی پر بڑے دیرپا اثرات چھوڑے (۱۴)۔ آپ کا عام برتاؤ ایک ایسے مجرم کا سا تھا جسے موت کی سزا سنائی جا چکی ہو اور محتاط اتنے کہ گویا جہنم آپ ہی کے لئے تیار کی گئی ہو (۱، ۱۴)۔ شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ آپ کو امام عصر اور فریدِ دہر جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں (۹، ۱۲)۔

آپ کے حلقہ احباب میں عقائد پر بحث نہ صرف روا تھی بلکہ ان کی حتہ المقدور تشریح سے بھی گریز نہ کیا جاتا (۱۳)۔ مگر آپ کے حالاتِ زندگی اور اقوال کے پیش نظر یہ کہنا ہی پڑتا ہے کہ جذبۂ تحقیق کو ہر حال میں روایتی اثرات کے تابع رکھا جاتا تھا۔ آپ کے تذکرہ نگار مانتے ہیں کہ آپ کے ہاں اسلام اپنی اصلی اور سچی حالت میں تھا (۱۳)۔

"فخر الحسن (۸)" سے اقتباسات مندرجہ صفحات "ص۵۹" سے لئے گئے ہیں، جہاں ان کے مکمل حوالہ جات بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ "کتابیات" سے حوالے قوسین (۳) کے اندر ہیں۔

تمام علوم خصوصاً تصوف میں آپ کے اشارات نہایت لطیف ہیں(۱۱،۹)۔ تقویٰ کو صوفیانہ رنگ آپ کی بدولت ملا۔ باطنی علوم کو زیر بحث آپ لائے۔ بلکہ متعلقہ اصطلاحات کو الفاظ کا جامہ پہنانا بھی آپ ہی کا کارنامہ ہے(۱۳)۔ ابوطالب مکی "قوت القلوب" میں لکھتے ہیں:

"اس علم میں جس کی ہم نمائندگی کرتے ہیں، حسنؓ ہمارے امام ہیں۔ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلتے، ان کے طریقوں کی پیروی کرتے اور انہی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہیں(۱۵)"۔

صوفیاء کے کئی سلسلوں میں آپ کا نام شجروں کی ایک کڑی کے طور پر دیکھنے میں آتا ہے اور پندو نصائح کی کتابوں میں آپ کے لاتعداد حوالے موجود ہیں(۱۵)۔

ابو سعید حسن بن ابی الحسن البصریؓ کو بفضلِ تعالیٰ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اعلیٰ ترین روحانی و تربیتی ماحول میسر آیا تھا۔ کیونکہ زمان و مکاں ہر دو لحاظ سے آپ کو نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب ملا۔ مدینتہ النبی میں آپ اس وقت پیدا ہوئے جب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ (۱۱،۷) کی خلافت کے دو سال (۳،۱۳) باقی تھے "ص ۲"۔ شہادتِ عثمان کے چار ماہ بعد "ص ۵" چودہ سال کی عمر میں (۳)، آپ بصرہ منتقل ہو گئے ص ۲ (۳)۔ مسجد نبوی اور اس کے ارد گرد امہات المومنین کے مبارک حجرے اس وقت اپنی اصلی آن بان سے قائم تھے۔ کائنات کی سب سے عظیم شخصیت اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحابؓ میں سے چیدہ اور برگزیدہ ہستیاں بشمول حضراتِ عثمان غنی، علی المرتضیٰ، طلحہ جیسے عشرہ مبشرہؓ "ص ۱۲، ۱۴، ۳۹" دن رات آپ پر ذوفشانیاں کرتے اور دعائیں دیتے

"ص ۶،۵"۔ یوں اخلاق نبوی کے درخشندہ ستاروں کے جھرمٹ اور ایسے گردوپیش میں جہاں کا ذرہ ذرہ علوم نبوی کا مخزن تھا آپ نے آنکھیں کھولیں۔ بلکہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ کے منور و مطہر حجرہ اور گودِ عاطفت میں (۱،۳،۴) آپ پروان چڑھے۔ "ص ۶،۹"۔

یہ سچ ہے کہ خواجہ حسن بصری کے والد گرامی یسار "ص ۱" اور والدہ محترمہ خیرہ "ص ۲" دونوں (۴،۱۰) آزاد کردہ غلام (۱۳) تھے "ص ۴۰"۔ مگر ایسے آقاؤں کے جن کی غلامی پر سینکڑوں آزادیاں قربان (۳)۔ دراصل یہی آپ کی خوش بختی کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ کیونکہ اسی کی بدولت آپ مدینۃ النبی لائے گئے، جہاں دونوں کی شادی ہوئی۔ پھر یہاں ہی خواجہ حسن بصریؒ پیدا ہوئے۔ امیرالمؤمنین عمر فاروقؓ جیسی شخصیت نے (۳،۷) آپ کو تحنیک (گڑھتی) دی "ص ۵۹"، نام تجویز کیا (۴،۱۰،۱۱) اور آپ کے حق میں دعا دی (۷): "اے اللہ! اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما اور اسے لوگوں کا محبوب بنا "ص ۶"۔ اور پھر حرم نبوی کے پاک اور پرانوار حجرہ میں، ام المؤمنین ام سلمہؓ کی بابرکت گود میں آپ کا چونچلے کرنا اور تربیت پانا (۴،۱۰) ہی گویا کچھ کم تھا، انہیں سے رضاعت "ص ۵۹" ایک ایسا منفرد اعزاز ہے (۱،۵،۶،۷،۱۱) جو شاید کسی صحابی کے حصہ میں بھی نہ آیا ہو۔ دریں حالات اور صغیر سنی کے باعث دیگر حجرات مبارکہ میں آپ کی آمدورفت (۱) اور حسنین کریمین سمیت نوعمر اصحابؓ سے آپ کا میل جول بھی بعید از قیاس نہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے شرف تو پیدا ہی آپ کے لئے کیا گیا ہو۔

پھر سنِ تمیز سے لے کر چودہ سال، بلکہ اس سے بھی بعد تک خواجہ حسن بصریؒ کا مسجد نبوی میں خلیفۃ الوقت ذوالنورین حضرت عثمان ابن عفانؓ کی تقلید میں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سمیت باقی ماندہ عشرہ مبشرہؓ،

اصحاب صفہ و بدر و احزابؓ اور خدا معلوم کون کون سی اور کیسی کیسی برگزیدہ ہستیوں کی رفاقت میں آپ کا پنجگانہ نمازیں ادا کرنا "ص ۵"، ان سب کی عظیم صحبتوں سے فیضیاب ہونا اور ان سے علمی و روحانی استفادہ کرنا شرف پر شرف نہیں تو اور کیا ہے۔

آپ کے تذکرہ نگار متفق ہیں کہ شرف صحابہ کی طرز پر حق سبحانہ و تعالیٰ نے خواجہ حسن بصریؒ کو متعدد اصحابؓ اور تابعینؒ کے شرف صحبت سے نوازا تھا۔ اسی لئے آخری عمر میں آپ "خیر التابعین فی البصرہ" کے نام سے موسوم ہوئے "ص ۵۹"۔ آپ کا اپنا کہنا ہے:

O۔ خراسان کے علاقہ میں میں ایک لڑائی میں شریک تھا جس میں ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین سو صحابہؓ تھے۔ انہی میں سے ایک شخص ہمیں نماز پڑھاتا "ص ۱۰"۔

O۔ میں نے اٹھائیس صحابہؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جو سب کے سب بدری تھے "ص ۲۴"۔ اور

O۔ جب میں نے ستر (بمعنی متعدد؟) صحابہؓ سے سنا تو اسے مطلق کر دیا "ص ۲۴"۔

بارہ برس کی عمر میں خواجہ حسن بصریؒ حافظ قرآن ہو چکے تھے۔ ابو بکر ہذلی کا کہنا ہے کہ جب تک آپ ایک سورت کے شان نزول، تاویل اور تفسیر وغیرہ سے پوری واقفیت نہ حاصل کر لیتے اس وقت تک آگے نہ بڑھتے (۱)۔ قرآن حکیم پر آپ کی نظر اس قدر وسیع تھی کہ آپ تفسیر کا درس دیا کرتے تھے (۱)۔ ایک تفسیر بھی آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہے (۱، ۱۳، ۱۵)۔

کلمہ طیبہ کا ذکر جلی بطریق نفی اثبات، جیسا کہ حضرت شاہ ولایتؓ کو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوا تھا، امیر المومنین حضرت علی

المرتضیٰؓ نے خواجہ حسن بصریؒ (۷) کو سکھلایا اور پھر آپ کے ذریعہ سے یہ طریقہ تمام دنیا میں رائج ہوا۔ ''ص ۱۷''

ابوذرعہ کا کہنا ہے کہ حسن بصریؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے چودہ سال کی عمر میں بیعت کی ''ص ۳۹''۔ علاوہ ازیں آپؒ حضرت امیر کے خلفاء عظام امام حسنؓ اور خواجہ کمیل بن زیادؒ کی صحبت سے بھی فیضیاب ہوئے تھے (۱۱)۔ خواجہ حسن بصریؒ کے خلفاء میں خواجہ عبدالواحد بن زید (۷،۵،۳) اور حضرت حبیب عجمیؒ (۱۲،۱۱) و مالک بن دینارؒ (۷) بھی شامل ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سے قریبی دور میں جب احادیث کے بالمشافہ سننے والے بھی موجود تھے، خواجہ حسن بصریؒ نے علم حدیث سیکھنے اور سکھلانے کا اہتمام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک اقوال اور افعال پر پہلا حاشیہ بھی ترتیب دیا تھا (۱)، حالانکہ اس سے پیشتر لوگ احادیث کے پڑھنے اور سننے ہی پر اکتفا کیا کرتے تھے (۱۳)۔

ایک شخص پڑھ رہا تھا ''المرء و مع من احب'' تو آپ نے وضاحت فرمائی:

O۔ ''اس حدیث سے دھوکہ میں مت آجانا۔ یہ معیت اسی وقت ہو گی جب تو اس جیسے اعمال بھی کرے گا'' (۳)۔

O۔ آپ کا کہنا ہے کہ ایسا علم جس کا سیکھنا حدیث کی رو سے ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، دراصل ''علم القلوب'' ہے اور یہ جاننا ہے کہ دلوں میں گھر کرنے والے خیالات عقلی نوعیت کے ہیں یا تحت الشعوری قسم کے۔ یا ان کا تعلق احساسات کی دنیا سے ہے یا یہ غیر مرعی ہیں۔ (۱۳)

مگر چونکہ ستر (بمعنی متعدد؟) بدری صحابہؓ سے آپ کا بالمشافہ ملنا یقینی ہے (۴، ۷) اس لئے بطور راوی حدیث خواجہ حسن بصریؒ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا (۱۴)۔ روایت آپ بالعموم انس بن مالکؓ سے کرتے (۱۴)۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ ہی سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا "ہمارے بھائی حسن سے پوچھو۔ کیونکہ اس نے سنا اور ہم نے بھی سنا، مگر اس نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے"۔ "ص ۷، ۱۰"

خواجہ حسن بصری کو اگرچہ لوگوں نے "کثیر التدلس" کہا (۱۵) لیکن آپ ثقہ (۷) ہیں "ص ۴۰"۔ ابوزرعہ نے آپ سے منقول احادیث میں سے ماسوائے چار کے "ص ۱۰" اور یحیٰی بن سعید القطان نے ایک یا دو کے علاوہ (ص ۶) باقی تمام احادیث کی اصل کو پا لیا تھا۔ علی بن زید جنہوں نے متعدد اصحاب اور صحابیات سے احادیث سنی تھیں، کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری جیسا کسی کو نہیں پایا "ص ۹"۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں ان سے احادیث سننے والوں کا کہنا تھا "ہم نے ان جیسا ہرگز نہیں دیکھا" ص ۱۱"۔

خواجہ حسن بصریؒ کے بارے میں آپ کے درج ذیل معاصرین کے تاثرات اور اقوال بھی آپ کے غیر معمولی علم، زہد اور فصاحت پر دلالت کرتے ہیں جن کی بدولت پوری امت آپ کی عظمت اور عالی مرتبت پر متفق ہے "ص ۵"۔

•)۔ میں نے جب بھی حسن بصری کے علم کا موازنہ کسی اور عالم کے علم سے کیا، تو انہیں ان سب سے افضل ہی پایا (قتادہ) "ص ۸"۔

•)۔ جو شخص اس دور کے سب سے بڑے عالم کو دیکھنا چاہے وہ حسن بصری کو دیکھ لے (بکر بن عبداللہ المزنی) "ص ۹"۔

•)۔ کم و بیش دس سال تک میں نے حسن بصری سے میل جول رکھا،

لیکن ہر روز ان سے ایسی بات سنتا جو پہلے کبھی نہ سنی ہوتی۔ (ربیع بن انس) "ص ۱۰"۔

•)۔ حسن بصری ہمیشہ دانائی جمع کرتے رہتے، حتیٰ کہ اسے بیان کر دیتے (۱،۳،۷) (اعمش) "ص ۱۱"۔

•)۔ میں جس فقیہہ کی مجلس میں بھی گیا، حسن بصری کو اس سے بہتر ہی پایا (قتادہ) "ص ۸"۔

•)۔ بخدا تیری ان دو آنکھوں نے حسن بصری سے بڑا فقیہہ ہرگز نہیں دیکھا (ایوب) "ص ۸"۔

•)۔ ہم نے بہت سے فقہاء دیکھے مگر مروت کے اعتبار سے کسی اور کو حسن بصری سے زیادہ اکمل (۱،۳) نہیں پایا (یونس و حمید الطویل) "ص ۹"۔

•)۔ میں نے محمد ﷺ کے اصحابؓ کو پایا لیکن بخدا حسن بصری سے زیادہ کسی اور کو ان اصحابؓ سے ملتا جلتا (۱،۷) نہیں پایا (ابی بردہ) "ص ۶"۔

•)۔ میں دو بزرگوں یعنی حسن بصری اور ابن سیریں (۱) کی وجہ سے اہل بصرہ پر رشک کرتا ہوں (عمرۃ ابن مرۃ و انس) "ص ۷، ۱۰"۔

•)۔ میرا اندازہ ہے کہ حسن بصری "السبعۃ" میں سے ایک ہیں۔ نیز بخدا خارجیوں کے علاوہ حسن بصری سے کوئی بغض نہیں رکھتا (قتادہ) "ص ۹"۔

•)۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت جوان کوئی نہیں دیکھا (امۃ الحکم) "ص ۸"۔

•)۔ وہ ایسا شخص ہے جس کا کلام (۱،۳،۷) انبیاء کے کلام سے ملتا جلتا ہے (ابو جعفر محمد بن علی الحسینؓ) "ص ۹"۔

•)۔ ایک شخص تین سال تک حسن بصری کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا لیکن

ان کے رعب کی وجہ سے ان سے کوئی مسئلہ نہ پوچھ سکا(ایوب)"ص۹،۱۱"۔

•)۔ بصرہ کے سب سے خوبرو، بارعب اور پروقار شخص (حسن بصری) کو ڈھونڈ کر میرا اسلام کہنا(الشعبی)"ص۸"۔

•)۔ میرا باپ حسن بصری کو اہل بصرہ کا امام کہا کرتا تھا(ابن سلیمان)"ص۷"۔

•)۔ وہ ایک بڑے امام ہیں(۳)، ان کی اقتدا کی جاتی ہے(الحجاج بن ارطاہ)"ص۹"۔

•)۔ آپ تمام علوم وفنون، زہد وورع اور عبادات میں اپنے وقت کے امام تھے(ابن الاثیر)"ص۶"۔

•)۔ حسن بصری ایک نبی سے کتنا ملتے ہیں(۷)، جنہوں نے اپنی قوم میں ساٹھ سال گزارے اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف بلاتے رہے(العوام بن حوشب)"ص۷"۔

ارشاد ربانی ہے:

مہاجرین اور انصار سے وہ جنہوں نے قبول اسلام میں سبقت اختیار کی (اصحابؓ) اور وہ جنہوں نے خوشدلی سے ان کی اتباع کی(تابعینؒ)، خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ التوبہ۹:۱۰۰

اس لئے کہ یہ مقدس جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ ترین ہاتھوں اس وقت مسلمان ہوئی جب قبول اسلام ہزاروں مصیبتوں کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ایمان کی حالت میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نطق وحی بیان سے براہ راست اس وحدہ لاشریک کی باتیں سنیں۔ اور سفر وحضر اور جنگ وامن ہر حال میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی رفاقت عظمیٰ اور آپ ﷺ کے رفقاء کار کی بے مثال صحبتوں سے فیضیاب ہو کر اصحاب رسول ﷺ کا خاص الخاص مقام پایا اور چونکہ یہ سچے اور سُچے مسلمان علم و عمل میں اس اسوہ حسنہ کا پر تو تھے۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے والا بھی فلاح یافتہ قرار پایا۔

اور پھر ان خوش نصیبوں کا بھی کیا کہنا جن کے حصے میں ایسے درخشندہ ستاروں کی گرانقدر صحبت آئی۔ تابعین کا یہ چیدہ اور برگزیدہ گروہ ہی تو ہے جس کی بدولت آنحضرت ﷺ کے علم ظاہر و باطن کی سند لی جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فہم و فراست کی بدولت اور جانکاہ تکلیفیں اور مشقتیں اٹھا کر، احادیث اور روایات مبارکہ کو مکمل اسناد کے ساتھ محفوظ نہ کر لیتے تو نہ کوئی مسنون یعنی مقبول طریقہ سے اللہ رب العزت کے احکام بجا لا سکتا اور نہ اس ذات باری کا مقرب بندہ ہی بن سکتا۔ ان کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

میرے زمانے کے لوگ (اصحابؓ) بہترین ہیں، پھر وہ جو ان سے متصل ہیں (تابعین) اور پھر وہ جو ان سے ملے ہوئے ہیں (تبع تابعین)۔

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ اور ان کے حلقہ بگوشان تابعین اور تبع تابعینؒ نے پہلے خلافت راشدہ اور پھر بنوامیہ کے لگ بھگ اسی سالہ نہایت پرفتن دور کو نہ صرف قریب سے دیکھا بلکہ خود ان کی ستم رانیوں کا شکار بھی ہوئے۔ سانحہ کرب و بلا اور واقعہ حرا کے دوران اہل بیت اور کبار صحابہؓ کے خانوادوں کا جس بے دردی سے تاراج کیا گیا، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی طرح محاصرہ مکہ کے دوران جو مظالم حجاج نے ڈھائے، وہ بھی ان زیادہ سے ڈھکے چھپے نہ تھے۔ جب مسجدوں کے اندر بھی امن

غیر یقینی صورت اختیار کر گیا تو مسلمانوں کا دیندار طبقہ حکومت اور حکمرانوں سے نفرت بلکہ قطع تعلق پر مجبور ہو گیا۔ حتیٰ کہ خواجہ حسن بصریؒ جیسے بے باک نقاد نے بھی عزلت نشینی میں عافیت (۱۵) جانی۔ اور جب حجاج کے مرنے کی خبر سنی تو آپ سجدہ میں گر گئے اور کہا:

O۔ اے اللہ! میں تجھ سے ڈرتا ہوں اور اس سے ڈرتا ہوں جو تجھ سے نہیں ڈرتا (۲)۔

لیکن جب کہا جاتا کہ آپ میدان میں نکل کر ان حالات کے بدلنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ تو خواجہ حسن بصریؒ فرماتے:

O۔ اللہ تلوار سے نہیں بلکہ توبہ سے بدلتا ہے (۱)۔

دراصل خواجہ حسن بصریؒ برسہ والیان حکومت کو سازشوں سے ہٹانے کے خلاف تھے (۱۵)۔ ایسے فتنوں میں شرکت کے بارہ میں آپ کا موقف یہ تھا کہ فریقین میں سے کسی کا ساتھ نہ دیا جائے (۱)۔ جب باغی ابن احد نے آپ کا ساتھ ملانا چاہا تو خواجہ حسن بصریؒ نے کہا:

O۔ "ظالموں کے متشددانہ فعل خدا کا عذاب ہوتے ہیں جن کا مقابلہ تلوار سے نہیں بلکہ صبر سے کیا جاتا ہے: (۱۵)۔

مگر حکام اور سلاطین کے روبرو آپ کا طرزِ کلام سر بسر مختلف تھا۔ جب ابن سیرین اور الشعبی جیسے بزرگ بھی یزید بن عبدالملک کی تخت نشینی پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنے سے گریزاں تھے تو خواجہ حسن بصریؒ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار یوں کیا:

O۔ "اے ابن ہبیرہ! یزید کے بارہ میں خدا کا خوف کر مگر خدا کے معاملہ میں یزید سے نہ ڈر۔ کیونکہ خدا تو تجھے یزید سے بچا سکتا ہے لیکن یزید تجھے خدا سے نہیں بچا سکتا۔ عنقریب خدا تیرے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو تجھے

تخت حکومت سے ہٹا کر اور تیرے وسیع و عریض محل سے نکال کر قبر کی تنگی میں ڈال دے گا۔ اس وقت تیرے اعمال کے سوا کوئی چیز تجھے نجات نہ دلا سکے گی۔

خداوند تعالیٰ نے بادشاہ اور حکومت کو اپنے دین اور اپنے بندوں کی امداد کے لئے بنایا ہے۔ اس لئے خدا کی عطا کردہ حکومت کے ذریعہ سے تو خدا کے دین اور اس کے بندوں پر سوار نہ ہو جا۔ یاد رکھ خدا کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے" (۱)۔

خواجہ حسن بصری کے غیر معمولی زہد و تقویٰ اور ترک لذات نے صوفیانہ طرز زندگی پر جو دور رس اثرات مرتب کئے، وہ اس وقت کے مسلمانوں میں دنیا کی بڑھتی ہوئی رغبت کے پیش نظر اور بھی نمایاں نظر آتے ہیں (۱۴)۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں عارفانہ میلانات آپ کی بدولت ظاہر ہوئے اور دین کو صوفیانہ رجحانات سے آپ نے متعارف کروایا۔ باطنی علوم کو آپ نہ صرف زیر بحث لائے بلکہ انہیں اصطلاحات میں ڈھالنا آپ کا ایسا کارنامہ ہے جس کی آپ کے ہمعصروں میں سے کسی میں جرات نہ تھی (۱۳)۔

مگر اخلاص کے بغیر محض حلقہ نشینی اور گلیم پوشی کو خواجہ حسن بصریؒ فریب تصور کرتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے:

O۔ گو اپنے ظاہر سے تو ایسے لوگ تواضع اور فروتنی ہی کا اظہار کرتے ہیں لیکن بخدا اپنی گلیم گدائی میں یہ قیمتی لباس پہننے والوں سے کہیں زیادہ مغرور ہیں (۱)۔

ایک مرتبہ خواجہ حسن بصریؓ کو یمنی جبہ اور رداء اوڑھے دیکھ کر آپ کا

ایک مداح فرقد معترض ہوا تو آپ نے فرمایا:

O۔ تمہیں معلوم نہیں کہ دوزخیوں کا بڑا حصہ گلیم پوشوں میں سے ہو گا(۱)۔

آپ کا ایک مشہور قول ہے:

O۔ انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے(۷)۔ جو کبھی اسے مقبولیت، کبھی شہرت، کبھی ریا اور کبھی عجب و غرور میں مبتلا کر کے برباد کر دیتا ہے۔ لہذا اٹھتے بیٹھتے آپ یہ دعا کیا کرتے تھے: "خدایا! شرک، غرور، نفاق، ریا، فریب، شہرت طلبی اور دین میں شک و شبہ سے ہمارے قلوب کو بچا۔ اے مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم اور استوار رکھ، اور اسلام قیم کو ہمارا دین بنا" (۱)۔

کسی نے عرض کیا کہ فلاں شخص حالتِ نزع میں ہے۔ خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا:

O۔ انسان جب سے دنیا میں آیا ہے حالتِ نزع میں ہے(۱،۷)۔

ایک جنازے کے ساتھ قبرستان گئے۔ تدفین کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر خواجہ حسن بصریؒ اس قدر روئے کہ قبر کی مٹی تک نم ہو گئی۔

پھر فرمایا:

O۔ ایسی دنیا کے متمنی کیوں ہو جس کا انجام قبر ہے۔ برعکس اس کے اس عالم سے خوفزدہ کیوں نہیں جس کی ابتداء قبر ہے(۳،۷)۔

خواجہ حسن بصریؒ کی مشہوری صرف ان کے خلوص اور راستبازی کی بدولت نہ تھی، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ان کے وہ اقوال اور مواعظ ہیں جن سے وہ لوگوں کو گناہوں سے ہوشیار کرتے اور اپنی طرح پوری زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دلاتے تھے(۱۵)۔ اپنی جاندار تصویر کشی اور محصور

کن تراد کی بدولت ان کے خطبات کو حجاج کے پائے کے خطابت پارے مانا جاتا ہے(۱۴)۔ اصطلاحات کا معیار اتنا بلند کہ لغات کی زینت بنیں اور وسعتِ کلام کا یہ حال کہ متداولہ علوم پر لکھی جانے والی ہر تالیف میں ان کا تذکرہ ہو(۱۵)۔

لیکن جب تک خواجہ حسن بصریؓ خود ایک کام کر نہ چکتے دوسروں کو اسکی تلقین نہ کرتے۔ اسی طرح جب تک خود کسی عمل کو ترک نہ کر دیتے اس وقت تک دوسروں کو منع نہ کرتے(۱)۔ آپ کا کہنا ہے:

O۔ انسان جو کچھ کہتا ہے، اگر وہ خود اس پر عمل پیرا بھی ہے تو یہ فضیلت ہے اور اگر کرنے سے زیادہ کہتا ہے تو یہ عار ہے۔ چاہیئے یہ کہ جس چیز کی تم دوسروں کو نصیحت کرو پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو جاؤ(۷)۔

مگر جب پوچھا گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نصیحت کرنی ہی اس وقت چاہیئے جب خود برائیوں سے پاک ہو جائے۔ تو فرمایا:

O۔ ابلیس تو چاہتا ہی یہی ہے کہ کسی طرح اوامر و نواہی کا سد باب ہو جائے(۴،۷)۔

خواجہ حسن بصریؓ کا ایک قول ہے:

O۔ ان دلوں کو پھر سے زندہ کرو (صیقل کرتے رہا کرو) کیونکہ یہ بہت جلد زنگ آلود ہو جاتے ہیں(۱۵)۔

حضرت مالک بن دینارؓ نے دریافت کیا کہ لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے؟(۶) خواجہ حسن بصریؓ نے فرمایا:

O۔ "دل کے مرنے میں" پوچھا دل کا مرنا کیا ہے؟ فرمایا: "دنیا کی محبت" (۷)۔

O۔ فرمایا: میرا کلام سنتے رہا کرو کیونکہ میرا علم تمہیں فائدہ دے گا لیکن

میری بے عملی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ لوگوں نے کہا یا شیخ! ہمارے تو قلوب ہی سوئے ہوئے ہیں، ان پر آپ کا کلام کوئی اثر نہیں کرتا۔ فرمایا:

O۔ کاش تمہارے دل سوئے ہوئے ہوتے کیونکہ خوابیدہ دلوں کو تو ہلا جلا کر ہوشیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ جو ہلانے سے زندہ نہیں ہوتے (۱۱،۷)۔

ایک شخص نے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو فرمایا:

O۔ ذکر کی مجلسوں میں شریک ہوا کرو (۳)۔

ذکر و فکر کی محافل خواجہ حسن بصریؒ کے گھر میں منعقد ہوتیں، جن میں ایسے لوگ شامل ہوتے جنہیں اطمینان قلب کی جستجو ہوتی اور جو باہم مل کر قرآن سیکھنا، ایک دوسرے کے روحانی تجربات سے فائدہ اٹھانا اور دیگر مذہبی امور پر تبادلہ خیال کرنا چاہتے تھے (۱۳)۔

ایسے لگتا ہے جیسے دنیا فی نفسہٖ کوئی بری چیز نہیں۔ دراصل یہی وہ امتحان گاہ ہے جہاں سے سرخرو ہو کر ہر شخص اپنے خالق و مالک کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ حیرانگی تو اس بات پر ہے کہ اس کی چکاچوند میں الجھ کر انسان اس کی بے ثباتی اور انجام سے کیسے غافل ہو جاتا ہے۔ پہلے مدینۃ العلم کے دروازے حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک قول ملاحظہ ہو:

"دنیا مردار ہے، اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں۔ لہذا جو اس میں سے کچھ لینا چاہے وہ کتوں سے میل جول رکھے (۳)" علامہ شعرانی اس سے ان چیزوں کی چاہت مراد لیتے ہیں جو حاجات ضروریہ سے زائد ہوں۔ خواجہ حسن بصریؒ کا کہنا ہے:

O۔ دنیا کو ایک پل جانو، جس پر سے تم گزر تو جاتے ہو لیکن اس پر تعمیرات نہیں کھڑی کرتے (۱۵)۔

نیز فرمایا:

O۔ جو نعمتِ دنیا پر نازاں نہیں ہوتے، مغفرت انہی کا حصہ ہے۔ کیونکہ دانشمند وہی ہے جو دنیا کو خیر باد کہہ کے فکر آخرت میں لگا رہے (۴)۔

دوسرے لفظوں میں:

O۔ اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے اور جو دنیا کو محبوب نہیں رکھتے نجات پا جاتے ہیں (۴)۔

O۔ فرمایا: خداشناس دنیا کو اپنا دشمن سمجھتا ہے جب کہ دنیا کا لالچی خداوند رحیم و کریم کو اپنا غنیم جانتا ہے (۴،۷)۔ آپ کا کہنا ہے: میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اسے آخرت ملی ہو۔ برعکس اس کے جو آخرت کا متمنی ہو اسے دنیا بھی مل جاتی ہے (۱)۔ اور

O۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ محض دنیا کی محبت میں بتوں تک کو پوجا جاتا ہے (۴،۶)۔

O۔ خواجہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ہر شخص دنیا سے تین حسرتیں لے کر جاتا ہے (۴،۷):

۱۔ جمع کرنے کی حرص۔

۲۔ جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ حاصل نہ ہوا۔ اور

۳۔ توشہ آخرت جمع نہ کر سکا۔

دنیا کی حقیقت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

O۔ دنیا تیرے واسطے ایک سواری کی مانند ہے۔ اگر تو اس پر سوار ہو جائے گا تو یہ تجھے منزل تک پہنچا دے گی لیکن اگر یہ تجھ پر سوار ہو گئی تو تجھے ہلاک و برباد کر دے گی (۱،۳)۔

خدا کی قسم کھا کے کہا کرتے تھے (۱،۳،۴)

O۔ جو شخص روپیہ پیسہ کو عزیز جانتا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کر دیتا ہے(۶،۷)

مال جمع کرنے والوں کو آپ شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انہوں نے ایک مالدار شخص کو جوان کی بیٹی سے شادی کا خواہاں تھا محض اس کی دولت کی وجہ سے رد کر دیا تھا(۱۵)۔

O۔ تقویٰ کو آپ بہترین عمل جانتے تھے: جس کے تین درجے ہیں(۴،۶)۔

۱۔ غصہ کی حالت میں سچی بات کہنا۔

۲۔ ان چیزوں سے احتراز کرنا جن سے اللہ نے اجتناب کا حکم دیا ہے۔

۳۔ احکام الٰہی پر راضی برضا ہونا(۷)۔

O۔ دراصل دین کی اساس ہی تقویٰ پر ہے، جسے حرص اور لالچ تباہ کر دیتے ہیں(۴،۷)۔ لالچ تو عالم تک کو عیب دار بنا دیتا ہے۔

O۔ نیز فرمایا: قلیل تقویٰ بھی ایک ہزار سال کے صوم و صلوۃ سے افضل ہے، کیونکہ بہترین عمل فکر اور تقویٰ ہیں(۴)۔

O۔ خواجہ حسن بصریؒ کا کہنا ہے: جو قول مصلحت آمیز نہ ہو اس میں شر پنہاں ہوتا ہے اور جو خاموشی خالی از فکر ہو اسے لہو و لعب اور غفلت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ فکر ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں نیک اور بد کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے(۶)۔

O۔ خواجہ حسن بصریؒ نے سعید بن جبیر کو تین باتوں کی نصیحت فرمائی تھی(۴):

۱۔ صحبت سلطان سے اجتناب کرنا، اگرچہ وہ سراپا شفقت ہو۔

۲۔ کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہنا، چاہے وہ رابعہ وقت ہو اور تو اسے کتاب

اللہ کی تعلیم دیتا ہو۔

۳۔ راگ رنگ میں کبھی شرکت نہ کرنا، اگرچہ تو درجہ مردان کا رکھتا ہو۔ کیونکہ یہ آفت سے خالی نہیں اور آخر کار اپنا زخم لگا دیں گے (۷)۔

O۔ نیز ہمنشینوں کے بارے میں آپ کا مشہور قول ہے کہ شریروں کی صحبت نیکوکاروں سے بدظن کر دیتی ہے۔ یعنی بروں کی صحبت انسان کو پاکباز لوگوں سے دور کر دیتی ہے (۱۲)۔

O۔ فرمایا (۱): جب اللہ جل شانہ کسی شخص سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اپنے اہل و عیال میں مشغول نہیں ہونے دیتے (۱۳)۔ یاد رکھنا چاہیے کہ حقوق کی ادائیگی اور بات ہے اور مشغولیت اور بات ہے (۳)۔

دشمنی کے بارے میں آپ کا موقف اور بھی واضح ہے۔ فرمایا:

O۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کسی مطیع اور تابعدار سے تیری ٹھن جائے تو اس کی دشمنی سے بچنا، کیونکہ اس کو اس کا خالق و مالک تمہارے حوالے نہیں کرے گا۔ اور اگر وہ گنہگار ہے تو اپنے کئے کو خود ہی پا لے گا، تو اس کی عداوت سے پریشان نہ ہونا (۱،۳)۔

پوچھا کہ ''مسلمان'' کون ہے اور ''مسلمانی'' کیا ہے؟ فرمایا:

O۔ مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب (۷،۱۱)۔

O۔ ''اسلام'' یہ ہے کہ تو اپنے قلب کو اللہ کے سپرد کر دے اور ہر مسلمان تمہارے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

O۔ ''معرفت'' خصوصیت اور معاندت کے ترک کر دینے کا نام ہے (۶،۷) کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں بلکہ خلوص نیت سے حاصل ہوتی ہے (۴)۔

O۔ ''متواضع'' ہونے کی یہ شرط ہے کہ گھر سے باہر جس کسی سے

ملے، اسے اپنے سے افضل اور برتر سمجھے (۱،۳)۔

O۔ "فقیہہ" وہ ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہو، دین میں بصیرت رکھتا ہو اور خدائے عزوجل کی عبادت پر مداومت کرتا ہو (۱،۷) کیونکہ آپ "فقیہہ" کہلوانے کا حقدار اسے سمجھتے تھے جس نے اپنی تمامتر امیدیں آخرت سے وابستہ کر رکھی ہوں (۱۱)۔ فی الحقیقت دانشمند ہے ہی وہ جو دنیا کو خیرباد کہہ کے فکر آخرت میں لگا رہے (۴،۷)۔

O۔ "نفاق" کے بارے میں آپ کے دو قول دیکھنے میں آتے ہیں:

۱۔ کمزور ایمان والا دنیادار جو بلا تامل گناہ کرتا ہو منافق ہے (۲۳) اور

۲۔ ظاہر و باطن میں خلوص نیت کے فقدان کو آپ منافقت سے تعبیر کرتے تھے (۴)۔

صبر کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ابتلا اور مصیبت پر صبر کرنا، اور

۲۔ ان امور سے باز رہنا جن سے احتراز کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

مگر تکالیف پر میرا صبر آپ کہا کرتے تھے جہنم کے خوف سے ہے، جو عین بیقراری ہے۔ اور میرا زہد آخرت کی خواہش کی وجہ سے ہے جو سراسر رغبت ہے۔ لہذا خوش قسمت ہے وہ شخص جو درمیان سے اپنے آپ کو ہٹا لے، تاکہ اپنے حصہ پر راضی رہتے ہوئے اس کا صبر محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو کیونکہ یہی "اخلاص" کی نشانی ہے (۴،۱۲)۔

O۔ فرمایا: تورات میں ہے (۴،۶،۷):

۱۔ قانع شخص مخلوق سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۲۔ جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی وہ سلامت رہا۔

۳۔ جس نے نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا وہ آزاد ہو گیا۔

۴۔ جس نے حسد سے اجتناب کیا اس نے محبت حاصل کر لی۔

۵۔ جس نے صبر و سکون کے ساتھ زندگی گزاری وہ سر بلند ہو گیا۔

O۔ آپ کا معمول تھا کہ جب کوئی شخص آپ کی غیبت کرتا تو آپ اسے تحفہ بھیجتے اور فرمایا کرتے کہ جو ہدیہ تم نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ہدیہ سے بہت بڑھ کر ہے (۳،۶،۷)

O۔ دینی بھائی ہمیں اپنے اہل و عیال سے بھی زیادہ عزیز ہیں کیونکہ دینی معاملات میں وہ ہمارے ممد و معاون ہوتے ہیں (۴)۔

O۔ جب آدمی سے گناہ سرزد ہو جائے اور وہ سچی توبہ کر لے تو ایسی توبہ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے تقرب میں اضافہ ہوتا ہے (۱،۳)۔

اسلام کا چھوٹا انسائیکلوپیڈیا، الحسن بن ابی الحسن البصری کے تحت اپنا ۴۳ سطری اندراج ان الفاظ پر ختم کرتا ہے:

"یوں اسلام میں اٹھنے والی تقریباً ہر تحریک حسنؓ تک پہنچتی ہے اور ہمیں کوئی حیرانگی نہیں ہوتی جب ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یکم رجب ۱۱۰ھ (۳،۶،۱۱،۱۲) بمطابق ۱۰۔ اکتوبر ۷۲۸ء کو آپ کی شایان شان تجہیز و تکفین میں پورے بصرہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا (۱۴)۔ اس دار فانی میں آپ نے ۸۹ سال گزارے (۱۰،۱۱،۱۲)۔

غسل کا شرف محدث ایوب اور حمید الطویل کے حصے میں آیا۔ اگلے روز بعد از نماز جمعہ ساری خلقت جنازہ پر ٹوٹ پڑی۔ شہر اتنا خالی ہو گیا کہ جامعہ بصرہ میں اس دن عصر کی نماز پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔

مزار شریف بصرہ میں مرجع خلائق ہے (۳،۵،۶،۷،۱۲)۔

کتابیات

۱. تابعین:

مرتبہ شاہ معین الدین احمد ندوی

معارف، اعظم گڑھ (بھارت) ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۷ء

۲. تاریخ مشائخ چشت:

از خلیق احمد نظامی

مکتبہ عارفین، کراچی-۱۹۷۵ء

۳. تاریخ مشائخ چشت:

تالیف مولانا محمد زکریا

مجلس نشریات اسلام، کراچی-۱۳۹۲ھ

۴. تذکرۃ الاولیاء اردو:

مصنف شیخ فرید الدین عطار، تصحیح طفیل احمد جالندھری

ملک اینڈ کمپنی، اردو بازار، لاہور

۵. تذکرۃ خواجگان تونسوی: (جلد اول)

تالیف پروفیسر افتخار احمد چشتی

چشتیہ اکیڈمی، فیصل آباد-۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء

۶. سفینۃ العارفین:

مؤلف مولانا عبدالعزیزی ہزاروی

مکتبہ عزیزیہ، ماڑی پور روڈ، کراچی ۲۸

۷. شریف التواریخ، جلد اول موسوم بہ تاریخ الاقطاب

تالیف سید شریف احمد شرافت نوشاہی

ادارہ معارف نوشاہیہ، گجرات ۱۳۹۹ھ/۱۹۸۹ء

۸. فخر الحسن :

تالیف مولانا فخر الدین دہلوی

اردو ترجمہ: ترتیب پروفیسر افتخار احمد چشتی

۹. کشف المحجوب :

ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویری

اردو ترجمہ: ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

المعارف، گنج بخش روڈ، لاہور۔ ۱۳۹۶ھ

۱۰. مخزن چشت :

خواجہ امام بخش مہاروی۔ ۱۲۷۷ھ

مکمل اردو ترجمہ: پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

چشتیہ اکادمی، فیصل آباد۔ ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

۱۱. مراۃ الاسرار :

تالیف: شیخ عبدالرحمن چشتی

ترجمہ و تحقیق: کپتان واحد بخش سیال

صوفی فاؤنڈیشن، لاہور

۱۲. مرغوب العاشقین :

مرتبہ ڈاکٹر سید مرغوب محسن گیلانی

۲۱۶۔ خیمہ ساداب، ایوب کالونی، فیصل آباد۔ ۱۴۰۰ھ

13. **Encyclopaedia of Religion & Ethics**
Hastings, J.; J.A. Selbie: and L.H. Gray
T. & T. Clark, Edinburgh.

14. **Shorter Encyclopedia of Islam:**
H.A.R. Gibb, and J. H. Kramers
E.J. Brill, Leiden. 1953

15. **The Encyclopaedia of Islam, New Edition:**
Lewis, B.; V.L. Menage; Ch. Pellat; and J. Schacht
E. J. Brill. Leiden Luzac & Co., London. 1971

تعارُف

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ

اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے

يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾

وہ اس کے کام آسان فرما دیتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ

اور جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے!

يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

وہ اس کی برائیوں کو دور کر دیتا ہے۔

وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾

اس کے اجر کو بڑا کر دے گا

الطلاق ۶۵

ماخذ

دلّی کے بائیس خواجہ

ڈاکٹر ظہورالحسن شارب

ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

بانی صدر، دی سوسائٹی آف سنٹس

سجادہ نشین

حضرت مخدوم سماء الدین سہروردیؒ (مہرولی، نئی دہلی)

حضرت نواب گنڈی شاہ باباؒ (اجمیر شریف)

باب ۱۹

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ناصرِ شریعت ہیں اور امام طریقت ہیں۔ عمدۃ الابرار ہیں، قدوۃ الاخیار ہیں۔ آپ وہ منبعِ فیض ہیں کہ جس سے ہندوستان قال اللہ قال الرسول کے انوار کی تجلیات سے منوّر ہوا۔

خاندانی حالات

آپ کا شجرۂ نسب تینتیس[۳۳] واسطوں سے امیرالمومنین حضرت عمرؓ ابن خطاب تک اس طرح پہنچتا ہے کہ ولی اللہ بن عبدالرحیم بن وجیہہ الدّین شہید بن معظّم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدّین عرف قاضی قاذن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر عرف قاضی بُدھا بن عبدالملک بن قطب الدّین بن کمال الدّین بن شمس الدّین المفتی عرف قاضی بیران بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمر والحاکم بن مالک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اجمعین[۱]

---

[۱] قرۃ العیون۔

والد بزرگوار آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ عبدالرحیم علوم ظاہری و باطنی میں اپنی نظیر آپ تھے۔ حضرت شاہ سید عبداللہ اکبر آبادی سے بیعت تھے اور ان کے خلیفۂ اعظم بھی تھے۔

ولادت آپ ۴۔ شوال ۱۱۱۴ھ کو اس عالم میں تشریف لائے[۱]

نام آپ کا نام احمد ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ بندۂ ضعیف احمد جسے ولی اللہ کہتے ہیں[۲]

تعلیم و تربیت جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی۔ آپ کے والد نے آپ کو ایک مکتب میں داخل کیا۔ سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید ختم کیا۔ پھر دیگر کتب کے مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کی تعلیم پر کافی دھیان دیا۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ اس سے فراغت پاکر آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کے والد ماجد آپ کو پند و نصائح فرماکر علم مجلسی اور آداب محفل سکھایا کرتے تھے[۳] آپ کے والد بزرگوار ہی نے آپ کو تصوف کی تعلیم بھی دی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

"اور ان ہی سے علوم ظاہرہ اور آداب طریقت سیکھے اور ان سے کرامات دیکھے اور مشکلات پوچھے اور اُن سے اکثر فوائد طریقت کے سنے"[۴]

بیعت و خلافت پندرہ سال کی عمر میں آپ اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کو کئی سلسلوں سے اجازت حاصل تھی۔ اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں:[۵]

---

[۱] ملفوظات شاہ عبدالعزیز ص۵۶۔ [۲] فیصلہ وحدت الوجود والشہود ص۲۔ رسالہ دراثمین فی مبشرات النبی الامین ص۲۔ [۳] انفاس العارفین۔ [۴] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص۱۵۱-۱۵۲۔ [۵] قول جمیل فی بیان سواء السبیل ص۱۵۲۔

"اور ہمارے اور بھی سلاسل ہیں جن کے بعض میں بنا بر صحبت کے
اتصال ہے اور بعض میں بنا بر بیعت یا خرقہ پوشی کے"۔

لیکن آپ کا اصل سلسلہ نقشبندیہ ہے۔ بیعت ہونے کے دو سال بعد آپ کو آپ کے والد نے خلافت عطا فرمائی اور آپ کو ارشادات اور بیعت کی اجازت دے کر اپنا خلیفۂ اعظم بنایا۔ آپ نے حضرت شیخ ابو طاہر مدنی سے بھی خرقہ پایا۔ یہ خرقہ "جمیع خرقہ ہائے صوفیہ کا حاوی" کہلاتا ہے۔

والد کا وصال ابھی آپ کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا۔ ان کے وصال کے بعد آپ اُن کی مسندِ رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے اور تعلیم و تلقین میں مشغول ہو گئے۔

زیارتِ حرمین شریفین آپ نے ۱۱۴۳ھ میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ مدینہ منورہ حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔

آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بہت سے علماء اور مشائخین کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ ان متبرک شہروں میں کچھ عرصہ قیام کر کے آپ نے احادیث کی سندیں حاصل کیں۔

واپسی آپ ۱۱۴۵ھ میں دہلی واپس تشریف لائے اور دہلی میں اقامت گزیں ہو کر آپ نے درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تعلیم و تلقین میں اپنی زندگی صرف کر دی۔

شادی اور اولاد آپ کی شادی پندرہ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا حال اگلے باب میں درج ہے۔

آپ کے دیگر فرزند مولانا شاہ رفیع الدین، مولانا شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی ہیں۔

وفات شریف آپ کا وصال ۱۹۔ محرم ۱۱۷۶ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

ے ملفوظات شاہ عبد العزیز صفحہ ۵۶۔

سیرتِ مبارک آپ کا شمار ہندوستان کے علمائے عظام و فضلائے ذوی الاکرام میں ہے۔ آپ کی بزرگی اور عظمت سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں ہے۔ آپ افضل ترین علمائے عصر تھے۔ معقول و منقول اور حقائق و معارف میں یکتائے روزگار تھے[1] آپ تمام عمر طلقین اور علوم عقلی و نقلی کے درس دینے میں معروف اور مشغول رہے۔ زندگی میں سادگی انتہا درجہ کی تھی۔

آپ کا علمی ذوق آپ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:

لمعات۔ ہمعات۔ قول جمیل فی بیان سوا السبیل۔ انفاس العارفین۔ مکتوب مدنی (اردو ترجمہ الملقب بہ فیصلہ وحدۃ الوجود والشہود) رسالہ دار الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ مکتوبات مع مناقب ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری و فضیلت ابن تیمیہ۔ تفسیر قرآن تفہیمات الٰہیہ۔ مکاتیب عربی۔ انتباہ فی اسناد احادیث رسول اللہ صلعم۔ خیر کثیر۔ قول الجلی فی آثار الولی۔ بدور بازغہ فیوض الحرمین۔ تاویل الاحادیث۔ خمسہ رسائل۔ انصاف۔ قصیدہ الطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔ عقد الجید۔ چہل حدیث مع شرح منظوم الموسوم بہ تسخیر۔

شعر و سخن کا ذوق حسب ذیل اشعار آپ کے شعر و سخن کے ذوق کا آئینہ دار ہیں[2] آپ کا تخلص امین تھا۔

من نہ دانم بادہ ام یا بادہ را پیمانہ ام
عاشقِ شوریدہ ام یا عشق یا جانانہ ام

مبتلائے حیرتم جاں گو کیست یا جانِ جاں
اصطلاحِ شوق بسیار است و من بیگانہ ام

---

[1] سیر الاخیار [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص۱۲۔

میل ہر عنصر بود سوئے مقرِ اصلیش — جذبۂ اصل است سرِ شورشِ مستانہ ام
شوقِ موسیٰ در ظہور آورد نارِ طور را — در نہادِ شمع آتش می زند پروانہ ام
اے امین بر ستیم نام تجدد تہمت است — در ازل پیش از زماں تعمیر شد میخانہ ام

آپ کی تعلیمات

آپ کی تعلیمات علم ظاہر اور علم باطن کا ایک بیش بہا خزانہ ہیں

آدابِ عالمِ حقانی

آپ فرماتے ہیں کہ[1]:

"میں وصیت کرتا ہوں طالب حق کو چند امور کی انہیں جملہ یہ ہے کہ اغنیا اور امراء سے صحبت نہ رکھے، مگر بہ نیت دفع کرنے ظلم کے خلق پر سے یا اُن کو مستفید کرنے کے واسطے خیر پر صحبت نہ اختیار کرے صوفیان جاہل کی اور نہ جاہلانِ عبادت شعار کی اور نہ فقیہوں کی جو زاہد خشک ہیں اور نہ محدثین ظاہری کی جو فقہ سے عداوت رکھتے ہیں اور نہ اصحاب معقول اور کلام کی جو منقول کو ذلیل سمجھ کر استدلال عقلی میں افراط کرتے ہیں۔"

طالبِ حق کے واسطے ضروری باتیں

آپ فرماتے ہیں کہ[2]:

"طالبِ حق کو چاہئے کہ عالم صوفی ہو۔ دنیا کا تارک ہر دم اللہ کے دھیان میں حالاتِ بلند میں ڈوبا۔ سنتِ مصطفویہ میں راغب۔ حدیث اور آثار صحابۂ کرام کا متجسس۔ حدیث اور آثار کی شرح اور بیان کا طلب کرنے والا فقیہانِ محققین کے کلام سے جو حدیث کی طرف مائل ہیں انظر سے اور اُن اصحاب عقائد کے کلام سے جن کے عقائد ماخوذ ہیں سنت سے۔ جو ناظر ہیں دلیل عقلی میں بطریق عدم لزوم کے

---

[1] قول الجمیل فی بیان سواء السبیل ص ۱۳۶ [2] قول الجمیل فی بیان سواء السبیل ص ۱۲۷

اور ان اصحاب سلوک کے کلام سے جو جامع ہیں علم اور تصوف کے تشدد کرنے والے نہیں اپنے نفوس پر اور نہ دقت کرنے والے سنت نبویہ پر بڑھ کر اور نہ صحبت اختیار کرے، مگر اس شخص سے جو متصف صفات مذکورہ ہے۔

گوشہ نشینی آپ فرماتے ہیں کہ:

"گوشہ نشینی اس قدر ہے کہ امور صالحہ میں نقصان نہ ہو مثلاً: عیادت مریض کی اور تعزیت مصیبت زدہ کی اور صلہ رحمی اور حاضری مجالس علم کی اور رفع خشونت طبع اور قبض خاطر کی اور مثل اس کے ان کے سوا باقی اوقات میں عزلت اور گوشہ نشینی کرے۔"

چار عادتیں آپ فرماتے ہیں کہ:

"شرع شریف میں در بارہ تہذیب نفس کے جو کچھ کہ مطلوب ہے چار خصلتوں کا قائم کرنا اور اُن کی اضداد کا نفی کرنا ہے۔ ان میں سے ایک تو طہارت ہے..... دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع کرنا اور دل کی بینائی کو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ کرنا..... سوم سماحت ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ نفس جب انتقام اور بخل اور حرص وغیرہ خواہشات بہیمیہ خسیسہ کا مغلوب نہ ہووے..... چہارم عدالت ہے اور وہ ایسی خصلت ہے کہ انصاف اور ملکی سیاست کا انتظام قائم رکھنے کا صدور اسی خصلت سے ہوتا ہے۔"

اقوالِ زرّیں

افراد انسان میں مختلف استعدادیں پیدا کی گئی ہیں اور ہر شخص اپنی استعداد کے موافق کمال پیدا کرتا ہے۔

- حوادث کے اسباب میں سے ایک سبب بخت بھی ہے۔
- ہر زمانے میں ایک قرن ہے اور ہر قرن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیموں کا ایک علم ہے جو اہلِ قرن کو پہنچتا ہے۔
- بیعت سے مرید کو امر کرنا ہے مشروعات کا اور روکنا اس کو خلافِ شرع سے اور راس کی رہنمائی کی طرف تسکینِ باطنی کے اور دُور کرنا بُری عادتوں کا اور حاصل کرنا صفاتِ حمیدہ کا۔

اَوراد و وظائف

آپ کے اَوراد و وظائف کشودِ کار کی کنجی ہیں۔ خاص خاص حسب ذیل ہیں:

غنائے باطنی وظاہری کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ ہر روز گیارہ سو مرتبہ "یَا مُغْنِیُ" اور چالیس بار سُورۃ مُزمل" پڑھنا چاہیے اور اگر چالیس بار نہ پڑھ سکے تو گیارہ بار پڑھے[1]:

فاقے سے بچنے کے واسطے آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا[2]

حاجت پوری ہونے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت کو بارہ سو بار بارہ دن تک پڑھنا چاہیے[3] یَابَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَابَدِیْعُ

حاکم کو مہربان کرنے کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ حاکم کے سامنے جس سے ڈرتا ہو جب جائے تو کہے: کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ

داہنے ہاتھ کی ہر اُنگلی کو بند کرے۔ لفظ اوّل کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ اور بائیں ہاتھ کی ہر اُنگلی کو قبض کرے لفظ ثانی کے ہر حرف کے نزدیک پھر دونوں ہاتھوں کی اُنگلیاں بند کئے جائے، پھر دونوں کو کھول دے[4]

---

[1] [2] [3] [4] قول جمیل فی بیان سواء السبیل صـ۱۰۱ صـ۱۰۳ صـ۱۱۱ صـ۱۰۵

باب ۱۷

محبُّ النّبیؐ

حضرت مولانا محمدؐ فخر الدین فخر جہاںؒ

محب النبی حضرت مولانا محمد فخر الدین فخر جہاں فخر الاولین والآخرین ہیں۔ آپ قطب زمانہ ہیں، فرد یگانہ ہیں، شہسوار عرصۂ ولایت ہیں، صدر نشین محفل کرامت ہیں۔

خاندانی حالات بواسطہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ آپ کی نسبت نسبی امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ حضرت مولانا فخر جہاں نے سلسلۂ مدیث میں اپنے کو صدیقی لکھا ہے[1]

والد بزرگوار آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی اسم گرامی حضرت نظام الدین ہے۔ آپ کے خاندان کے بزرگ باہر سے تشریف لاکر قصبہ نگراؤں (کاکوری) اودھ میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ آپ کے والد حضرت نظام الدین دہلی آکر حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت سے

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء ص ۹۴

مشرّف ہوئے۔ اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق آپ دکن تشریف لے گئے اور اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرکے وہیں رشد و ہدایت فرمانے لگے۔

والدۂ ماجدہ آپ کی والدۂ مکرمہ حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان سے تھیں[1]

بھائی آپ کے چار بھائی تھے[2] حضرت محمد اسماعیل آپ کے بڑے بھائی تھے اور تین سوتیلے بھائی تھے (۱) غلام معین الدین (۲) غلام بہاؤ الدین (۳) غلام کلیم اللہ۔ یہ تینوں بھائی آپ سے بیعت تھے[3]

بہن آپ کی بہن بھی آپ سے بیعت تھیں۔

ولادتِ باسعادت آپ ۱۱۲۶ھ میں اورنگ آباد میں جلوہ گر ہوئے[4]

نامِ نامی آپ کے والد ماجد نے آپ کی ولادت باسعادت کی خبر اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی کو کی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی بہت خوش ہوئے اور آپ نے اپنا ملبوسِ خاص آپ کے واسطے بھیجا۔ آپ نے آپ کا نام مولانا محمد فخر الدین رکھا اور فرمایا کہ "یہ میرا فرزند ہے۔"[5]

آپ کے متعلق پیشین گوئی حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہان آبادی نے آپ کے متعلق فرمایا:

"یہ فرزند شہر شاہجہان آباد کو اپنے نورِ ہدایت سے منوّر و روشن کرے گا۔"

لقب آپ کا لقب محبّ النبی ہے۔

آپ کے محبّ النبیؐ کے لقب سے ممتاز ہونے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ جب آپ خواجہ غریب نواز رح کے دربار میں اجمیر شریف حاضر ہوئے، اس وقت ایک صاحبِ دل بزرگ

---

[1] خلاصۃ الفوائد [2] مناقب فخریہ [3] تکملۂ سیر الاولیا ص۱۰۱ مناقب فخریہ ص۵۔ [4] مناقب فخریہ ص۳۔
[5] تکملۂ سیر الاولیا ص۱۰۵۔

اپنے کسی کام کے واسطے دربارِ غریب نوازؒ میں حاضر تھے۔ ان بزرگ کو خواجہ غریب نوازؒ نے بشارت دی کہ ان کو پہچان لو۔ مطلب برآری ان سے ہوگی۔ اُن کا نام "محب النبی" ہے۔ ان بزرگ نے آپ کو تلاش کیا اور خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ اس روز سے آپ اس لقب سے مشہور ہوئے۔

دوسری وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ عرس کے موقع پر حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے مزارِ پرانوار پر حاضر تھے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی نے آپ کو لنگر سے کچھ تبرک دیا اور ارشاد فرمایا کہ:

"تم "محب النبی" ہو[1] اس روز سے آپ محب النبی کہلانے لگے۔"

تعلیم و تربیت آپ نے چند کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ آپ نے "شرح وقایہ" "مشارق الانوار" "نفحات الانس"، ایک کتاب علمِ طب میں اور ایک رسالہ تیراندازی کے فن میں۔ یہ سب کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ آپ نے میاں محمد جان جیو سے اور کتابیں پڑھیں جن میں فصوص الحکم وغیرہ شامل ہیں۔ آپ نے مشہور کتاب "ہدایہ" مولوی عبدالحکیم سے پڑھی جو بہت بڑے عالم تھے اور فقہ میں ماہر تھے[2]

بچپن کا ایک واقعہ آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ ایک روز آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ دربار سے تھے۔ آپ پر غنودگی طاری ہوئی۔ سرورِ دین و دنیا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو چنے کے پانچ دانے مرحمت فرمائے۔ جب آپ ہوشیار ہوئے، وہ چنے کے پانچ دانے آپ نے اپنے ہاتھ میں دیکھے۔ آپ کے والد بزرگوار بھی جاگ گئے۔ آپ کا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے

---

[1] تکملۂ سیر الاولیاء، صفحہ ۱۱۱۔ [2] تکملۂ سیر الاولیاء، صفحہ ۱۰۶۔۱۰۷۔

فرمایا: ان دانوں میں ہمارا حصہ بھی ہے۔ آپ نے اور آپ کے والد ماجد نے وہ دانے تناول فرمائے[1]

بیعت وخلافت آپ صغر سنی میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے۔ جب آپ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی آپ کے والد ماجد نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

والد ماجد کا وصال خرقۂ خلافت عطا کرنے کے ایک سال بعد آپ کے والد ماجد نے جانِ شیریں جانِ آفریں کے سپرد فرمائی۔ والد بزرگوار کے وصال کے وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی۔

ریاضت ومجاہدہ والد بزرگوار کے وصال کے بعد آپ زیادہ وقت عبادات میں گزارتے تھے۔ آپ اپنے حال کی کسی کو خبر نہ دیتے تھے۔ جو لوگ آپ کے قریب تھے انھیں کو بھی آپ کی ریاضات، عبادات اور معاہدات کا علم نہ تھا۔ ایک دن آپ کے پیر بھائی اور ہم خرقہ خواجہ کامگار خاں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ حلقۂ ذکر منعقد کریں اور ذکر جہر کرایا کریں۔ آپ مسکرائے اور اُن سے فرمایا کہ وہ آپ کے واسطے دعا کریں کہ خداوند تعالیٰ ان کو ان کاموں کی توفیق دیں۔ انہوں نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، اُن کو جو دولت ونعمت حاصل ہوئی تھی وہ فوراً سلب ہوگئی۔ اور وہ معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے ان کو معاف فرمایا اور وہ تمام دولت ونعمت جو سلب ہوئی تھی، وہ اور اس کے علاوہ مزید نعمت مرحمت فرمائی[2]

ملازمت آپ کی خواہش پر نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے آپ کو عہدۂ سپہ سالاری یا نائب بخشی تفویض کیا[3] آپ نے تین سال تک بحسن وخوبی

۱؎ تکملۂ سیر الاولیاء ص۱۰۵-۱۰۶، مناقب فخریہ ص۵۔ ۲؎ مناقب فخریہ ص۷-۸۔ ۳؎ مناقب فخریہ ص۷-۸۔
۴؎ مناقب فخریہ ص۶۔

اپنے فرائض انجام دیئے پھر مستعفی ہوکر اورنگ آباد تشریف لے گئے۔

دہلی میں آمد ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ عبادت میں مشغول تھے۔ آپ نے یہ آواز سُنی۔ ع

بند بگسل باش آزاد اے پسر

یہ سُن کر آپ کو دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ آپ اپنے والد ماجد کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے۔ جب مراقب ہوئے یہ آواز سُنی ؎

شہ اقلیم فقرم بے خودی تخت روانِ من
نہ چوں فرہاد مزدورم نہ چوں مجنوں زمیندارم

یہ سُن کر آپ نے دہلی جانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

آپ ۱۱۶۰ھ میں دہلی میں رونق افروز ہوئے [1]

پاک پٹن شریف میں آمد دہلی تشریف لانے کے چھ ماہ بعد آپ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر کے مزار اقدس کی زیارت کے واسطے پاک پٹن حاضر ہوئے۔ پانی پت میں چار راتیں قیام فرمایا۔ حضرت بوعلی قلندر کے فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔

شادی اور اولاد ایک بیماری کے ازالہ کے واسطے آپ نے حکیموں کا مشورہ قبول فرماکر اورنگ آباد میں شادی کی۔ آپ کے ایک لڑکا ہوا۔ آپ نے ان کا نام غلام قطب الدین رکھا [2]

وفات شریف آپ ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ کو رات کے آخری حصہ میں اس جہانِ فانی سے رحمت یزدانی کی طرف رحلت فرمائی [3] بوقتِ وفات

---

[1] مناقب فخریہ ص۱۱ [2] تکملہ سیر الاولیاء ص۱۲ [3] مناقب فخریہ ص۵۱-۵۲

آپ کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ آپ کا مزار مہر دلی میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔

آپ کے خلفاء آپ کے مشاہیر خلفاء حسب ذیل ہیں:
"حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت مولانا میر ضیاء الدین، حضرت مولوی خدا بخش، نواب غازی الدین میر خاں المتخلص بہ نظام، شاہ نعمت اللہ، مولوی محمد غوث۔ شاہ روح اللہ، شاہ قمر الدین اور حضرت محمد غوث۔

سیرت پاک آپ کی ذات والا صفات اوصاف ظاہری و باطنی کی جامع تھی۔ آپ نہایت خلیق و متواضع تھے۔ آپ ہر آنے والے کی تعظیم و تکریم بلاکسی امتیاز کے کرتے تھے یہاں تک کہ بیماری میں بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ میں ایثار نفس بدرجہ اتم تھا۔ عبادت، ریاضت، مجاہدہ اور مراقبہ میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو روپیہ اور چیزیں نذر میں آتی تھیں، سب کو تقسیم فرما دیتے تھے۔ آپ اپنے واسطے کچھ نہ رکھتے تھے۔ انکساری اس درجہ تھی کہ جب آپ کا خاکروب پیرا دو روز متواتر خانقاہ میں صفائی کے واسطے نہیں آیا، اور جب معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے، آپ بہ نفس نفیس اس کو دیکھنے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اس کو کچھ روپیہ دیا اور اس سے معذرت کی کہ اس کی خبر گیری میں اتنی دیر ہوئی[1]۔

علمی ذوق آپ کے خطوط گنجینۂ معرفت ہیں۔ وہ "رقعاتِ مرشدی" کے نام سے شائع ہو گئے ہیں۔ آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں:
"فخر الحسن۔ عقائد نظامیہ۔ سیرتِ محمدیہ۔ عین الیقین۔"

آپ کی تعلیمات آپ کی تعلیمات اعلیٰ روحانی مقام کے حاصل کرنے میں امداد اور

---

[1] مناقب فخریہ ص۱۶ [2] مناقب فخریہ ص۱۸۔

رہنمائی کرتی ہیں۔

مقام سیرانفسی آپ فرماتے ہیں کہ سیر آفاقی میں یعنی عالم کبیر میں عارف محبوبِ حقیقی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سیرانفسی میں بھی وہ اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔ یہ کہنا چاہیئے کہ اول تو محض آئینہ ہے اور ذاتِ پاک کا ظہور اس میں بھی ہے۔ مگر دوم یہ کہ انسان "عالم صغیر" ہے مصفّٰی اور مجلّٰی آئینہ ہے۔ اس میں جو تجلّیات عارف مشاہدہ کرتا ہے وہ پہلے مشاہدہ سے بدرجہا فوق ہیں۔ مقام سیرانفسی کا تمام حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ سالک کا باطن ماسوا اللہ سے پاک ہو جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی ہستی کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو مقام قربِ نوافل حاصل ہوتا ہے۔[1]

حضورمع اللہ آپ فرماتے ہیں کہ اصل تمام کی حضورمع اللہ کا حاصل ہونا ہے۔ طریقے مختلف ہیں۔ خواہ یہ ذکر جہر سے ہو، یا ذکرِ خفی سے۔ خواہ فکر سے ہو یا مراقبہ یا مرابطہ سے ہو۔[2]

بےخودی آپ فرماتے ہیں کہ بےخودی ایک بڑی نعمت ہے۔ اس کا شکر کرنا ضروری ہے۔ لیکن سالک کو اس پر قناعت نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ اس کو اصلی مقصد اور مدارجِ عالیہ حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنا چاہیئے۔ بےخودی تو بھنگ اور سافیون سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس قسم کی بےخودی محمودہ نہیں ہے بلکہ مذمومہ ہے۔ جب بےخودی حاصل ہو تو ریاضت و مجاہدہ میں زیادہ مصروف ہونا چاہیئے۔[3]

ذکراورمحاسبہ آپ فرماتے ہیں کہ جس قدر بھی ہو سکے ذکر کرنا چاہیئے، لیکن اتنا نہیں کہ جس کا صحت پر بُرا اثر پڑے۔ محاسبہ کرنا بھی ضروری ہے۔[4]

---

[1] رقعاتِ مرشدی ص۳۵۔ [2] رقعاتِ مرشدی ص۵۰۔ [3] رقعاتِ مرشدی ص۶۲-۶۴۔
[4] رقعاتِ مرشدی ص۶۴-۶۵۔

اقوال

- حضور و غیب کو دل سے دور کرنا چاہئے۔
- یادِ مولےٰ سب سے اولیٰ ہے۔
- دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔
- سالک کو چاہیئے کہ ضبط اوقات کو ہاتھ سے نہ دے
- سالک کو فریبِ نفسانی نہ کھانا چاہیئے۔
- انسان مظہر جمیع مراتبات الٰہیہ و کونیہ ہے۔

اوراد و وظائف آپ پاس انفاس" اور ذکر جلی و خفی کی تلقین فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مثل نوافل، نماز و تہجد و اشراق اور اوراد مثل درود شریف و تلاوت قرآن مجید کو اپنے اوپر لازم کرنا چاہیئے۔[1]

کشف و کرامات نواب میر غازی الدین خاں کو مسئلہ وحدت الوجود کے سمجھنے میں سخت تردد تھا۔ آپ نے مکاشفہ سے ان کا تردد معلوم فرمایا۔ ایک دن آپ نواب صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی انگلیاں اُن کی انگلیوں میں اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں ہتھیلیاں ملائیں۔ پھر مسکرا کر نواب صاحب کی طرف دیکھا۔ نواب صاحب بے ہوش ہو گئے۔ نواب صاحب کہتے ہیں کہ جب ہوش آیا تو تمام جمادات، نباتات اور حیوانات ایک شے نظر آنے لگے۔ ——— اورنگ آباد سے دہلی تشریف لاتے ہوئے راستے میں ایک نابینا بڑھیا آپ کی خدمت میں آئی اور آپ سے عرض کیا کہ اس کی آنکھیں روشن کر دیں۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس بڑھیا کی آنکھوں پر پھیرا، اسی وقت اس بڑھیا کی آنکھوں میں روشنی آگئی۔[2] ——— آپ کے مرید قاضی الرضیا مرض میں مبتلا تھے۔ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ اُن سے بغل گیر ہوئے۔ بغل گیر ہونے کے فوراً بعد ہی قاضی صاحب بالکل اچھے ہو گئے اور اپنے اندر ایسی قوت محسوس کرنے لگے کہ گویا بیماری ہی نہ تھے۔

---

[1] رسالہ معین السالکین صفحہ ۹ [2] فخر الطالبین صفحہ ۳۴-۳۲ مناقب فخریہ صفحہ ۱۰

ایک تبصرہ

از پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید چشتی
پروفیسر منظور حسین سیالوی

ہمیں اعتراف ہے کہ زیر تبصرہ کتابوں کے اصل مسودے جو قلمی بھی ہیں اور عربی میں بھی، ہمیں دستیاب نہیں۔ لہذا یہ کوشش صرف ان کوائف کی روشنی میں کی جا رہی ہے جو مطبوعہ تراجم کی صورت میں ہمیں میسر آ سکے۔ ان کے متعلقہ تراشے ہم کتابوں کے ناموں کے حروف تہجی کے مطابق قارئین کرام کی نذر کر رہے ہیں۔ دراصل یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان اقتباسات کے یکجا کرنے کی ضمنی پیداوار سے زیادہ نہیں۔ ظاہر ہے ایسے نامکمل شواہد کسی حتمی نتیجہ کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اے ایمان والو!

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ
اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو گے، تو

يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا
• وہ پیدا کر دے گا تم میں حق و باطل میں تمیز کی قوت، اور

وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
• ڈھانپ دے گا تم سے تمہارے گناہ، اور

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ
• بخش دے گا تمہیں۔

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ الانفال ۸
اور اللہ بڑے فضل (وکرم) والا ہے۔

پانچ صفحوں پر محیط "شریف التواریخ" (۸) سے لیا گیا اقتباس ان سترہ اقتباسات میں سب سے مفصل اور سب سے مدلل ہے جس میں متنازعہ فیہ مسئلہ کی اصل حقیقت، اس کے مختلف اجزا اور پوری تاریخ مختصر الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ نیز اس کے ممکنہ نتائج اور دفاعی نقاط سے بھی آشنائی ہو جاتی ہے۔ طرز استدلال کافی حد تک "فخرالحسن" سے ملتا جلتا ہے۔ بلکہ اگر اسے "فخرالحسن" کا خلاصہ کہہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

O

زیر غور شواہد کی رو سے تو یہ تعین کرنا بھی مشکل ہے کہ "فخرالحسن" تحریر کب کیا گیا تھا۔ زیادہ تر خیال ہے کہ اسے حضرت شاہ صاحب کی "الانتباہ" کے بعد لکھا گیا (۱۴) تھا۔ جس کے سن تصنیف کا بھی ہمیں علم نہیں۔ البتہ دو باتیں یقینی ہیں:

اول یہ حضرت مولانا صاحب کے دلی وارد ہونے، یعنی ۱۱۶۰ھ کے بعد لکھی گئی جب آپ دلی والوں میں پوری طرح متعارف بھی نہ ہوئے تھے (۱۴)۔ اور

دوسرے اس کی تکمیل حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں ہو چکی تھی (۶)۔ جب کہ ان کا وصال محرم ۱۱۷۶ھ بتایا جاتا ہے۔

لہذا یہاں تک کہنا یقینی ہے کہ "فخرالحسن" بارھویں صدی ہجری کی تیسری چوتھائی کے دوران یا پھر غالباً ۱۱۶۰ھ تا ۱۱۶۵ھ کے درمیان ضبط تحریر کیا گیا تھا۔

O

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کونسا حساس اعتراض تھا جو "فخرالحسن" کی تصنیف کا فوری اور حقیقی محرک بنا؟ اپنی اس تصنیف (۹) کے پہلے ہی صفحہ پر حضرت مولانا محمد فخرالدین دہلوی رقمطراز ہیں:

سننے میں آیا ہے کہ محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے:

۱۔ حسن بصریؒ سے مروی تمام احادیث جو انہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت کیں بخاری مسلم ترمذی ابی داؤد وغیرہ کے نزدیک متصل نہیں بلکہ مرسل ہیں۔ اور

۲۔ حضرت علی البدریؓ کا امام حسن بصریؒ سے اتصال بھی فن حدیث کے اصولوں کے مطابق صحیح نہیں۔

نیز صوفیاء تو حسن بصریؒ اور حضرت علیؓ کے مابین ملاقات اور سماع حدیث ہر دو کے قائل ہیں لیکن تفتیش کے باوجود اس بات کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ "فخرالحسن مع ترجمہ علی حسن" (۱۰) اور "رسالہ فخرالحسن" (۶) بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا موقف کی تائید ہمیں دوسری دستیاب کتابوں میں نہیں مل سکی۔ ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب نے حاشیہ "قول الجمیل" (۵) میں اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ملاقات حضرت علیؓ سے باعتبار تاریخ ثابت نہیں (۵)۔

مگر اردو ترجمہ والا "الانتباہ" کا جو اکلوتا اور مطبوعہ نسخہ (۱) ہمیں دستیاب ہو سکا اس کے صفحہ ۳۴ کے مطابق حضرت شاہ صاحب نے اپنے شکوک و شبہات کا اظہار کچھ درج ذیل الفاظ میں کیا تھا:

"اہل سلوک کے نزدیک حسن بصری، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یقیناً نسبت کئے گئے ہیں اگرچہ اہل حدیث اسے ثابت نہیں کرتے"۔

ظاہر ہے یہ الفاظ حضرت مولانا صاحب کے بیان کردہ اعتراضات کے صرف آخری جز کی ترجمانی کرتے ہیں۔

مبصرین کی بھاری اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ زیر بحث اعتراضات کا اظہار احمد بن عبدالرحیم عمری المعروف بہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی ایک عربی تصنیف ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اسانید وارثی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' میں کیا تھا۔

شائد اسی لئے ڈاکٹر بقاء جنہوں نے چند سال قبل ''فخرالحسن'' کی تہذیب و تحقیق کی تھی مندرجہ بالا اتفاق سے متفق نہیں (۶)۔ آپ صفحہ ۱۲۳ کے حاشیہ ۳ میں لکھتے ہیں:

''یہ کہنا غلط ہے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے شکوک و شبہات کا اظہار ''الانتباہ'' میں کیا تھا۔ حالانکہ اس میں بھی ان کے بارے میں کچھ اشارے ضرور ملتے ہیں۔ برعکس اس کے حضرت شاہ صاحب کا زیر تبصرہ بیان درحقیقت انہی کے ایک اور رسالہ ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' کے ۲۹۸ تا ۳۰۹ صفحات پر درج ہے''۔

بہر صورت ''قول الجمیل'' میں بھی حضرت شاہ صاحب نے زیر تبصرہ شبہ کی طرف اشارہ کیا ہے (۵)۔

ان شواہد پر بحث سمیٹنے سے پہلے ''الانتباہ'' کے لکھنے کی غرض و غائت اس کتاب کے فاضل مصنف حضرت شاہ صاحب کی زبانی پیش کرنا بے فائدہ نہ ہو گا۔ دراصل آپ کا مدعا سلاسل اربعہ کی ان شاخوں کو بالتفصیل متعارف کروانا تھا جن کی وساطت سے انہیں اپنے محترم والد، معزز ننھیال اور اساتذہ کرام سے ظاہری و باطنی علوم میں خلافت و اجازت یا اسناد ملی تھیں (۱)۔ یاد رہے آپ کے ان شجرہائے طریقت میں سلسلہ چشتیہ کی وہ تین شاخیں یعنی

سراجیہ، صابریہ اور نصیریہ بھی شامل ہیں جو بقول حضرت شاہ صاحب کے خواجہ حسن بصریؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ہوتی ہوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتی ہیں۔

دریں حالات ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ یا تو

۱۔ متذکرہ بالا ''الاتنباہ'' کا مطبوعہ نسخہ، جو ہمیں بمشکل دستیاب ہو سکا، ہی مکمل اور صحیح نہیں۔ اور یا

۲۔ ڈاکٹر بقاء کا متذکرہ بالا قول کہ حضرت شاہ صاحب نے زیر بحث شکوک و شبہات کا اظہار ''الاتنباہ'' کی بجائے ''قرۃ العینین'' میں کیا تھا(۶) درست ہے۔

اس دوسرے مفروضے کی بتوسط تائید حضرت شاہ صاحب کے اپنے ایک تعارف میں درج اطلاع سے بھی ہو رہی ہے(۱۱)۔ ہو نہ ہو ''الاتنباہ'' کی دو ہی قسمیں ہوں۔ اور اس کی دوسری قسم جس میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تھا ابھی غیر مطبوعہ ہی ہو(۱۱)۔

یوں لگتا ہے جیسے متعلقہ تصانیف کی عدم موجودگی میں یہ سوال کلی طور پر طے نہیں ہو سکتا۔

O

''فخرالحسن'' کے شارح مولانا احسن الزمان خان اپنی تصنیف ''قول المستحسن'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ رسالہ ''فخرالحسن'' حضرت شاہ صاحب کی زندگی میں مکمل ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے اسے پڑھا بھی تھا۔ مگر اس وقت آپ بیمار تھے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کا وصال ہو گیا(۶)۔

''فخرالحسن'' میں درج شواہد اتنے ثقہ اور دلائل اتنے لاجواب تھے کہ ہماری اطلاع کے مطابق اس کے بعد انہیں جھٹلانے کی کسی میں جرات نہیں

ہوئی۔ مناقب حافظیہ کے صفحہ ۲۰۷ پر لکھا ہے کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے اس رسالہ کا جواب لکھنا چاہا لیکن وہ لکھ نہ سکے (۵)۔ ''فخرالحسن'' لکھنے کے مقاصد پورے ہونے کی یہی سب سے بڑی دلیل ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام حلقوں میں اس تصنیف لطیف کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

O

کسی حتمی فیصلہ پر پہنچنے سے پہلے درج ذیل حوالوں کی طرف آپ کی توجہ بالخصوص مبذول کروانا بھی ضروری ہے:

۱۔ ''الانتباہ'' کے صفحہ ۲۰-۲۱ پر شکوک کی ممکنہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے (۱)۔

۲۔ صفحہ ۱۷-۱۸ پر ''الانتباہ'' ہی میں درج یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت شاہ صاحب کو ارتباط خرقہ شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی کی طرف سے ہے، جنہوں نے خرقہ پہنا اپنے شیخ احمد قشاشی کے ہاتھ سے اور پھر ان کو خرقہ قادریہ پہنچا کئی طرق سے۔ آپ کے اس تعلق کو ''فخرالحسن'' میں صفحہ ۱۶ پر حضرت مولانا صاحب نے بھی واضح ثبوتوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

۳۔ اور ''الانتباہ'' ہی کے صفحہ ۳۴ پر حضرت شاہ صاحب پہلے یہ بیان لکھتے ہیں:

اہل سلوک کے ہاں حسن بصریؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ بالیقین منسوب ہیں۔ (اگرچہ) محدثین کے نزدیک یہ انتساب ثابت نہیں (۱)۔

اور پھر تحریر کرتے ہیں:

شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب ''عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید'' میں ایک تشفی بخش (۴) بحث سے اہل تصوف کی تائید کی ہے (۱)۔

۴۔ نیز ''الانتباہ'' ہی میں ایک اور مقام پر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

صوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے فیض

پایا تھا(۴)۔

اور پھر اس رجوع کو، اگر اسے رجوع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، مزید تقویت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے اپنے رسالہ "تنبیہ اہل الفکر برعایتہ آداب الذکر" (۸) سے بھی تو ملتی ہے۔

آخر "فخرالطالبین و مناقب فخریہ" کے اردو ترجمہ" (۱۵) کے صفحہ ۳۱۹ کے حاشیہ سے ماخوذ درج ذیل رائے بھی اس بات پر مزید غور و فکر کا تقاضیٰ کرتی ہے:۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ نے آخر میں اپنا خیال بدل دیا تھا"۔

O

بہر طور ایک بات اظہر من الشمس کی مصداق بالکل ناقابل تردید ہے کہ "الانتباہ" (۱)، "قول الجمیل" (۱۱) اور ان کی دیگر کتابوں میں درج حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے اپنے شجرہائے طریقت، سب کے سب، مندرجہ بالا منطقی نتیجہ کی مکمل تائید کرتے ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تک پہنچنے کے لئے خواجہ حسن بصری رضؓ ہی کا واسطہ درمیان لاتے ہیں۔

سچ ہے حق کو بیان اور حق کو تسلیم کرنا انہی علماء حق کا حصہ ہے، جو حق تعالیٰ کے لئے دوستی اور حق تعالیٰ کے لئے دشمنی کی درخشندہ مثال تھے۔

O

گنتی کے ان چند سوالوں پر حتہ المقدور تبصرہ پیش کیا گیا لیکن جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، تشنگی مٹانے کے لئے ان پر مزید تحقیق درکار ہے۔

ھو الولی

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ و اوراد فتحیہ

از تصنیف

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

ناشر

کتب خانہ علویہ رضویہ مسجد نوری حنفیہ ڈجکوٹ روڈ لائلپور

17
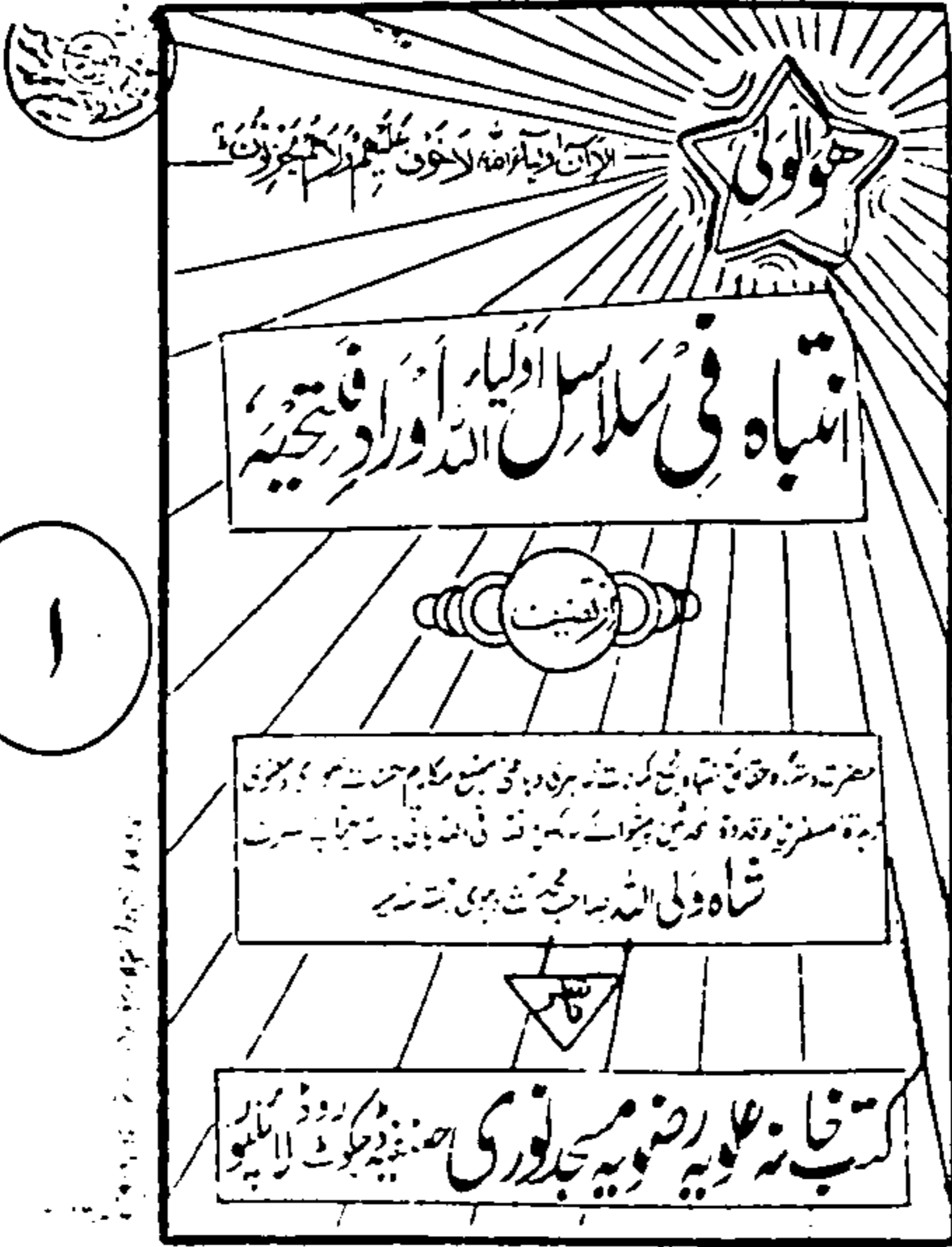
و این فقیر را ارتباط از جهت خرقه با شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی واقع است و ہذا لبسہا من ابیہ و ہذا لبسہا ایاہ من	اور اس فقیر کو ارتباط خرقہ کی جہت سے شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی کے ہے۔ اور انہوں نے خرقہ پہنا بابت اپنے شیخ احمد قشاشی کے اور

ید شیخ الامام احمد القشاشی وله فی الخرقة القادریة طرق منها انه لبسها من ید شیخه الشیخ احمد الشناوی بلباسه لها من ید ابیه علی بن عبد القدوس بلباسه لها عن ید الشیخ عبد الوهاب الشعراوی بلباسه لها من ید الحافظ جلال الدین السیوطی فی روضة مصر بلباسه لها من ید الشیخ کمال الدین محمد المعروف بابن امام الکاملیة تجاه الکعبة المشرفة بلباسه لها من شمس الدین محمد بن محمد الجزری بلباسه لها من عمر بن الحسن بن المیلت المراغی بلباسه لها من العز احمد بن ابراهیم الفاروقی بلباسه لها من الامام محی الدین محمد بن علی بن العربی قدس سرہ و اسرارهم اجمعین ویرحمنا بهم بلباسه لها من ید جمال الدین یونس بن یحیی بن ابی البرکات الهاشمی العباسی بمکة المعظمة تجاه الرکن الیمانی بالمسجد الحرام بلباسه لها من ید شیخ الوقت

انکو خرقہ قادریہ میں کئی طریقہ ہیں ایک اُن میں سے یہ ہے کہ انہوں نے پہنا اسکو اپنے شیخ احمد شناوی کے ساتھ اس لباس کے جو انہوں نے اپنے والد علی بن القدوس سے پہنا تھا۔ اور علی بن القدوس نے پہنا شیخ الوہاب شعراوی سے انہوں نے جلال الدین سیوطی سے انہوں نے روضۂ مصر میں شیخ کمال الدین محمد عرف امام الکاملیۃ سے رو برو کعبہ شریف کے انہوں نے شمس الدین محمد بن محمد جزری سے انہوں نے عمر بن حسن بن امیلۃ المراغی سے انہوں نے عز احمد بن ابراہیم فاروقی سے انہوں نے محی الدین محمد بن علی بن عربی سے قدس سرہٗ اسرارہم اجمعین و یرحمنا بہم اور محی الدین عربی نے پہنا جمال الدین یونس بن یحیٰ بن ابو البرکات ہاشمی عباسی سے مکہ معظمہ میں سامنے رکن یمانی کے مسجد الحرام میں اور انہوں نے پہنا شیخ الوقت عبد القادر جیلانی

عبد القادر جیلانی

۲۰

ذکرہ

المنذری کما فی الطبقات الحافظ بن رجب الحنبلی بلباسہ لها من ید ابی الفرج بن عبداللہ الطرطوسی بلباسه لها من ید ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن الحارث التمیمی بلباسه لها من ید والدہ عبدالعزیز بن الحارث التمیمی بلباسه لها من ید استاذہ ابی بکر محمد بن دلف بن خلف بن محمد بن جحدر الشبلی بلباسه لها من ید سید الطائفة الاستاذ ابی القاسم الجنید بن محمد البغدادی قدس سرہ و اسرارہم ورحمنا بہم الی اخر السند المذکور فی سلسلة الصحبة الا ان الصوفیة اتفقوا علی ان الحسن البصری تلقی عن سیدنا علی رضی اللہ عنہ وجمعی زین شجرہ را بیان در وضع سلسلہ نسب اثبات کنند وفیہ نظر زیرا کہ تربیت تام نہ شدہ است بر آنکہ تربیت باطنی	اسکو ذکر کیا ہے۔ منذری نے ایسا ہی لکھا ہے طبقات حافظ ابن رجب حنبلی میں اور شیخ ابو سعید نے ان سے ابوالفرج محمد بن عبداللہ طرطوسی کے انکو پہنایا ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز بن حارث تمیمی نے انکو پہنایا انکے والد عبدالعزیز بن حارث تمیمی اور انکے استاد ابوبکر بن محمد بن دلف بن خلف بن محمد بن جحدر شبلی نے ان کو پہنایا۔ سید الطائفہ استاد ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نے قدس سرہ و اسرارہم ورحمنا بہم پھر آگے وہی سند مذکور ہے۔ سلسلہ صحبت کی۔ مگر صوفیاء کا اتفاق ہے اس امر پر کہ حسن بصری نے اخذ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ... کر دو شجرہ لکھنے والے اس مقام پر سلسلہ نسب کا ثبت کرتے ہیں۔ وہ اس جگہ گفتگو ہے اسواسطے کہ ایسا تربیت نہیں پایا

این سلسلہ بودہ باشد واللہ اعلم	جاتا کہ باطن کی تربیت اس سلسلہ میں ہوئی ہو۔ واللہ اعلم

۴۳

والحسن البصري ينسب الى سيدنا علي
رضي الله تعالى عنهم عند اهل السلوك
قاطبة وان كان اهل الحديث لا
يثبتون ذالك وقد انتصر الشيخ
احمد القشاشي لاهل السلوك
والكلام واف وشاف في الكتاب
العقد الفريد في سلاسل اهل
التوحيد والله اعلم.

اور حسن بصری نسبت کے گئے ہیں سیدنا
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اہل سلوک کے
نزدیک یقیناً اگرچہ اہل حدیث اسے ثابت
نہیں کرتے اور تحقیق بہت تائید کی ہے شیخ
احمد قشاشی نے اہل سلوک کے کلام وافی و
شافی سے اپنی کتاب عقد الفرید فی سلاسل
اہل توحید میں اللہ اعلم۔

چشتیہ : ہندوستان کے بڑے مقبول اور با اثر صوفیہ کے سلسلوں میں سے ایک سلسلہ ۔ نام کی نسبت چشت سے ہے، جو ہرات کے قریب ایک قصبہ ہے (بعض نقشوں میں اسے خواجۂ چشت لکھا ہے)، جہاں اس سلسلے کے حقیقی بانی خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ (میرخورد: سیر الاولیاء، دہلی ۱۳۰۲ھ، ص ۳۹ تا ۴۰؛ جامی: نفحات الانس، نول کشور ۱۹۱۵ء، ص ۲۹۶) اپنے روحانی پیشوا خواجہ ممشاد علو دینوری (دینور، ہمدان اور بغداد کے درمیان قہستان میں ایک جگہ ہے) کے ایما پر آکر آباد ہوے ۔ یہ سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچتا ہے : ابو اسحٰق ممشاد علو دینوری، امین الدین ابی ہبیرۃ البصری، سدید الدین حذیفۃ المرعشی، ابراھیم ادھم البلخی، ابوالفیض فضیل بن عیاض، ابو الفضل عبدالواحد بن زید، حسن البصری، علیؓ بن ابی طالب، رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ شاہ ولی اللہؒ (م ۱۷۶۳ء) نے اس روایت کی صحت پر شک کیا ہے جو حسن البصری کو حضرت علی کا روحانی جانشین بناتی ہے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، دہلی ۱۳۱۱ھ، ص ۸)، لیکن ان کی اس رائے پر شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۷۸۴ء) نے اپنی کتاب فخرالحسن (اس کی شرح از مولانا احسن الزمان : القول المستحسن فی فخرالحسن، حیدر آباد ۱۳۱۲ھ) میں تنقید کی ہے ۔

ČISHTIYYA, one of the most popular and influential mystic orders of India. It derives its name from Čisht, a village near Harat (marked as Khwādja Čisht on some maps), where the real founder of the order, Khwādja Abū Isḥāḳ of Syria (Mīr Khurd, *Siyar al-Awliyā'*, Delhi 1302, 39-40; Djāmī, *Nafaḥāt al-Uns*, Nawal Kishore 1915, 296) settled at the instance of his spiritual mentor, Khwādja Mamshād 'Ulw of Dinawar (a place in Kuhistān, between Hamadān and Baghdād). The *silsila* is traced back to the Prophet as follows: Abū Isḥāḳ, Mamshād 'Ulw Dinawarī, Amīn al-Dīn Abū Hubayrat al-Baṣrī, Sadīd al-Dīn Huzayfat al-Mar'ashī, Ibrāhīm Adham al-Balkhī, Abu 'l-Fayḍ Fuḍayl b. 'Iyāḍ, Abu 'l-Faḍl 'Abd al-Wāḥid b. Zayd, Ḥasan al-Basrī, 'Alī b. Abī Ṭālib, the Prophet Muḥammad. Shāh Walī Allah (d. 1763) has doubted the validity of the tradition which makes Ḥasan al-Baṣrī a spiritual successor of 'Alī (*Al-Intibāh fi Salāsil-i Awliyā' Allāh*, Delhi 1311, 18), but his views have been criticised by Shāh Fakhr al-Dīn Dihlawī (d. 1784) in his *Fakhr al-Ḥasan* (commentary on this, by Mawlānā Aḥsan al-Zamān, *Al-Ḳawl al-Mustaḥsin fi Fakhr al-Ḥasan*, Ḥaydarābād 1312).

THE ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM

NEW EDITION

EDITED BY
B. LEWIS, CH. PELLAT AND J. SCHACHT

ASSISTED BY J. BURTON-PAGE, C. DUMONT AND V. L. MÉNAGE AS EDITORIAL SECRETARIES

VOLUME II

C—G

۳

LEIDEN
E. J. BRILL

1965

LONDON
LUZAC & CO.

اگرچہ محدثین کے نزدیک حضرت علیؓ سے آپ کا استفادۂ روحانی ثابت نہیں ہے، لیکن ارباب تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصریؒ حضرت علیؓ ہی کے فیض یافتہ تھے، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ارباب طریقت کے نزدیک حسن بصریؒ حضرت علیؓ کی جانب یقیناً منسوب ہیں محدثین کے نزدیک یہ انتساب ثابت نہیں ہے لیکن شیخ احمد قشاشی نے اپنی کتاب عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید میں ایک تشفی بخش بحث کے ذریعہ سے اہل تصوف کی تائید کی ہے" ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ صوفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؓ سے فیض پایا ہے[1]۔"

سلف سے لیکر خلف تک تمام اکابر صوفیا حضرت حسن بصری کو اس سلسلۂ نورانی کا سرچشمہ اور شیخ الشیوخ مانتے ہیں، ان کے اقوال سے سند لاتے ہیں، صوفیا کے تذکروں میں ان کا نام سرفہرست ہوتا ہے، ان کے اقوال تعلیم تصوف کے نصاب مانے جاتے ہیں۔

---

[1] انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۰ و ص ۳۱۔ [2] تذکرۃ الاولیاء فرید الدین عطار، ج اول ص ۳۵۔ ان کے سنہ وفات میں اختلاف ہے ۱۱۰ھ سے لیکر ۱۲۲ھ تک کی سنین میں وفات پائی۔

تیسری کتاب فخر الحسن ہے جو شاہ صاحب رح نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح کے ایک بیان کی تردید میں لکھی تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب رح نے انتباہ میں یہ اعتراض کیا تھا کہ چشتیہ سلسلہ حضرت علی رض تک متصل نہیں ہوتا کیونکہ حضرت خواجہ حسن بصری، حضرت علی رض کے زمانے میں بہت کم عمر تھے اور کم عمری میں ان کو روحانی خلافت کس طرح مل سکتی تھی لہ شاہ فخر الدین صاحب رح نے فخر الحسن میں اس بیان کی تردید کی ہے اور محدثانہ کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حسن بصری رح کو خلافت ملی تھی اور یہ اعتراض غلط ہے۔ شاہ فخر صاحب کی اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا عبدالعلی بحر العلوم رح نے جب اس رسالے کو دیکھا تو فرمایا کہ حسن اعتقاد کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے حق ہے لیکن یہ تحقیق جو مولانا نے کی ہے ہم کو معلوم نہ تھی لہ فخر الحسن میں احادیث کی متداول کتب اور شروح کے علاوہ ان کتابوں کے حوالہ موجود ہیں جن سے ان کے علمی تبحر اور وسعتِ مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔

لہ قول الجمیل میں بھی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے اس شبہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے حاشیہ قول الجمیل میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رح کی ملاقات حضرت علی رض سے بہ اعتبار تاریخ ثابت نہیں۔

لہ مناقب حافظیہ۔ ص ۲۰۷

مولانا بحر العلوم (المتوفی ۱۲۲۵ھ) کو مولانا سید سلیمان ندوی نے ابن خلدون اور شاہ ولی اللہ صاحب کے طبقہ میں گنا ہے

(۱) تاریخ صغیر بخاری (۲) تہذیب الکمال مزی (۳) شروط الائمہ حازمی۔
(۴) تہذیب الاسماء واللغات نووی (۵) سنن کبریٰ بیہقی (۶) تاریخ خطیب بغدادی
(۷) حلیۃ الاولیاء (۸) تقریب نووی (۹) تاریخ الاسلام ذہبی۔
(۱۰) مرآۃ الجنان یافعیؒ (۱۱) سنن دارقطنی (۱۲) کتاب الثقات ابن حبان
(۱۳) فتح الباری (۱۴) تدریب الراوی (۱۵) منہاج السنہ ابن تیمیہؒ

گذشتہ صدی کے ایک مشہور عالم مولانا احسن الزماں حیدرآبادی مرید و خلیفہ مولانا محمد علی خیرآبادیؒ نے قول المستحسن فی شرح فخر الحسن کے نام سے شاہ صاحب کی اس تصنیف کی بسیط شرح عربی میں لکھی تھی۔ مناقب حافظیہ میں لکھا ہے کہ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے فخر الحسن کا جواب لکھنا چاہا لیکن نہ لکھ سکے۔[۱]

شاہ فخر الدین صاحبؒ نے اس کتاب کو لکھنے کے بعد اپنی مجلس میں جستہ جستہ سنوایا تھا۔ مصنف مناقب فخریہ نے فخر الحسن نام تجویز کیا تھا۔ جو شاہ صاحبؒ نے نہایت خوشی اور "بشاشت" سے پسند فرمایا تھا۔[۲]

۵

تاریخ مشائخ چشت

از

خلیق احمد صاحب نظامی

ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی

رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ مطابق مئی ۱۹۵۳ء

۱ مناقب حافظیہ۔ ص ۲۰۷
۲ مناقب فخریہ۔ ص ۹۸-۹۷

رسالۂ فخر الحسن
مؤلفہ
مولانا فخر الدین دھلوی
تہذیب و تحقیق
ڈاکٹر محمد مظہر بقا
پاکستان ہسٹوریکل سوسائٹی کراچی ۵
Dr. Muhammad Mazhar Baqa

This 'book' (*Fakhr al-Hasan*) was written in reply to (the charges of) the *Naqshbandi shaykhs*". In fact it was written to refute the statement of Shāh Wali Allāh made in *Qurrat al-'Aynayn* (Delhi, 1310 H., pp. 298—309) that Hasan Basri never came into contact with Hadrat 'Alī.[3]

"فخر الحسن" ایک نقشبندی شیخ کے (اعتراضات کے) جواب میں تحریر کی گئی تھی۔ دراصل یہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اس بیان کی تردید میں لکھی گئی تھی جو انہوں نے (دہلی سے ۱۳۱۰ھ میں چھپنے والی کتاب کے صفحہ ۲۹۸ تا ۳۰۹) "قرۃ العینین" میں تحریر کیا تھا کہ خواجہ حسن بصریؒ حضرت علی المرتضیٰؓ سے کبھی بھی نہ ملے تھے۔

3 The view expressed by K. A. Nizāmī, (*Tadhkira-i Mashā'ikh Chisht*, p. 479) that the treatise was written as a reply to Shah Wali Allah's statement made in his *Intibah fi Salasil-i-Awliya Allāh* is not correct, although there is a reference to this controversy in that treatise.

"تاریخ مشائخ چشت" کے صفحہ ۴۷۹ پر خلیق احمد نظامی صاحب کا کہنا کہ یہ رسالہ (فخر الحسن) شاہ ولی اللہ صاحب کے اس بیان کے جواب میں لکھا گیا تھا جو انہوں نے "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھا تھا، صحیح نہیں۔ حالانکہ اس نزاع کا حوالہ متذکرہ کتاب (انتباہ) میں بھی موجود ہے۔

The commentator of *Fakhr al-Hasan*, Ahsan al-Zamān Khān,[2] says that the treatise had been completed in the life-time of Shāh Wali Allāh, and he is stated to have read it; but he was ill at the time and died soon after.

It appears that the basis of *Fakhr al-Hasan* was 'Allāmah Suyūṭi's tract, *Itḥāf al-Firqah*. Mawlānā Fakhr al-Din has added to its contents much useful information although at places he has given lengthy descriptions of some of the earlier works which contain references to this contraversy.[3]

مولانا احسن الزمان خاں شارح فخر الحسن کا کہنا ہے کہ یہ رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کی زندگی ہی میں مکمل ہو چکا تھا۔ اور انہوں نے اسے پڑھا بھی تھا۔ لیکن آپ (شاہ صاحب) اس وقت بیمار تھے اور کچھ ہی عرصہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

ایسے لگتا ہے جیسے "فخر الحسن" کی بنیاد علامہ سیوطی کے "اتحاف الفرقہ" پر استوار کی گئی تھی۔ لیکن مولانا فخر الدینؒ نے اس مسئلے پر لکھی گئی پرانی تحریروں پر کسی قدر طولانی بحثوں کے ساتھ ساتھ اس میں بہت سے گرانقدر اضافے بھی کئے تھے۔

2 He has written this commentary, *al-Qawl al-Mustaḥsan*, in Arabic; it has been published in two volumes from Hyderabad, Dn. in 1312 H.

The Urdu translation of the treatise by Abu al-Ḥasanāt Mawlānā 'Abd al-Ghafūr Dānapuri has been published under the title, *'Ali Ḥasan*, from Bankipur in 1903.

رقعات مرشدی

۷

تالیف

حضرت میاں شاہ محمد عبدالصمد فخری فریدی سلیمی چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

چشتیہ اکادمی، فیصل آباد پاکستان

۱۴۱۲ھ (۱۹۹۱ء)

رسالہ فخر الحسن، حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی ملاقات و بیعت حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ایک معرکۃ الآرا مسئلہ بنی ہوئی تھی، اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نفی اپنے ایک رسالہ میں تحریر کی تھی جس کے جواب اور ملاقات کے اثبات میں ضروری تھا کہ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی قلم اٹھائیں اور مسئلہ کو ثابت کر کے حق کو ظاہر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے تمام اعتراضات و دلائل کی تردید میں ایک کتاب مسمّٰی بہ فخر الحسن تصنیف فرمائی جو قابلِ دید ہے اور جس کی عالم باعمل افضل العلماء و اکمل الکملاء حضرت مولانا احسن الزمان محمد صاحب حیدرآبادی مدظلہ العالی نے شرح فرمائی ہے اور نہایت تحقیق و تدقیق سے بہت خوب لکھی ہے۔

شریف التواریخ

۸

جلد اوّل موسوم بہ

تاریخ الاقطاب

تالیف

سید شریف احمد شرافت نوشاہی

ادارۂ معارفِ نوشاہیہ ○ ساہن پال شریف
گجرات پاکستان

۱۳۸۹ھ ——— ۱۹۶۹ء

سماع حسن بصری عن علی | بعض محدثین نے کہا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ کی ملاقات حضرت امیر رضہ سے ثابت نہیں، اور نہ ہی اُن سے سماعت حدیث کی ہے، تو جب ملاقات ہی ثابت نہیں تو خرقہ خلافت حاصل کرنا بے اصل اور بے سند بات ہے۔

چنانچہ ترمذی رحہ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ " اور ہم نہیں پہچانتے واسطے حسن رحہ کے سماع علی بن ابی طالب رضہ سے "

اور ابن تیمیہ رحہ نے منہاج السنۃ میں لکھا ہے " کہتے ہیں کہ تحقیق حسن بصری رحہ نے صحبت رکھی حضرت امیر رضہ سے، اور یہ باطل ہے اہل معرفت کے اتفاق سے، پس تحقیق وہ متفق ہیں اس بات پر کہ حسن بصری رحہ نہیں اکٹھے ہوئے حضرت امیر رضہ کے ساتھ، بلکہ انہوں نے اخذ کیا ہے اصحاب حضرت امیر رضہ سے مثل احنف بن قیس بن عباد رضہ وغیرہ کے، اور انہوں نے حضرت امیر رضہ سے "

اس کے جواب میں کئی اکابر محدثین نے قلم فرسائی کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ حضرت حسن بصری رحہ کو حضرت علی المرتضیٰ رضہ سے ملاقات ہوئی ہے چنانچہ

حضرت حافظ جلال الدین سیوطی رحہ اپنے رسالہ میں جو انہوں نے اثبات سماع حسن بصری عن علی کے متعلق لکھا ہے لکھتے ہیں کہ " ایک جماعت نے حضرت امیر رضہ سے حسن بصری رحہ کی سماعت حدیث کی نسبت انکار کیا ہے، اور بعض متاخرین نے اسی کے ساتھ تمسک کر کے خرقہ پوشی کے طریق میں خدشہ نکالا ہے، اور ایک جماعت نے اس کو ثابت کیا ہے اور میرے نزدیک بھی یہی راجح ہے۔

اور حافظ ضیاء الدین مقدسی رحہ نے مختارات میں اسی کا رجحان بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حسن بن ابی الحسن البصری نے حضرت امیر رضہ سے حدیث کو سنا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہیں سنا ہے، اور حافظ ابن حجر رحہ نے مختارات کے حاشیہ میں اسی کا اتباع کیا ہے۔

وجہ اول

وجہ اول یہ ہے کہ علمائے فن اصول نے جس جگہ ترجیح کی وجوہات کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ مثبت کو نافی کی بات پر تقدم ہوتا ہے کیونکہ مثبت کا علم بہ نسبت نافی کے زیادہ ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں دو برس باقی تھے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تولد ہوا، ان کی والدہ بی بی خیرہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمتگار تھیں، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسن رحمۃ اللہ علیہ کو باہر صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس بھیجا کرتی تھیں، تاکہ ان کے حق میں صحابہ رضی اللہ عنہم برکت کی دعا کریں، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تھا، اور انہوں نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی، کہ اے خدا! اس کو دین سکھا اور لوگوں میں محبوب کر۔

حافظ جمال الدین مزی نے اس حدیث کو تہذیب میں روایت کیا ہے، اور عسکری نے کتاب المواعظ میں اس کی سند کو بیان کیا ہے، حافظ مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے، اس وقت ان کا سن چودہ برس کا تھا۔ اور یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان اشخاص میں سے تھے جو سات برس کی عمر میں صاحب تمیز اور بالغ ہو گئے تھے، اور نماز کا حکم ان پر جاری ہو گیا تھا، اور وہ جماعت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک حضرت امیر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف نہیں لے گئے، اور ان کی شہادت کے بعد کوفہ کو چلے گئے، پس کس طرح سے کہا جا سکتا ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے حدیث کو نہیں سنا ہے، حالانکہ وہ بالغ ہونے کے وقت تک ہر روز حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا کرتے تھے، بلکہ ان کا سن چودہ برس سے بھی تجاوز کر گیا تھا، نیز حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہمیشہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی انہیں میں رہا کرتی تھیں، اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ

کے ساتھ حضرت ام سلمہ رض کے بیت الشرف میں رہا کرتے تھے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو حدیثیں حسن بصری رہ سے منقول ہیں، وہ دلالت کرتی ہیں ان کی سماعت پر، حافظ مزی رہ نے تہذیب میں ابو نعیم رہ کے طرق سے ان کو روایت کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم عبدالرحمن بن العباس بن عبدالرحمن بن زکریا کہتے ہیں کہ ہم سے ابو حنیفہ محمد بن الحنیفہ واسطی نے ذکر کیا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن موسیٰ الحرشی نے بیان کیا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ثمامہ بن عبیدہ نے کہا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے عطیہ بن محارب نے نقل کیا ہے۔ کہ یونس بن عبید کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری رہ سے کہا کہ اے ابا سعید! تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ تم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا۔ حسن بصری رہ نے کہا اے میرے بھتیجے تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو اس سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں پوچھی، اگر تیری منزلت میرے پاس نہ ہوتی تو میں ہرگز تجھ سے بیان نہ کرتا، تو دیکھتا ہے کہ میں جس زمانہ میں ہوں (اور یہ وہ وقت تھا کہ سب باتوں پر حجاج بن یوسف ثقفی کا عملدرآمد تھا) تو نے جو مجھ سے قال رسول اللہ سنا ہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ اس حدیث کو میں نے حضرت علی رض سے سنا ہے، چونکہ میں ایسے وقت میں ہوں کہ حضرت علی رض کا ذکر نہیں کر سکتا، اس لئے قال رسول اللہ کہہ دیتا ہوں۔

اور جو حدیث کہ حسن بصری رہ نے حضرت امیر رض سے روایت کی ہے، امام احمد حنبل رہ نے اس کا ذکر مسند میں کیا ہے، وہ یہ کہ ہشیم نے ہم سے بیان کیا کہ یونس حضرت حسن بصری رہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رض فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، لڑکے سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو، سوتے ہوئے سے جب تک وہ نیند سے بیدار نہ ہو، دیوانہ سے جب تک کہ اس کا جنون جاتا نہ رہے۔

نہ ہوتے۔
ترمذی رح نے اس کو روایت کیا ہے، اور نسائی رح نے اس حدیث کے حسن ہونے کی بابت لکھا ہے، حاکم رح اور ضیاء الدین مقدسی رح نے مختارات میں اس کی تصحیح کی ہے،
اور حافظ زین الدین عراقی رح شرح ترمذی میں اس حدیث کی شرح میں یہ بات لکھتے ہیں کہ حسن بصری رح نے حضرت امیر رض کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا، اور اس وقت حسن رح لڑکے تھے
اور ابو زرعہ رح کہتے ہیں کہ جس دن حضرت امیر رض سے لوگوں نے بیعت کی تھی اس دن حسن بصری رح کی عمر چودہ برس کی تھی، اور انہوں نے حضرت امیر رض کو مدینہ منورہ میں دیکھا تھا، بعد ازاں حضرت امیر رض کوفہ اور بصرہ کی طرف تشریف لے گئے، اس وقت سے حسن رح نے حضرت امیر رض سے ملاقات نہیں کی، اور حسن بصری رح کہتے ہیں کہ میں نے زبیر رض کو حضرت امیر رض سے بیعت کرتے ہوئے دیکھا ہے، پس اسی قدر اس مقام میں کافی ہے۔ انتھی
کلام السیوطی۔
اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح اپنے رسالہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں کہ

والحسن البصری ینسب الی سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہما عند اهل السلوك قاطبة وان كان اهل الحديث لا يثبتون ذالك وقد نصر الشيخ احمد القشاشي لاهل السلوك والكلام واف وشاف في الكتاب لعقد الفريد في سلاسل اهل التوحيد

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح اپنے رسالہ تنبیہ اہل الفکر برعایۃ آداب الذکر میں لکھتے ہیں۔
شیخ جلال الدین سیوطی رح در بعضے رسائل خود اثبات صحبت حسن با علی رض بقیاس عقل و دلیل منقول نمودہ و ثابت کردہ کہ حسن بصری رح در مدینہ بود پس چہ احتمال دارد کہ امیر المومنین علی رض را ندیدہ باشد و حال آنکہ ہر روز در مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنماز حاضر میشدہ باشد و در

جامع الاصول گفتہ کہ ولادت حسن بصری رح بمدینہ بود در دو سال کہ باقی ماندہ بود از خلافت عمر بن الخطاب رض و دید عثمان را رضی اللہ عنہ و قدوم کرد ببصرہ بعد از قتل عثمان رض و بعضے گویند کہ ملاقات کرد بہ علی رضی اللہ عنہ بمدینہ، اما رویت او علی رض را در بصرہ صحیح نشدہ زیرا کہ وے در وادی القرٰے بود وتا آمدن او ببصرہ علی رضی اللہ عنہ باز آمدہ بود۔ انتہیٰ۔ وحکایتے دریافتن او علی رض را ببصرہ نیز نقل میکنند کہ وے کرم اللہ وجہہ ببصرہ آمد وقصاص و وعاظ را ہمہ را برخیزانید الا حسن بصری رح را کہ جوان بود وحضرت امیر رض چیزے از وے پرسید وے جواب داد پس مسلم داشت او را۔ انتہیٰ۔

مولوی فقیر اللہ لاہوری حاشیہ المصنوع فی احادیث الموضوع لملا علی القاری رح پر لکھتے ہیں کہ

امام سیوطی رح نے خواجہ حسن بصری رح کا حضرت علی رض سے خرقہ حاصل کرنا ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ ہے، نیز میں نے ایک ضخیم کتاب دیکھی ہے جس کا نام القول المستحسن فی فخر الحسن ہے، اس میں صحبت خواجہ حسن بصری رح حضرت امیر رض سے ثابت کی گئی ہے۔ انتہیٰ۔

اس کے علاوہ سلف سے لیکر خلف تک تمام مشائخ واولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رح کو حضرت امیر رض سے بیعت وخلافت ہے۔

پس منصف اہل علم کیلئے اسی قدر کافی ہے، حضرت خواجہ حسن بصری رح کی ملاقات اگرچہ تھوڑی بھی ثابت ہو تو بھی تلقین ذکر والباس خرقہ کیلئے کافی ہے۔

فخر الحسن

(دوران ۱۱۶۰ھ تا ۱۱۷۵ھ)

اُردو ترجمہ

(۱۳۱۴ھ)

۹

تالیفِ لطیف

محبّ النبی حضرت

مولانا محمد فخر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

پروفیسر افتخار احمد چشتی

چشتیہ اکیڈمی فیصل آباد

فخر الحسن | بسم الله الرحمن الرحيم | علی حسن

اللهم لك الحمد و اليك المشتكى
وانت المستعان ولا حول ولا قوة
الا بك ومنك الصلوة على سيدنا
خير خلقك محمد وآله واصحابه
واحبابه اجمعين - اما بعد فلما سمع
محمد المشتهر بفخر الدين
النظامي الاورنقابادي الدهلوي
من بعض الناس ان كل حديث
روى الامام الفقيه المامون
الحسن بن ابي الحسن البصري
رضي الله تعالى عنه عن امير المومنين
علي البدري المرتضى كرم الله تعالى
وجهه مرسل عند البخاري ومسلم
والترمذي وابي داؤد وغيرهم
لا متصل فان البحث في اتصال

اے اللہ تیری تعریف ہے۔ تجھی سے شکایت ہے
اور تو ہی مدد کرنے والا ہے۔ اور نہیں ہے زور برائیوں سے
بچنے کا اور نہ طاقت نیکی کرنے کی مگر تجھی سے اور
تیری طرف سے درود و رحمت ہو اوپر بہترین مخلوق
محمد پر اور انکی ساری اولاد و صحابہ و دوستوں پر
بعد حمد و نعت کے جبکہ زبانی بعض لوگوں کی محمد مشہور
فخر الدین نظامی اورنگ آبادی دہلوی نے سنا
کہ کل حدیث جنکو امام فقیہ ثقہ حسن بن
ابی الحسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
امیر المومنین علی بدری مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے
روایت کی ہے وہ بخاری و مسلم و ترمذی
و ابوداؤد وغیرہم کے نزدیک متصل نہیں ہے
بلکہ مرسل ہے - اور ان کے اتصال کی بحث
حسب قواعد علم حدیث کے نہیں ہے۔ اور
ہم زمانہ ہونے پر کفایت کرنا درباره اتصال

الامام الحسن البصری یا میر المومنین علی رضی اللہ تعالے عنہ وعمن رضی عنہ لیس علی قواعد فی الحدیث والاکتفاء فی الاتصال علی المعاصرۃ المحضۃ امر یابا ہ سلامۃ الذہن اذ فی المطالب النقلیۃ یعتبر الوقوع لا الامکان۔ والصوفیۃ یقولون بلقاۂ وسماعہ منہ کرم اللہ وجہہ وجہ من رأی وجہہ وبعد التفتیش لا یثبت لہ الاصل فاستخار اللہ تعالے وتتبع کتب ائمۃ ہذا الشان اسکنہم اللہ بحبوبۃ الجنان فوجد حدیثا صحیحا لہ عنہ رضی اللہ تعالے عنہ وعمن استفاضہ عنہ موصولا مقبولا علی اصول ہؤلاء الفحول وسماعہ منہ ولقاءہ ایاہ ثابتا عندہم ولتصحیحہ اصلا کلیا قویا عند جماہیر ائمۃ ہذہ المعرفۃ شکر اللہ سعیہ فنبینہ کلہ فی ہذہ الکراسۃ مع قصر الباع فی العلم

کے ایسا امر ہے کہ سلامتی ذہن کا اوس سے انکار کرتی ہے۔ کیونکہ نقلی امور مین وقوع معتبر ہے نہ امکان۔ اور صوفیہ حسن بصری کا لقا اور سماع دونون علی سے اللہ اونکے اور جنہون نے اونکی زیارت کی اونکے منہ کو بزرگ و تر و تازہ کرے۔ لیکن بعد تحقیق وتفتیش کے اسکی اصلیت ثابت نہین ہوتی۔ پس مین نے اللہ سے استخارہ چاہا اور اس فن کے اماموں کی (اللہ اونکو اعلی جنت مین داخل کرے) کتابون کا تتبع کیا تو صحیح حدیث اون سے اور جنہون نے اون سے استفاضہ کیا ہے موصول ومقبول موافق اصول ان علماء کے پایا۔ اور اونکا سننا اور ملاقات کرنا بھی اون کے نزدیک ثبوت کو پہونچا ہوا پایا۔ اور ان دونون (سماع ولقاء) کے لئے بھی قاعدہ کلیہ جمہور ائمہ فن ہذا کے پاس پایا۔ اللہ اونکی کوششونکو مشکور فرماوے۔ پس ہم اونکو باوجود کم بضاعتی علم کسان اوراق مین بیان کرتے ہین

شفاء العلیل

اردو ترجمہ

القول الجمیل

تالیف

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ الدہلوی رحمہ

اقبال اکیڈمی

ظفر منزل تاج پورہ لاہور

قیمت عہ روپیہ — محصول ڈاک ۳

۱۱

گیارھویں فصل

مصنف کے سلاسل طریقت

۱۸

(۱۷) قرۃ العین فی تفضیل الشیخین۔ یہ کتاب شیعوں کے رد میں ہے طبع ہو چکی ہے
(۱۸) اَلاِنتِبَاہ فِی سَلَاسِلِ اَولِیَاءِ اللہِ۔ یہ کتاب دو اقسام پر منقسم ہے قسم اول کا تعلق صوفیاء کے مشہور طریقوں کے سلاسل سے ہے اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے قسم ثانی کتب حدیث و فقہ کی اسانید کے متعلق ہے اور تفقہ فی الدین سے اس کا تعلق ہے اور اس میں بڑے فوائد ہیں ابھی طبع نہیں ہوئی۔

۱۷۳

نیز مصنفؒ کے مرشد و والد بزرگوار شاہ عبدالرحیمؒ صاحب نے اپنے نانا شیخ رفیع الدینؒ محمد صاحب کی روح سے بھی فیض حاصل کیا ہے اور انہوں نے آپ کو آپ کے پیدا ہونے کے چند سال پیشتر بطریقہ کرامت طریقت کی اجازت عطا فرمادی تھی اور شیخ رفیع الدینؒ محمد صاحبؒ کو اپنے والد قطب عالم سے اور ان کو نجم الحقؒ چا یلدہ سے ان کو شیخ عبدالعزیزؒ مصنف رسالہ عزیزیہ سے فیض پہنچا ہے حضرت شیخ عبدالرحیمؒ کا ان سلاسل کے علاوہ ایک اور طریقہ بھی ہے جو آپ کو سید عظمت اللہ اکبر آبادی سے پہنچا اور ان کو اپنے آبا و اجداد سے حسب ذیل واسطوں سے سند حاصل ہوئی ہے جو حضور تک منتہی ہوتی ہے۔

(۱) شیخ عبدالعزیزؒ صاحب (۲) قاضی خان یوسفؒ ناصحی (۳) حسن بن طاہرؒ (۴) سید راجی حامد شاہ (۵) شیخ حسام الدینؒ مانک پوری (۶) خواجہ نور قطبؒ عالم (۷) علاء الحق بنؒ اسعد لاہوری البنگالی (۸) اخی سراج عثمانؒ اودھی (۹) سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ (۱۰) شیخ فرید الدینؒ

۱۷۴

گنج شکرؒ (۱۱) خواجہ قطب الدین بختیارؒ کاکی۔ (۱۲) خواجہ معین الدینؒ سنجری (۱۳) خواجہ عثمان ہارونیؒ (۱۴) حاجی شریف زندنیؒ (۱۵) خواجہ مودودؒ چشتی (۱۶) آپ کے والد خواجہ یوسفؒ بن محمد بن سمعان چشتی (۱۷) آپ کے ماموں خواجہ محمد چشتیؒ (۱۸) آپ کے والد خواجہ ابو احمد چشتیؒ (۱۹) خواجہ ابو اسحاقؒ شامی (۲۰) ممشاد دینوریؒ (۲۱) بو ہبیرہ بصریؒ (۲۲) حذیفہ مرعشیؒ (۲۳) ابراہیم ادہمؒ (۲۴) فضیل بن عیاضؒ (۲۵) عبدالواحد بنؒ زید (۲۶) حسن بصریؒ (۲۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۲

سبحانك ما اعظم احسانك واكرم امتنانك

قد انطبع مرة ثانية هذه النسخة الشريفة اللطيفة المسماة

على

القول الاحسن في فخر الحسن

سنة

باهتمام العبد المذنب محمد

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الاحد الحميد الصمد الشهيد الحق حق حمده واشهد ان لا اله الا الله المفرد وحده
لا شريك له المتوحد بوحدته واشهد ان محمدا عبده ورسوله سيد الخلق المخصوص
بتشريف سرى بعبده ورسوله وخليله الفريد وحبيبه الوحيد الصدوق عليه الصلوات
والتسليمات والبركات قدر كماله ورشده وعلى آله سيما اهل الكساء ورضي عن اصحابه
اولى الصفاء خصوصا ابي بكر وعمر وعثمان وعلي والحسن آخر الخلفاء ورضي الله عن بقية
الصحابة وآله وازواجه وعمه العباس وحمزة سيد الشهداء وعن التابعين لهم باحسان
الى يوم الجزاء اما بعد فهذه كراسة لطيفة انيقة حررتها تذييلا على الرسالة
الشريفة المنيفة المسماة بفخر الحسن في تحقيق اجتماع شيخ الامة امام الملة الحسن بن
ابي الحسن البصري قدس الله تعالى سره السري بامام الائمة الذي ورد فيه في حديث
حسن انه الصديق الاكبر وفاروق هذه الامة المرحومة سيد الاولياء سند الاصفياء
ابي تراب ابي القصر ابي الحسن علي بن ابي طالب البدري وسماعه منه وروايته عنه
رضي الله تعالى عنه وعمل مستفاض مستفاد من كرم الله تعالى وجهه الا حسن على المنهج
المستقيم والطريق المستحسن لشيخ مشيخنا امام المتأخرين المحققين زبدة المدققين

۳

سلطان العارفين برهان الكاشفين قطب زمانه غوث اوانه مولانا ومولى موالينا المولوي
فخر الحق والحقيقة والشريعة والطريقة والمعرفة والملة والدين محب النبي محمد الكريم
ابن الكريم مولى الفقراء ورب الصفوة اولى الصوفيين اسوة العرفاء قدوة المقربين ذروة
ارباب اليقين صفوة اصحاب الصحو والتمكين مولانا الامجد الشيخ نظام الملة والدين محمد
وقد صنف جهابذة العلماء واساتذة العرفاء في مناقبه ومواهبه ما ينيف على عشر مجلدات
وهي رشحة من نهر او قطرة من بحر وهذه اشارة الى ما يمكن ان يعبر بعض شيء من كماله
في احواله هو فما ظنك بابيه شيخه وما ثوقدس الله تعالى روحهما ونور ضريحهما و
افاض على الطالبين فيوضهما وفتوحهما واعلم ايدك الله ان تلك الرسالة الموصوفة بكونها
في غاية من المبالغة في تحقيق الاثبات والسعي في تدقيق نفي النفي قد انقضت ظهور
المخالفين وبما كلت السنة المنكرين المجاوزين وقد تشفي العليل وتروي الغليل والله يقول
الحق وهو يهدي السبيل ثم ان مقصودي مما اطنبت في مواضع من هذا التعليق مما لا تدعوا
الضرورة اليه او الى الاطناب في المقام وان كان اشد استطرادا وتقريبا او لا بد في غيره عليه
من الكلام هو التبرك بذكر الصالحين والافادة الى الطالبين الراغبين مع كونه جامعا لجميع
ما يتعلق بالمتن من المرام عن الله العزيز العلام وسميته القول المستحسن في فخر الحسن
والمامول المسئول له ارباب الانصاف اصحاب التجنب عن التعصب الاغماض والامتثال لامر الجناب
الفاخر الزاخر الباهر قدوة اهل الكمال سيدنا علي المرتضى رضي الله عنه والانتهاء عنه حيث قال
لا تنظر الى من قال وانظر الى ما قال رواه الحافظ ابو سعد عبد الكريم بن ابي بكر محمد بن ابي المظفر
منصور بن محمد التميمي المروزي الشافعي المعروف بابن السمعاني في ذيل تاريخ بغداد للخطيب
باسناده اليه رضوان الله عليه ثم اعلم ان العبد الضعيف بعد ما اخترت تاليف هذا الكتاب لالتفت

خواجہ
حضرت محمد سلیمان تونسویؒ
اور
اُن کے خلفاء
تحقیق و ترتیب
ڈاکٹر محمد حسین للّٰہی
اسلامک بک فاؤنڈیشن
۲۲۹ این۔ سمن آباد۔ لاہور

۱۳

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور بعض دوسرے محدثین کا خیال ہے کہ سلسلۂ چشتیہ خواجہ حسن بصریؒ کے ذریعے حضرت علیؓ تک نہیں پہنچتا۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیبؒ نے لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت حسن بصریؒ کا حضرت علیؓ سے بصرہ میں ملاقات کرنا صحیح نہیں لیکن انہوں نے مدینہ میں حضرت علیؓ سے ملاقات کی ہے اور حضرت عثمان کو بھی دیکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تحنیک کی (کھجور منہ میں چبا کر بچہ کے منہ سے لگانا)، نیز حسن بصریؒ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ کرام سے روایت کی ہے اور آپ کی پرورش تو خاندانِ نبوت میں ہوئی یعنی ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو دودھ بھی پلایا اور پرورش بھی کی۔ اسی لیے امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام سے بڑی مناسبت رکھتا ہے۔[۱] آپ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد یسار حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ حضرت عثمانؓ کی شہادت ۳۵ھ کے بعد بصرہ چلے گئے اور جب ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔[۳]

۱؎ الاکمال فی اسماء الرجال مشکوٰۃ مصابیح، ص ۲۲ ۲؎ احیاء علوم الدین مترجم ج ۱، ص ۱۰۱، ...
... ۳؎ الاکمال فی اسماء الرجال مشکوٰۃ المصابیح، ص ۲۲۔

مشہور ہے کہ آپ کے دہلی تشریف لانے سے قبل حضرت احمد سرہندیؒ کے خاندان کے چند نقشبندی افراد نے سلسلہ چشتیہ کے خلاف اعتراضات کا طوفان کھڑا کر رکھا تھا۔ وہ سلسلہ چشتیہ کو بدنام اور ختم کرنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے من گھڑت روایات اور جھوٹے اقوال سے ایک رسالہ لکھا جس میں ثابت کیا گیا کہ حضرت خواجہ حسن بصریؓ کا تعلق حضرت علیؓ سے ثابت کرنا علمی لحاظ سے غلط ہے ان افراد نے دہلی کے لوگوں کو اپنی باتوں سے متاثر کر لیا تھا کہ اسی دوران آپ دہلی تشریف لائے۔

آپ کو جب ان لوگوں کے رویّہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے سوچا کہ کیا کیا جائے اُن کے پاس اس وقت کوئی کتاب بھی نہ تھی جس کا حوالہ دے کر وہ ان کے خیالات کی تردید کر سکتے۔ اتفاقاً انہی دنوں دہلی کے شاہی خاندان کی ایک شہزادی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر مرید ہو گئی۔ اور اس نے اپنا تمام کتب خانہ آپ کو ہبہ کر دیا۔

آپ چند دن تک اس کتب خانہ سے کتابیں تلاش کر کے موضوع متعلقہ پہ تحقیق کرتے رہے بعد ازاں آپ اس گروہ کے ایک معتبر شخص کے پاس تشریف لے گئے آپ نے اس کے پاس رسمی طور پہ کتابیں پڑھنی شروع کر دیں تاکہ انہیں یقین ہو جائے کہ یہ شخص فی الحقیقت حصولِ علم کا مشتاق ہے چند دن کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے آپ کے گروہ کی طرف سے تصنیف کردہ رسالہ پڑھنے کی بڑی آرزو ہے۔ اُنہوں نے سوچا کہ یہ شخص صاحب علم و اثر ہے یہ دکن میں جا کر یقیناً ہمارے نظریات کی تشہیر کرے گا اور ہمارے موقف کو شہرت نصیب ہو گی۔ لہٰذا انہوں نے وہ رسالہ آپ کو پڑھانا شروع کر دیا آپ نے اس رسالہ کی ایک ایک سطر کی تردید احادیث نبوی اور اقوال مجتہدین سے کر کے اس کے جواب میں ایک رسالہ لکھا۔

اس رسالہ میں آپ نے ثابت کیا کہ خواجہ حسن بصریؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے براہ راست خلافت ملی تھی اور خواجہ حسن بصریؓ نے امہات المومنینؓ میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا اور یہ ام سلمہؓ کے رضاعی بیٹے تھے۔ آپ نے اپنے موقف کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحیح احادیث سے ثابت کیا۔ اور اس رسالہ کا نام فخر الحسن رکھا۔

(۱۴)

مخزن چشت

تالیف

خواجہ امام بخش مہاروی رحمۃ اللہ علیہ

مکمل اردو ترجمہ

ترتیب

پروفیسر افتخار احمد چشتی صدری سلیمانی

چشتیہ اکادمی فیصل آباد، پاکستان

۱۴۰۹ھ (۱۹۸۹ء)

۳۱۹

اس کمترین کے حق میں عنایت کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے حضرت حسن بصریؒ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی ملاقات ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب تصنیف فرمائی کہ سلسلۂ چشت اس طور پر حضرت علیؓ تک پہنچتا ہے اور یہ کتاب اپنے زمانے کے نقشبندی مشائخوں کے جواب میں تحریر فرمائی تھی۔ مولانا نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ملاقات ثابت نہ ہونا یہ ارباب قال کا آپس کا جھگڑا ہے۔ ورنہ ارباب حال کے سب سلسلوں کی اصل اسی سے ہے اور ارباب حال کے نزدیک یہ برحق ہے۔[۱]

---

[۱] حضرت حسن بصریؒ کی حضرت علیؓ سے ملاقات ثابت ہونے کے لئے دیکھئے۔ کتاب تابعین صفحہ ۸۲ (مرتبہ دار المصنفین اعظم گڈھ) اس میں حضرت شاہ ولی اللہ (محدث دہلوی) کی تائید کا بھی تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے آخر میں اپنا خیال بدل دیا تھا بظاہر حضرت

۳۲۰

ایک دفعہ بندہ حاضر خدمت تھا۔ اس کتاب کے اجزاء آپ کے

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۱۹ بسلسلہ ۵)

امام حسن علیہ السلام تک خلافت کا سلسلہ چلا۔ لیکن خدا کو یہ منظور تھا کہ ظاہری خلافت کے بعد باطنی خلافت کا سلسلہ چلے (تمام حضرات صوفیہ اسی کے حامل ہیں) اس لئے اس کا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے سلسلہ چلا۔ یوں تو تمام صحابہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلیفہ تھے۔ چونکہ حضرت علیؑ سے باطنی خلافت چلنے والی تھی اس لئے خم غدیر والے موقع پر حضورؐ نے حضرت علیؑ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا کیونکہ اللہ کی شراب سے لوگوں کو مست بنانا ہے: یا علی انت مومن مستخلف وانک مقتول اے علی تو مومن ہے خلیفہ کیا گیا ہے اور تو مقتول ہے۔ (تجرید الاحادیث صفحہ ۴۴۴)۔

اب حضرت علیؑ کی خصوصیت اور فضیلت کی بابت یہ حدیث ملاحظہ ہو: کنت و انا ابن ابی طالب نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قبل ان یخلق آدم باربعۃ آلاف عام فلما خلق آدم باربعۃ آلاف عام فلما خلق آدم قسم ذالک النور جزئین فجزء انا وجزء علی وفی روایۃ انا وعلی من نور واحد۔ میںؐ اور علیؑ خدا کے سامنے ایک نور تھے۔ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے چار ہزار سال قبل۔ پس جب آدمؑ پیدا ہوئے تو اس نور کی دو جزوں پر تقسیم ہوئی ایک جز میں ہوں اور دوسرے میں علی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔ (دیکھئے مسند امام احمد حنبل و تذکرہ خواص الامہ صفحہ ۲۸)۔ غرض حضرت علیؑ نے حضرت حسن بصری کو خلافت عطا فرمائی تھی۔ درد کاکوروی۔

۳۲۱

سامنے رکھے ہوئے تھے۔ احقر نے ان کو اٹھاکر کچھ دیکھا۔ دریافت فرمایا کیسی کتاب ہے، میں نے مدلل مضامین کی تائید کی فرمایا اسی لئے تو ہم نے اس کو لکھا ہے میں نے عرض کیا کہ اس کا کوئی نام بھی تجویز فرمایا؟ ارشاد ہوا تمھارا کیا خیال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر فخر الحسن اس کا نام ہو تو مناسب ہے۔ یہ سنتے ہی چہرۂ مبارک بشاش ہوگیا۔ ہنس کے بندے کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہم کو بھی یہی نام پسند آیا ہے۔ میں نے اپنے حق میں انتہائی رضامندی اور عنایت کے آثار پائے۔ اسی دن سے اس بندے کے قول فعل کو مولانے قبولیت کا شرف بخشا۔

نام و نسب

حضرت غوثِ اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ

کے

نام و نسب کی تحقیق

۱۶

سید نصیر الدین نصیر گیلانی

گیلانی پبلشرز ○ درگاہ گولڑہ شریف

۱۹۸۹ء

باب پنجم ۲۷۱ نام و نسب

بعض کم علم اور طریقت ناآشنا حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے اُس اعتراض کو جو اُنھوں نے اپنی تصنیف الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے حضرت علیؓ سے مُتّصل ہونے پر کیا تھا، بہ طورِ سند پیش کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) چونکہ حضرت علیؓ کے زمانے میں کم عُمر تھے، لہٰذا کم عُمری میں اُن کو خلافت کیسے مل سکتی تھی۔

اِس اعتراض کو اُچھالنے اور ہوا دینے والوں کو شاید معلوم نہیں کہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایک جلیل القدر شیخ اور علامۃُ الدہر حضرت مولینا فخر الدین محمد مُحِبُّ النبی

۲۷۴

فخرِ جہاں دہلویؒ (م ۱۱۹۹ھ) نے اس موضوع پر بطورِ خاص ایک کتاب تصنیف فرمائی، جس کا نام فخرالحسن ہے[1]۔ اس کتاب میں مولینا فخرِ پاکؒ نے تاریخی اور دینی دلائل و شواہد سے ثابت کیا کہ حضرت حسن بصریؒ کو سیدنا علیؓ سے خلافت ملی تھی اور محققانہ انداز میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے عائدکردہ اعتراض کی تردید فرمائی اور لکھا کہ شاہ صاحبؒ کا یہ اعتراض بوجوہ غلط ہے۔ چنانچہ مشہور محقق پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :—

"شاہ فخر الدین محمد صاحب نے فخرالحسن میں اس بیان کی تردید کی ہے اور محدثانہ کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کو خلافت ملی تھی اور یہ اعتراض غلط ہے۔ شاہ فخر صاحبؒ کی اس کتاب کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم نے جب اس رسالہ کو دیکھا تو فرمایا کہ حُسنِ اعتقاد کے ساتھ ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے حق ہے، لیکن یہ تحقیق جو مولینا نے کی ہے ہم کو معلوم نہ تھی، فخرالحسن میں احادیث کی متداول کُتب اور شروح کے علاوہ اُن کتابوں کے حوالے موجود ہیں، جن سے اُن کے تبحرِ علمی اور وسعتِ مطالعہ کا پتہ چلتا ہے[2]۔"

---

[1] فخرالحسن، مولانا فخرِ پاکؒ کی مایۂ ناز تصنیف ہے، جو عربی زبان میں لکھی گئی، اب نایاب ہو چکی ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

[2] دیکھئے تاریخِ مشائخِ چشت، از پروفیسر خلیق احمد نظامی، ص ۴۷۹، مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی

نِظامی بنسری

نوشتہ

حضرت خواجہ سید حسن نظامی دہلوی ؒ

شائع کردہ

خواجہ حسن نظامی میموریل سوسائٹی

خواجہ ہال۔ بستی درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ دہلی ۱۱۰۰۱۳

ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ - جنوری ۱۹۸۳ء

۱۷

نقشبندیوں سے اختلاف کی وجہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے ایک رسالہ لکھا تھا جس میں حضرت خواجہ حسن بصری ؒ اور حضرت علی ؓ کی ملاقات سے انکار کیا گیا تھا۔ اس کا جواب حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی نے فخر الحسن کے نام سے عربی زبان میں لکھا تھا اور اس کی شرح ثق حسن کے نام سے اردو زبان میں میں نے لکھی تھی۔ اور ایک بڑی عربی شرح القول المستحسن فی شرح فخر الحسن کے نام سے حضرت مولانا احسن الزمان چشتی نظامی حیدرآبادی نے شائع کی تھی اور میں نے نقشبندیوں پر یہ اعتراض شائع کیا تھا کہ ان کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ملتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بعد حضرت سلمان فارسی ؓ کا نام آتا ہے مگر حضرت سلمان فارسی ؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت قریب تھے۔ پھر ان کو حضرت ابوبکر ؓ سے بیعت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اظہارِ تشکّر

پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید چشتی

وہ شخص جو باقاعدہ کٹائی کے بعد کھیتوں سے بچے کھچے خوشے چن لے اسے خوشہ چین کہتے ہیں۔ مگر فیروز اللغات کی رو سے دوسروں کی تخلیق سے فائدہ اٹھانے والے کو بھی یہی نام دیا جاتا ہے۔ یہ حاضر ترتیب بھی اسی قسم کی ایک کوشش ہے۔ جس میں بہت ہی قابل اور حد درجہ محترم اہل قلم کے عرق ریزوں سے لئے گئے تراشوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ رنگ و خوشبو میں اختلاف کے باوجود ہیں یہ سب پھول۔ خدا کرے یہ گلدستہ بھی ان کے شایان شان ہو۔

قارئین کرام جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ اس سے متعلقہ بزرگان عظام رضی اللہ عنہم۔ اور محدثین کرام نے اس کے نتائج کی سنگینی کے پیش نظر ہمیشہ شخصیات سے بالا رہ کر اور جذبات کو پس پشت ڈال کر اس پر علمی مباحث کیں۔ وہ اس حساس مسئلہ پر موقع پرستوں کے ممکنہ ہوا دینے کی کوششوں سے بھی بے بہرہ نہ تھے۔ بایں ہمہ راقم الحروف کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہو رہی کہ عربی زبان سے عدم واقفیت، متعلقہ مخطوطات کی اصلی حالت میں نایابی اور ان کے دستیاب تراجم کی ناپختگی جیسے عوامل کے باوجود یہ ترتیب پیش کی جا رہی ہے۔

جیسا کہ فاضل مؤلف نے پہلے ہی صفحہ پر تحریر فرمایا، زیر نظر رسالہ "فخرالحسن" شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے ایک اعتراض کی وضاحت میں لکھا گیا۔ مقصود حضرت علی بن ابی طالبؓ (م ۴۰ھ) اور ان کے ایک اجل خلیفہ خواجہ حسن بصریؓ (م ۱۱۰ھ) کے مابین ارسال کارد اور اتصال کا ثبوت پیش کرنا تھا۔ یہ محب النبی مولانا محمد فخرالدین دہلویؒ (م ۱۱۹۹ھ) کے علمی تبحر اور روحانی بالیدگی کا ایسا جیتا جاگتا ثبوت ہے جسے نہ صرف سراہا بلکہ بخوشی قبول بھی کیا گیا۔

دوسری طرف یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ "انتباہ" سمیت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اپنی تصانیف میں جہاں بھی انہوں نے اپنے علم ظاہر و باطن کی اسناد کا تذکرہ کیا ہے وہاں ان میں درج شجروں میں خواجہ حسن بصریؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بذریعہ حضرت علی المرتضیٰؓ ہی پہنچایا گیا ہے۔

رسالہ "فخرالحسن" کی زبان جتنی محتاط اس سے کہیں زیادہ شائستہ، مگر بالکل غیر مبہم ہے۔ الفاظ کا چناؤ مبالغہ کی حد تک موزوں، حوالہ جات نہایت واضح اور مکمل تاکہ قاری چشم زدن میں خود ان کی جانچ پڑتال کر سکے۔

پانچ مقدمات اور چار ابواب پر مشتمل "فخرالحسن" کا قلمی نسخہ تریسٹھ (۶۳) صفحات پر مشتمل ہے، جن میں سے ستائیس صفحوں پر حاشیہ میں عربی اور فارسی ہر دو زبانوں میں کچھ اضافی وضاحتیں بھی درج ہیں۔ یہ مسودہ لگ بھگ ۸×۱۵سم تختی پر درمیانے قلم سے لکھا ہوا ہے۔ آخری صفحہ پر راقم نے اپنا نام "محمد عبید" درج کیا ہے مگر تاریخ کتابت نہیں لکھی۔ ہر صفحہ میں انیس (۱۹) سطریں، ہیں جن کے اردگرد سہ سطری حاشیہ لگا ہوا ہے۔

اعراب، اوقاف اور پیرے اس وقت کے دستور کے مطابق نہ ہونے کے برابر ہیں۔

کافی سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ اردو ترجمہ کے ہر صفحہ کے بالمقابل خطی مسودہ کے اسی صفحے کی فوٹو کاپی بھی پیش کر دی جائے تاکہ "فخر الحسن" کا نایاب اور ہماری نظر میں معتبر عربی متن بھی محفوظ ہو جائے اور عربی دان حضرات اس کی زبان کی چاشنی سے بھی محظوظ ہو سکیں۔ یوں ہمارے ترجمہ کے ممکنہ سقم کی نشاندہی بھی قارئین کے لئے مزید آسان ہو جائے گی۔

ترجمہ میں اسلوب بالعموم فاضل مؤلف ہی کا برقرار رکھا گیا ہے، البتہ کچھ فقرے اور اکثر پیرے جدا کر دیئے گئے ہیں۔ جہاں جملوں کے بیچ در بیچ اجزا یا ضمیروں کی اپنے مراجع سے دوری ترجمہ میں حائل ہوتی نظر آئی، وہاں انہیں حسب ضرورت بریکٹوں سے واضح کر دیا گیا ہے۔ عربی اصطلاحات، دعائیں اور اسناد حدیث مثلاً عن، اخبرنا، حدثنا، وغیرہ کو جوں کا توں پیش کیا جا رہا ہے۔ سیاق و سباق کے مطابق "قال" کا معنی کہیں پوچھا، جواب دیا یا بیان کیا اور "و" کا ترجمہ کبھی "نیز" بھی کیا گیا ہے۔

"فخر الحسن" کے بیشتر حصے جو اس رسالہ کی اساس بھی ہیں۔ فاضل مؤلف نے مستند کتب احادیث سے براہ راست نقل کئے ہیں، انہیں زیر نظر ترجمہ میں ان کے حوالہ جات سمیت جوں کا توں پیش کیا جا رہا ہے۔ کتب احادیث کے ناموں کے گرد "الٹے کامے" ڈال کر انہیں مزید نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ محدثین کرام کے ناموں کے اوپر ڈالا گیا نشان کمپیوٹر میں برقرار نہیں رکھا جا سکا مگر ان تک رسائی کو آسان اور یقینی بنانے کے لئے ترجمہ کے آخر میں ان کے مکمل اشاریہ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

ازواج مطہرات اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے ارفع و اعلیٰ مقام کے پیش نظر، ان کے اسماء گرامی کے ساتھ علی الترتیب ''ام المؤمنین'' اور ''حضرت'' کے القاب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ مگر نفس مضمون کو نمایاں کرنے، عبارت میں روانی اور یکسانیت پیدا کرنے کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے دعائیہ کلمات کو ؓ اور رح کی صورت میں مخفف کر دیا گیا ہے۔ دیگر راویوں کے سلسلہ میں اصل مسودہ سے مطابقت ہی کو اصول بنایا گیا۔ البتہ ''الحسن'' کو اس کے عربی مفہوم کے مطابق ہر جگہ ''حسن بصریؒ'' ہی لکھا گیا ہے۔

جیسا کہ تفصیلاً بیان کیا جا چکا ہے، زیر نظر ترجمہ عربی کے چند فاضل پروفیسر صاحبان کی مجموعی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جنہوں نے کئی سالوں تک محیط محنت، لگن اور مہارت سے اس کٹھن کام کو بطریق احسن سرانجام دیا۔ ترجمہ کی یہ آخری شکل بالعموم پروفیسر منظور حسین سیالوی صاحب کی تیار کردہ ہے، جسے پیروں میں تقسیم اور زیر زبر سے آراستہ راقم الحروف نے کیا۔ کیا کھویا کیا پایا قارئین کرام فیصلہ فرمائیں۔ خدا معلوم خود مترجمین کو ترجمہ کی اس مطبوعہ شکل سے کہاں تک اتفاق ہے۔

لیکن یہ قابل صد احترام پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی کا لازوال عزم، غیر متزلزل استقامت اور مشفقانہ مگر پیہم اصرار ہی تھا جو ہم سب کو اس متبرک کام کی تکمیل کے لئے سرگرم عمل رکھتا رہا۔

یوں تو ہر کام کا وقت مقرر ہے لیکن اس تاخیر کی زیادہ تر ذمہ داری میرے اوپر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر بار پروفیسر چشتی صاحب کے مقرر کردہ ہدف میری سستی اور کم مائیگی کی بدولت پورے نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ میری

کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور ان کی کرم فرمائیوں میں دن دگنی رات چوگنی ترقی فرمائے۔ لامحالہ ایسے کاموں میں لگی ہر ہر ساعت روح و قلب کے لئے نہایت خوشگوار بلکہ فرحت بخش ہوتی ہے۔ اللہ کرے یہ مقدس سفر جاری و ساری رہے۔ آمین۔

سب تعریفیں اس وحدہٗ لاشریک ہی کو سزاوار ہیں جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں کے صدقے ہمیں اس عظیم، علمی و روحانی کام میں بدمے، درمے، قدمے و قلمے شمولیت کا شرف بخشا۔ یہ اس ذات والاصفات اور خواجگان عظام کا خاص کرم ہے جو حضرت مولانا فخرالدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس محققانہ اور لگ بھگ ڈھائی سو سالہ پرانی کاوش کو محفوظ کرنے اور اسے اردو جامہ پہنانے والوں کی اس طویل صف کے پیچھے، بہت پیچھے، اس عاصی و خاطی کو بھی. کسی طور کھڑا ہونے کی توفیق بخشی بات کرم کی ہے۔ دست بدعا ہوں کہ محب النبی حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ کے زہد و تقویٰ کے صدقے اللہ رب العزت ہم سب کے سارے ہی گناہوں کو معاف کرے، اپنے شایان شان لطف و کرم سے نوازے اور ہم سب کو دونو جہانوں کی نعمتوں سے مالامال فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

فخر الحسن و اُردو ترجمہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی عربی تصنیف "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں جہاں ان روحانی سلسلوں کو متعارف کروایا جن سے انہیں اپنے والدِ محترم اساتذہ کرام اور ننھیال سے ظاہری اور باطنی علوم میں اسناد و خلافتیں ملی تھیں وہاں انہوں نے یہ موقف بھی پیش کیا کہ چونکہ خیر التابعین فی البصرہ خواجہ حسن بصریؒ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کے زمانہ میں کم عمر تھے اس لئے سلسلہ چشتیہ کی یہ ابتدائی کڑی غیر متصل ہے۔

"فخر الحسن" محبُ النبی حضرت مولانا فخر الدین فخر جہاں چشتی دہلویؒ کی ڈھائی سو سالہ پرانی عربی تصنیف ہے جس میں فاضل مصنف نے محدثین عظام کی مستند تصانیف اور دیگر تاریخی و علمی شواہد سے خواجہ حسن بصریؒ اور حضرت علیؓ کے مابین اتصال کو محققانہ انداز سے ثابت کیا تھا۔ اس نایاب تالیف کا خطی نسخہ خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمد تونسویؒ نے آستانہ عالیہ سلیمانیہ تونسہ شریف کی لائبریری سے نکلوا کر چشتیہ اکیڈمی کے بانی و نگران اعلیٰ پروفیسر افتخار احمد صاحب چشتی صمدی سلیمانی کو عطا فرما کر حکم دیا تھا کہ اس کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔

اس ارمغانِ علمی کی اصل کو محفوظ کرنے اور اس کا بامحاورہ اُردو ترجمہ پیش کرنے پر ہم ربِ کائنات کے سپاس گزار ہیں۔ مکمل حوالہ جات کو جو اس تالیف کی قیمتی اساس ہیں، بھی شامل ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ نیز موضوعِ سخن: حضرت خواجہ حسن بصریؒ، متذکرہ بالا احتمال کے پیش کنندہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور اس کا دفاع کرنے والے: حضـ فخر الدین دہلویؒ کے سوانحی خاکے مع اس تالیفِ لطیف پر تبصروں کے بھی پیشِ خدمت ہیں۔ اُ ہے اہل علم و عرفان ہماری کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

میاں ہارون احمد چشتی
ناظم چشتیہ اکیڈمی، گلی وکیلاں نمبر ۷
چنیوٹ بازار فیصل آباد فون ۲۸۸۵۵/